جلدین اخیرین

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

چون آیۂ موصوفہ سوال ست بر وجوب سوال فی الدین از اہل الذکر بمطابقت و بر وجوب جواب
بلند ایشان و بر وجوب عمل بر آن جواب کہ من حیث الذکر باشند بالالتزام و کفی بہ منوہا بشان
الاستفسار والافتاء و نیز بودنش از اعظم مدار دین از اجلی بدیہیات بلکہ مشاہدات ست
بنا بر علیہ سطرے از جوابات بر بعضے سوالات مسمی بہ

امداد الفتاوی

معروف بہ

فتاوی اشرفیہ

کہ منقسم بر چہار جلد ست و این جلدین اخیرین از آن ست از افادات جامع منقول و
معقول حاوی فروع و اصول فقیہ زمان مفسر دوران صاحب الشریعۃ والطریقۃ حضرت مولانا
الحافظ الحاج محمد اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ المولی۔ حسب ایمائے سامی جناب
مولوی محمد عبد الاحد غفر لہ الصمد در ۱۳۲۹ھ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید ۱۳۲۹ھ
۱۹۱۱ع

تفسیر بیان القرآن

مصنفہٗ سلطان المفسرین مقدام الراسخین جامع کمالات - منبع الحسنات - ماہر علوم قرآنیہ - صاحب الشریعۃ والطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقۃ - کاشف اسرار خفی وجلی مولانا حاجی محمد **اشرف علی** تھانوی دامت برکاتہم و فیوضہم خلیفہ حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس تفسیر کی خوبیان جیسی چاہئین ویسی تو ہماری زبان نہین جو بیان کیجا سکین شائقین تو اوس کے مطالعہ سے خود معلوم کر لینگے - ہان حضرات معلمین و متعلمین اور جملہ شائقین کو یہ **مژدہ** سناتے ہین کہ آپ لوگ اس تفسیر کا مدت سے شہرہ سنتے تھے وہ اب چھپنی شروع ہو گئی ہے اور **بارہ جلدون مین ختم ہے** چار جلدین چھپ گئین اور پانچوین زیر طبع اور باقی جلدین مسلسل طبع ہو کر شائقین کے پاس پہونچتی رہین گی خریدارون کی سہولت کے لئے کم و بیش ڈھائی ڈھائی پارون کی ایک ایک جلد کردی گئی ہے - تقطیع ۲۰×۲۶ دو صفحی کاغذ ولایتی (۱) قرآن مجید کا سلیس اور آسان ترجمہ کیا ہے جس مین قابل فہم ہونے کے ساتھ تحت لفظی کی بھی رعایت ہے اور بہ نسبت اتباع محاورہ کے تحت لفظی کی رعایت زیادہ ملحوظ رکھی گئی ہے (۲) نفس ترجمہ کے علاوہ جس مضمون کو ایسا ضروری دیکھا کہ اوس پر ترجمہ کی توضیح موقوف ہے، یا کوئی شبہ خود قرآن مجید کے مضمون سے ظاہراً پیدا ہوتا تھا اوس کا جواب یا مضمون قرآنی کسی مشہور تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتا تھا اوسکی تحقیق یا اس قسم کی کوئی ضروری بات ہوئی اوسکو ف بنا کر بڑھا دیا (۳) شبہات کے جواب دینے مین صرف اون شبہات کو خاص کیا ہے جنکا منشا کوئی دلیل صحیح تھی جیسے کوئی آیۃ - یا کوئی حدیث - یا کوئی امر ثابت بالعقل یا بالحس - اور جنکا منشا کوئی امر صحیح نہین بلکہ وہ شبہ خود دعویٰ بلا دلیل ہو اسکے جواب مین چونکہ طلب دلیل کافی ہے اسلیے اس سے تعرض نہین کیا گیا اور بہت سے شبہات نفس تقریر ترجمہ سے مندفع ہو گئے ہین (۴) جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے انمین التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتین ہون - (۵) جہان مفسرین کے متعدد اقوال ہین انمین سے جسکو روایت یا ذوق کے درجہ سے راجح سمجھا صرف اوسکو اختیار کر لیا گیا ہے سب کو نقل نہین کیا (۶) ہر جگہ تفسیر مین اتباع سلف صالح کیا ہے متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف تھے نہین لیا - (۷) اختلافیات کی تفسیر مین صرف مذہب حنفی لیا گیا ہے (۸) جن آیات کی تفسیر مین مرفوع حدیث آئی ہے اوسکے مقابلہ مین کسیکا قول نہین لیا گیا (۹) قرآن مجید کی اول سے آخر تک ہر سورۃ اور ہر آیۃ کا ربط ماقبل کے ساتھ نہایت سہل اور قریب تقریر مین بالالتزام بیان کیا گیا ہے اور اکثر سورتون کے شروع مین ان سورتون کا خلاصہ بھی بیان کیا گیا ہے -

شائقین مطبع مجتبائی دہلی سے طلب فرمائین -

فہرست مضامین فتاویٰ امدادیہ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ جلد سوم

کتاب البیع

سوال - کیا فرماتے ہین علمار دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے فصل پر شہر کے شہر مین گندم ہزار پانسو روپیہ کے خرید کرکے بھر رکھے کہ عند الموقع فروخت کردونگا اس عرصہ مین ایسا موقع بھی ہوا کہ اگر فروخت کرتا تو اُس کو نفع ہوتا تاہم انتظار گرانی ہے سو یہ احتکار ہوا یا نہین اور اگر یہ احتکار نہین ہے تو احتکار کی کیا تعریف ہے اور کیا حکم ہے اسکی نسبت۔

الجواب - اگر اسکے روکنے سے لوگون کو کچھ ضرر ہوا تو احتکار ہوا ورنہ نہین ہوا کیونکہ احتکار کے معنے روکنا غلہ کا وقت ضرورت خلائق بنظر گرانی اور اسکی مدت مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایک ماہ بعض کے نزدیک چالیس روز غرض یہ کہ جب لوگون کو ضرورت پڑنے لگے اور روکنے سے ضرر ہونے لگے احتکار ہوجاتا ہے ثم المدۃ اذا قصرت لا یکون احتکارا لعدم الضرر واذا طالت یکون احتکارا مکروھا لتحقق الضرر ثم قیل ھی مقدرۃ باربعین یوما وقیل بالشھر ہدایہ مختصر اکتاب الکراھۃ ۱۲ اور احتکار پر حدیث مین بڑی سخت وعیدین لعنت و جذام وافلاس وغیرہ کی آئی ہین عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول من احتکر علی المسلمین طعامھم ضربہ اللہ بالجذام والافلاس مشکوۃ کتاب البیوع واللہ اعلم فقط ۲۸ شوال ۱۳۰۷ھ

سوال - ایک شخص اپنا مال نقد ایک روپے کو فروخت کرتا ہے اور اودھار سترہ آنہ کو بیچتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہین۔

الجواب - اسکی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ وقت بیع کے ثمن کی تعیین نہین کی بلکہ مشتری سے تردید کے ساتھ کہا کہ اسکی قیمت اگر اسی وقت دوگے تو ایک روپیہ لونگا ورنہ سترہ آنے لونگا یہ تو بوجہ جہالت ثمن کے جائز نہین۔ دوسری شکل یہ ہے کہ اول مشتری سے طے کرلیا ہو کہ نقد لیتے ہو یا اودھار اگر اسنے نقد لینے کو کہا تب تو ایک روپیہ قیمت ٹھیرائی اگر اودھار لینے کو کہا تو سترہ آنے ٹھیرائے یہ جائز ہے - فی العالمگیریہ رجل باع علی انہ بالنقد بکذا او بالنسیئۃ بکذا

اوالی شہر بکذا اوالی شہر بن بکذا لم یجز کذا فی الخلاصۃ انتہی جلد ثالث ۱۵۲ مطبوعہ نولکشوری۔ فقط واللہ اعلم۔

شرکت مال حرام در تجارت

سوال۔ والد صاحب قبلہ نے پہلے غلہ کی تجارت کی تھی اُس مین بہت نقصان ہوا اب بجائے اُسکے نمک کی سوداگری کی ہے اور بفضلہ صورت اچھی معلوم ہوتی ہے ایک شخص شریک ہونا چاہتے ہین یہ صاحب پہلے پولیس مین ملازم تھے اب معزول ہو گئے ہین مال ان کا مشکوک بلکہ غالب خراب ہے انکی شرکت کی نسبت کیا حکم ہے نمک کی خریداری اسطرح ہوتی ہے کہ روپیہ سرکاری خزانہ مین ہر جگہہ جمع کیا جاسکتا ہے وہان سے رسید لیکر سرکاری پرمٹ گودام واقع جھیل سانبھر کو بھیجدی جاتی ہے اور نمک وہان سے آجاتا ہے یا نوٹ خرید کر کسی آڑتی کو بھیجدیے جاتے ہین وہ نمک خرید کر بھیجدیتا ہے ان صورتون مین خراب روپیہ شامل کرنے مین کیا حکم ہے۔

الجواب۔ جن کا مال خراب ہے وہ کسی سے قرض لیکر شرکت کرلین پھر وہ قرض اپنے ذخیرہ سے ادا کردین اور بدون اس تدبیر کے خزانہ مین جمع کرنا یا نوٹ خریدنا اس خرابی کا رافع نہین ہوسکتا لان البدل فی حکم المبدل عنہ بخلاف القرض فانہ لیس بمبادلۃ کما لایخفے

دعوی اقارب بعد سکوت وقت بیع عقار

سوال۔ ایک شخص نے اپنی جائداد موروثی سکنی و زرعی کو مختلف اوقات مین اپنی بہن حقیقی کی جسکی عمر اب زائد بتیس سال اور خاوند اور اطفال والی ہے موجودگی اور علم کی حالت مین بذریعہ بیع جائز اپنے عزیز رشتہ دار اور ہمسایون کی طرف منتقل کردی اور عرصہ زائد گیارہ سال مین ہر ایک مشتری کے مالکانہ تصرف مین زمین مبیعہ اس صورۃ سے آگئی کہ زمین مسکونہ پر مکانات بن گئے اور زمین مزروعہ پر درخت لگ گئے اور کاشت کی آمدنی وصول کرتے رہے بالفعل بائع جائداد مذکور نے اپنی بہن حقیقی کے ساتھ بوجہ بدنیتی اور طمع فاسد کے سازش کر کے دعوی وراثت شرعیہ کا کرایا اور تمادی قانونی سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اپنی بہن مدعیہ کی عمر بست سالہ اور اپنی والدہ کے انتقال کو اندر میعاد بارہ سال کے بیان کیا حالانکہ مدعیہ کی عمر زائد از بتیس سال اور اسکی والدہ کے انتقال کو ستر ہ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے مدعیہ کا باوجود پورے طور پر علم بیع ہونے اور تصرف خریدارون کے ایک عرصہ دراز تک چپ رہنا شرعا بجائے اقرار و اعتراف و تسلیم بیع کے ہے یا نہین چند روایات بغرض استفادہ لکھی جاتی ہین باع عقارا او

امرأته او ولده او بعض اقاربه حاضر یعلم البیع ووقع التقابض بینہما وتصرف المشتری فی ذلک زمانا ثم ادعی من کان حاضرا عند البیع ان العقار له ولم یکن للبائع لا تسمع دعوی المدعی لان حضوره عند البیع وترک المنازعة اقرار منه انه ملک للبائع وقیل سکوته فی هذه الحالة کالافصاح بالاقرار دلالة قطعا للاطماع الفاسدة لاهل العصر فی الاضرار بالناس وفی الجامع الصغیر سکوت المالک فی ما اذا باع رجل ملکه وهو حاضر لا یکون رضی بالبیع وهذا فی غیر الاقارب - خزانة المفتیین ..

باع شیئا وزوجته او بعض اقاربه حاضر ساکت ثم ادعاه لا یسمع واختار القاضی فی فتاواه انه یسمع فی الزوجة لا فی غیرها واختار ائمة خوارزم ما ذکرناه بخلاف الاجنبی فان سکوته وقت البیع والتسلیم لا یکون رضی من البزازیة فی نکاح البکر السکوت کالایضاح فی ثلثین مسئلة مذکورة فی العمادیة وجامع الفصولین وغیرهما الاولی سکوت البکر عند تزویجها الثانیة والثالثة الی ان قال الثامنة والعشرون سکوت القریب عند بیع عقار بحضرته وکذا سکوت احد الزوجین التاسعة والعشرون سکوت من رای غیره یتصرف زمانا فی ثم ادعی انه ملکه الرابعة والعشرون سکوت المالک اذا رای غیره یبیع متاعه الخ کذا فی الفتاوی الظهیریة من الفوائد الزینیة لابن نجیم

الجواب - فی الشامیة عن الاشباه (۲۴) سکوته عند بیع زوجته او قریبه عقارا ما اقرارا بانه لیس له علی ما افتی به مشائخ سمرقند خلافا لمشائخ بخارا فلینظر المفتی ای لاختلاف التصحیح کما سیذکره الشارح لکن المتون علی الاول فقد مشی علیه فی الکنز والملتقی اخر الکتاب فی مسائل شتی واحترز بالبیع عن نحو الاجارة والرهن (۲۵) راه یبیع عرضا او دارا فتصرف فیه المشتری زمانا وهو ساکت تسقط دعواه ای ان الاجنبی کالجار مثلا لا یجعل سکوته مسقطا لدعواه بمجرد رؤیة البیع بل لابد من سکوته ایضا عند رؤیة تصرف المشتری فیه زرعا وبناء بخلاف الزوجة والقریب فان مجرد سکوته عند البیع یمنع دعواه اھ وفیها ایضا عن البزازیة فی آخر الفصل الخامس عشر من کتاب الدعوی اذا باع عقارا او امرأته او ولده حاضر ساکت الی ان قال بعد حکایة اختلاف الفتوی ما نصه وفی الفتاوی یتامل المفتی فی ذلک فان

رای المدعی اساکت الحاضر ذا حیلۃ افتے لعدم السماع لکن الغالب علی اھل الزمان الفساد فلا یفتی الا بما اختارہ ائمۃ خوارزم اھ وفیھا ایضا قلت لکن لا یلزم من غلبۃ الفساد ان لا یوجد من یعلم حالہ بالصلاح وعدم التزویر تامل اھ ان روایات سے چند امور معلوم ہوئے ۱ یہ حکم کہ بیع کے وقت زوجہ یا کسی عزیز قریب کا سکوت کرنا گویا اُن کا اقرار ہے کہ مبیع ملک بائع ہے یہ حکم اصلی نہین ہے بلکہ معلل ہے علت کے ساتھ کہ قرینہ تلبیس ہے ۲ یہ کہ مختلف فیہ ہے ۳ یہ کہ جنھون نے اسکی تصحیح کی ہے بوجہ عارض یعنی غلبۂ فساد زمان کے کی ہے ۴ چونکہ فساد غالب ہے اس لیے مناسب اسی پر فتویٰ دینا ہے ۵ یہ کہ اگر قرائن قویہ سے مدعی کی صلاحیت معلوم ہو جاوے تو اسپر فتویٰ نہو گا مین کہتا ہون کہ ان امور خمسہ ثابتہ سے لازم آگیا کہ اگر مشتری کو قرائن و شہادت قلب سے معلوم ہو جاوے کہ بائع کی قرابت دار مدعی کا واقع مین اس مبیع مین حق ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اُس کا سکوت بیع کے وقت کسی لحاظ و دباؤ سے تھا اجازت و اذن بطیب خاطر اسے نہ تھا تو اس صورت مین اُسکے حق کے قدر کا امساک اس مشتری کو حلال نہو گا اور اگر اُس کا حق ہی ثابت نہو تو اس صورت مین اُسکا وہ سکوت اقرار بملک بائع سمجھا جاوے گا اور اگر حق ثابت ہو اور سکوت کسی دباؤ سے نہو تو سکوت گو اقرار بملک بائع نہو گا مگر اجازۃ لبیع الفضولی ہو گی جو موجب نفاذ بیع و قاطع حق مدعی ہے اس تفصیل سے سوال کی سب شقوق کا جواب ہو گیا۔ فقط واللہ اعلم۔ ۲۴ جمادی الاولی سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ نہی عن صفقۃ فی صفقۃ کے ظاہری معنی کے لحاظ سے بعض امور ناجائز معلوم ہوتے ہین حالانکہ بکثرت خاص و عام مین شائع ہین مثلاً گھڑی کی مرمت کہ ٹوٹے ہوئے پرزہ کو نکال کر صحیح پرزہ لگا دیگا تو اس پرزہ کی تو بیع ہے اور لگانے کا اجارہ ۲ چارپائی بنوانا اور بان اپنے پاس سے دینا اسمین بان کی بیع ہے اور بُننے کا اجارہ ۳ سقہ سے پانی لینا کہ جب اُس نے کنوئے سے پانی نکال کر اپنے ظروف مین لیا تو اُسکی ملک ہو گیا سو پانی کی بیع ہوئی اور وہان سے لانے کا اجارہ نیز بیع بالبیس عندہ بھی ہے ۴ کوئی زیور یا انگوٹھی جڑنے کو دینا کہ نگینونکی بیع ہے اور لگانے کا اجارہ وغیر ذلک من المعاملات الرائجۃ۔

الجواب۔ تعامل کی وجہ سے کہ بلا نکیر شائع ہے جو ایک نوع کا اجماع ہے یہ سب معاملات

جائز ہین پس نص عام مخصوص البعض ہے جیسا فقہار نے صباغی وخیاطی مین اسکی اجازت دی ہی کہ صبغ اور خیط صانع کا ہوتا ہے اور اُس مین اجارہ بھی ہوتا ہے وھذا ظاہر جدا۔ فقط واللہ اعلم

سوال۔ ان قصبات مین اکثر دودھ جو بدھا جاتا ہے قیمت اُسمین کبھی پہلے کبھی پیچھے دیجاتی ہی اور متفرق طور سے وہ دودھ مالک سے وصول ہوتا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہو تو کچھ شرائط بھی اس مین ملحوظ ہین یا نہین۔

الجواب۔ یہ معاملہ سلم نہین ہی لعدم اجتماع شرائطہ فیہ بلکہ اگر بعد مین روپیہ دین تب تو بیع نسیئہ ہے اور بلا تکلف جائز ہے۔ اور اگر پیشگی دیدین تو اسکے ذمہ قرض ہوجاتا ہے جس کو تھوڑا تھوڑا کاٹ دیتا ہے۔ اس کو فقہانے مکروہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

سوال۔ آجکل بعض انگریزی تجارتون کا یہ حال ہے کہ کاغذ فروخت کرتے ہین اور اُس مین چار ٹکٹ لگے ہوتے ہین جسکو وہ شخص اسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ پر چار اشخاص کے ہاتھ فروخت کر ڈالتا ہے اور اُن اشخاص سے وہ روپیہ وصول کرکے اور اُن کا پتہ کمپنی کو لکھکر بھیجدیتا ہے صاحب کمپنی ایک گھڑی اس شخص کو بھیجتا ہے اور اُن چار اشخاص کے نام ایک ایک کاغذ ویسا ہی بھیجدیتا ہے جس مین ویسے ہی چار ٹکٹ بھی ہوتے ہین جس کو وہ چارون اشخص لوگون کے ہاتھ اسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ کو پھر بیچ ڈالتے ہین جب روپیہ اُن لوگون کے پاس آجاتا ہے تو وہ لوگ بھی صاحب کمپنی کے نام روپیہ اور جن کے ہاتھ وہ ٹکٹ فروخت کئے ہین اُن کا پتہ وغیرہ لکھکر بھیجدیتے ہین صاحب کمپنی ایک ایک گھڑی اُنکے نام بھیجدیتا ہے اور ایک ایک کاغذ ویسا ہی جنکے نام اُنھون نے ٹکٹ فروخت کئے ہین صاحب کمپنی کو بھیجدیتا ہے پھر وہ لوگ بھی ویسا ہی عمل کرتے ہین اور اسی طرح اس کا اجرا رہتا ہے ہان البتہ جس شخص کے ٹکٹ فروخت نہونگے وہ البتہ نقصان اُٹھائے گا تو شرعاً یہ بیع جائز ہے یا نہین اور شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے۔

الجواب۔ حاصل حقیقت اس معاملہ کا یہ ہے کہ بائع مشتری اوّل سے بلا واسطہ اور دوسرے مشتریون سے بواسطہ مشتری اوّل یا ثانی یا ثالث وغیرہم کے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ تم نے جو روپیہ بھیجا ہے اگر تم اتنے خریدار پیدا کرلو تو اس روپیہ مرسلہ کے عوض ہم نے تمہارے ہاتھ گھڑی فروخت

کردی ورنہ تمہارا روپیہ ہم ضبط کرلیں گے سو اس میں دونوں شرطیں فاسد و باطل ہیں دوسرے خریداروں کے پیدا کرنے کی تقدیر پر فروخت کرنا بھی کہ وہ تنجیز بیع کے وقت (مقرون بالشرط فاسد مخالف مقتضائے عقد ہونے کی وجہ سے) عقد فاسد بحکم ربوا ہے اور تعلیق کے وقت (تعلیق الملک علی الخطر ہونے کی وجہ سے) قمار ہے اور ربوا اور قمار دونوں حرام ہیں اسیطرح دوسری شرط یعنی خریدار پیدا نہ کرنے کے تقدیر پر روپیہ کا ضبط ہوجانا بھی کہ صریح اکل بالباطل ہے اور یہ تاویل ہرگز مقبول نہیں ہوسکتی کہ روپیہ کے عوض ٹکٹ دیا ہے کیونکہ ٹکٹ یقیناً مبیع نہیں ہے ورنہ بعد خرید ٹکٹ معاملہ ختم ہوجاتا ٹکٹ فروخت کرکے گھڑی کا استحقاق ہرگز نہوتا جیسا تمام عقود میں یہی ہوتا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ٹکٹ مبیع نہیں بلکہ روپیہ کی رسید ہے جب دونوں شرطونکا فاسد و باطل ہونا ثابت ہوگیا تو ایسا معاملہ بھی بالیقین حرام اور متضمن ربوا اور قمار و اکل بالباطل ہے اور کسی طرح اسمیں جواز کی گنجایش نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ احل اللہ البیع وحرم الربوا وقال اللہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر الی قولہ رجس من عمل الشیطان الآیۃ وقال تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کل شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل ونہی علیہ السلام عن بیع وشرط وفی جمیع الکتب الفقہیۃ صرحوا بعدم جواز بیع مشروط بما لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما کما لا یخفی علی من طالعہا۔ واللہ اعلم۔

حکم عود زر در ارزانی نرخ سرکاری بعد ادائے ثمن

سوال۔ میں نے ایک گاڑی نمک کے لئے مبلغ پانسو تریپن روپیہ خزانہ سرکار میں جمع کئے تھے اور رسید نمک محکمہ نمک میں بھیجدی تھی اور مال ابھی وہاں سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ اتنے میں قیمت نمک سرکار نے کم کردی یعنی فی گاڑی سو روپیہ کم کردیئے اور بجائے پانسو ترپن کے چارسو ترپن قائم رکھے اسلئے نرخ نمک کا تمام تجارت کانون میں ارزان ہوگیا تو میں نے سرکار میں عرضی بھیجی کہ نرخ ارزان ہونے سے ہمارا سو روپیہ کا نقصان ہوگیا اور سرکار نے بلا اطلاع پہلے دیئے ہوئے محصول کم کردیا اور مال ہمارا روانہ نہیں ہوا ہے اس لئے ہمکو سو روپیہ واپس ملنے چاہئیں اسپر یہ جواب آیا کہ کچھ عرصہ کے بعد مبلغ سو روپیہ واپس دیئے جاوینگے تو بندہ کو یہ دریافت کرنا ہے کہ روپیہ واپس لینا شرعاً درست ہے یا نہیں اور سرکار مثل ہمارے اور تاجروں کو بھی روپیہ واپس دیگی؟

الجواب۔ اول تو صرف روپیہ کے ساتھ درخواست خریداری بھیجنے سے بیع نہیں ہوتی اس لئے

بائع و مشتری ہر دو کو نفس عقد سے یا وعدہ نرخ خاص سے انکار و امتناع جائز ہوا اور اگر اس سے قطع نظر کیجاوے اور کسی طریق سے بیع متحقق ہو جاوے تب بھی حط ثمن بتراضی جائز ہے اور صورت مسؤلہ مین تراضی ثابت ہے لہذا دونون تقدیر پر روپیہ کی واپسی جائز ہے۔ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ جو نمک سرکاری طور سے آتا ہے وہ باریک آتا ہے اور موٹے نمک کی قدر زیادہ ہے بلکہ یون کہا جاوے کہ موٹے نمک ہوتے ہوئے باریک کو کوئی نہین لیتا اور کبھی اتفاقاً موٹا بھی آجاتا ہے مین اسکے لیئے کوشان ہون کہ کسی تدبیر سے نمک موٹا ہی آیا کرے تاکہ جلد مال نکلے مین نے دو ایک شخصون سے جو کان نمک کے قرب مین رہنے والے ہین اس کا ذکر کیا تو انھون نے موٹا نمک آنیکی یہ تدبیر بتلائی کہ جو نمک کے بھرانے والے وہان ملازم سرکاری ہین اُنسے میل کر لیا جاوے اور فی گاڑی کچھ اُن کو دیدیا جایا کرے اور کہدیا جاوے کہ ہمارے لیئے گاڑی مین نمک موٹا بھر دیا کردین تو وہ ایسا ہی کرینگے کیونکہ اور تاجرین ایسا ہی کرتے ہین تو بندہ کو اس بارہ مین یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسا کرنا داخل رشوت ہے یا نہین؟

الجواب (مقدمہ اولے) عقد مین اطلاق ہونے سے کہ خواہ سرکار موٹا نمک دے یا باریک مشتری کا حق خاص نمک کے ساتھ متعلق نہین ہوتا اور تقیید سے کہ موٹا لیا جاوے خاص موٹے کے ساتھ متعلق ہو جاویگا (مقدمہ ثانیہ) کسی کا حق نہ دینا ظلم ہے (مقدمہ ثالثہ) دفع ظلم کے لئے رشوۃ دینا جائز ہے مقدمات ثلثہ سے ثابت ہو گیا کہ اطلاق مین یہ رشوۃ دینا حرام ہے اور تقیید مین جائز ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ جب قیمت نمک کم ہوئی تو میرے ہان ایک گاڑی مال رکھا ہوا تھا بوجہ نرخ ارزان ہو جانے کے قریب اسّی روپیہ کے میرا نقصان ہوا اور سرکار نے نوٹس یعنی اطلاع کم قیمت ہونے کی پہلے سے نہین دی تھی اسوجہ سے نالش کر کے سرکار سے ہرجہ کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہین بعض لوگون نے اسکی بھی نالش کر رکھی ہے مین بلا آپ سے دریافت کیئے ایسا نہین کرونگا

الجواب۔ فی الہدایہ نقصان السعر عبارۃ عن فتور رغبات الناس وذلک لا یعتبر فی البیع حتی لا یثبت بہ الخیار فی الکفایہ یعنی اذا تغیر سعر المشتری قبل القبض لا یثبت الخیار جب قبل القبض مشتری کا کوئی حق نہین تو بعد القبض رد و بعض ثمن کا کب حق ہے البتہ اگر بائع

رشوت دادن برائے حصول حق جائز است

عدم جواز دعوی نقصان از بائع بسبب کم شدن نرخ از زر مثمن

غیر اہل اسلام وغیر اہل ذمہ ہو اور اپنے قانون کے موافق برضامندی کچھ دے گو کسی عنوان سے ہو ایسے اموال کی اباحۃ کی بنا پر درخواست کرنا اور لے لینا سب جائز ہے۔ ۲۵ جمادی الاولے ۱۳۲۱ھ

توکیل مسلم الیہ برای بیع مسلم فیہ و اشتراک وجود مسلم فیہ وقت سلم

سوال۔ یہان شیرہ کی تجارت کی صورت یہ ہے کہ کھنسال والون کو قبل فصل شیرہ کے پیشگی زر دیدیا جاتا ہے اور نرخ اُسیوقت قرار پا جاتا ہے کہ ہم فصل مین اس نرخ سے شیرہ لینگے اور اتنا روپیہ دیتے ہین اس روپیہ کا اس نرخ سے زیادہ لینگے یہ بات قرار پا جاتی ہے جب فصل آئی اور جو بھی نرخ ہوا مالک شیرہ خود ہی جتنا شیرہ نکلتا جاتا ہے خود اُس ہی نرخ سے فروخت کرتا رہتا ہے اور بتدا بعین فروخت ہوجانے پر حساب کر دیتا ہے مثلاً زید نے عمرو کو سو روپیہ دیئے اور یہ بات قرار پائی کہ چھ سیر کا شیرہ چھ سو سیر ہمارا رہا جب فصل آئی اور شیرہ راب مین سے نکلتا گیا اور نرخ تین سیر ہو گیا تو مالک اُس کو بحساب تین سیر فروخت کرتا رہا جب چھ سو سیر نکلچکا تو اُسنے حساب کر دیا۔

الجواب۔ فی الدر المختار فی السلم شرط دوام وجودہ وفیہ شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین الاجارۃ والتجارۃ وفیہ لایجوز التصرف الی قولہ ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ پس اولا قبل فصل سلم ٹھیرانا جائز نہین للروایۃ الاولے اور اگر بعد فصل ٹھیراوین تو جب تک شیرہ پر خود رب السلم قبضہ نہ کرلے اُس مین تصرف کرنا جیسا بیع کرنا خواہ خو خواہ بذریعہ وکیل غیر قابض جائز نہین اور یہان وکیل بائع ہے جس کا قبضہ بجاے قبضہ رب السلم نہین اسلئے یہ بیع منجانب رب السلم نہین للروایۃ الثالثۃ اور اگر خود رب السلم بھی قبضہ کرلے تب بھی یہ شرط ٹھیرانا کہ مسلم الیہ بیع کرایا کریگا شرط زائد ہے اور صفقہ توکیل کا صفقہ سلم کے ساتھ جمع کرنا ہے اسلئے جائز نہین للروایۃ الثانیۃ البتہ اگر فصل مین مسلم فیہ موجود ہو اور توکیل مشروط نہو اور بعد تیاری شیرہ قبضہ کرکے توکیل جدید مسلم الیہ کو وکیل بنادے تب جائز ہے

فقط واللہ اعلم ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

بیع آلات معاصی یا استیجار علی اسباب المعصیۃ

سوال۔ اشیاء بجنے والی مثل گھونگرو ٹالی وغیرہ و اشیاء مستعملہ موسیقی مثل تار لوہا و پیتل وغیرہ و اشیاء مستعملہ ہنود مثل بندے و ستارہ وغیرہ کسی مسلمان یا کافر کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہین (۲) جو مسلمان یا کافر گانے ناچنے کا پیشہ کرتے ہین اُنکے ہاتھ کوئی سودا بیچنا درست ہے یا نہین (۳) ایسے معاملات مین کافر اور مسلم برابر ہین یا کچھ فرق ہے (۴) کفار مشرک اگر اپنی عبادت گاہ

کی تعمیر کے واسطے یا بتون کی پرستش کے لیے کوئی چیز کسی مسلمان سے خریدین یا کسی مسلمان کو اجرت پر رکھین تو اُس چیز کا آنکے ہاتھ فروخت کرنا یا اُجرت لینا جائز ہے یا نہین (۵) بتو پر چڑھی ہوئی چیز مثل میوہ جات یا کوئی اور شے پھر خرید کر اُسکی تجارت کرنا یا اُس کو خود کھانا اور استعمال مین لانا جائز ہے یا نہین۔ بینوا توجروا۔

الجواب - گھونگھرو ٹالی وغیرہ کا استعمال اگر بغرض اظہار شان و شوکت ہو تو ناجائز ہے اور اگر اسکے باندھنے سے جانور کو چلنے مین نشاط اور آسانی ہوتی ہو یا راہ چلنے والونکی اطلاع کی غرض سے کہ وہ سامنے سے ہٹ جاوین باندھا جاوے تو جائز ہے فی العالمگیریۃ الباب السابع عشر من الکراہیۃ قال محمد فی السیر فاما ما کان فی دار الاسلام وفیہ منفعۃ لصاحب الراحلۃ فلا باس بہ قال وفی الجرس منفعۃ جمۃ الخ اور اشیاء مستعملہ موسیقی کا استعمال مطلقاً ناجائز ہے اور بُندے و ستارہ وغیرہ کا استعمال عورتون اور لڑکیون کے لیے جائز ہے گو پیتل وغیرہ کی ہون ان چیزون کی صرف انگوٹھی ناجائز ہے - فی الدر المختار قبیل النظر والمس من کتاب الکراہیۃ ولا یتختم الا بالفضۃ فیحرم بغیرہا کحجر وذہب وحدید وصفر ورصاص وغیرہا لما مر فاذا ثبت کراہیۃ لبسہا للتختم ثبت کراہیۃ بیعہا وصنعہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لایجوز وکل ما ادی الی ما لایجوز لایجوز اھ قلت ویستثنی الذہب ایضا للنساء ویبقی الباقی علی العموم وفی رد المحتار تحت قولہ فیحرم بغیرہا عن الجوہرۃ والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء اھ قلت وتخصیص التختم یبیح لبسہا لا للتختم للنساء جب وجوہ استعمال مین جائز و ناجائز کی تعیین ہوگئی تو اب حکم بیع کا جاننا چاہیے سو اس باب مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کی عین سے معصیت قائم ہو اُس کا بیع کرنا ممنوع ہے اور جس چیز مین تغیر و تبدّل کے بعد معصیت کا آلہ بنایا جاوے اُسکی بیع جائز ہے گو خلاف اولے ہے فی الدر المختار فصل البیع من کتاب الکراہیۃ وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ فی رد المحتار فی تفصیل ہذہ العبارۃ وعلم من ہذا انہ لایکرہ بیع ما لم تقم المعصیۃ بہ کبیع الجاریۃ المغنیۃ والکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والعصیر والخشب ممن یتخذ منہ المعازف اھ پس صورت مسؤلہ مین گھونگھرو ٹالی جب کہ تفاخر کے لیے مستعمل نہون اور بُندے ستارہ مطلقاً اور طبلہ وغیرہ جو آلات موسیقی مین کام آوین خلاف اولے فروخت کرنا جائز ہین اور جواز و عدم جواز بیع مین مسلمان

کافر کا ایک حکم ہے فی رد المحتار فی المقام المذکور والاصح خطابهم وعلیه فیکون اعانة علی المعصیة فلا فرق
بین المسلم والکافر فی بیع المعصیة بینهما اهـ (**جواب** سوال دوم) جائز نہیں جبکہ ظاہر اُسی کی مدد لی سے دام
دین فی الدر المختار فصل البیع من الکراهیة وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحة بیعه بخلاف دین علی
المسلم لبطلانه اه اقول علل الجواز بالصحة وحرمة الرقص والغناء عام فلا یثبت الجواز (**جواب** سوال سوم)
برابر ہین جیسا گذر چکا (**جواب** سوال چہارم) امام صاحب کے نزدیک جائز ہے صاحبین کے نزدیک
ممنوع ہے لہذا احتیاط بہتر ہے اور جو کوئی غریب مبتلا ہو اسپر دار وگیر نہ کرے فی الدر المختار بعد مسئلة
العصیر وجاز تعمیر کنیسة وحمل خمر ذمی بنفسه او دابته باجر لا عصرها لقیام المعصیة بعینه فی رد المحتار قوله وحمل خمر ذمی
قال الزیلعی وهذا عنده وقالا هو مکروه اه **جواب** سوال پنجم - جائز نہیں لحرمته لعموم قوله تعالی وما اهل به
لغیر الله والله اعلم ۲۰ ذی الحجه سنه ۱۳۲۱ھ

حکم ٹھیکہ مواشی خانہ

سوال - حضور ہمارے ملک مین رواج ہے کہ سال کے پہلے ازجانب سرکار ایک جگہہ مقرر کیجاتی ہے اسلیئے کہ بیل وغیرہ جو رعایا کی زراعت کا نقصان کرتا ہے وہان لیکر بند کرتے ہین اور پیسہ و روپیہ علے تفاوت النوع لیکر چھوڑ دیتے ہین وگرنہ اُس بیل وغیرہ کو بعد پندرہ سولہ دن کے نیلام کرتے ہین اور یہ پیسہ لینا اور نیلام کرنا ازجانب سرکار ہوتا ہے اُسکو کھٹہ کہتے ہین اُسی کو سرکار بہادر بیچتے ہین کہ اس کھٹہ کو ایک برس کے لیئے مین اتنے روپیہ مین بیچتا ہون جو کوئی لے گا بیل وغیرہ کی قیمت وہ لین گے پس یہ صورت کیسی اور اُسکو خریدنا درست ہی یا نہین اور بیچنا کیسا۔

الجواب - اس صورت مین مبیع وہ روپیہ ہے جو سال بھر مین جرمانہ یا قیمت مواشی کا وصول ہوگا سواول تو وہ روپیہ معین نہین دوسرے موجود نہین تیسرے ابھی حق سرکار بھی نہین ہوا اس لیئے وہ روپیہ مبیع ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا اسلیئے یہ بیع حرام اور باطل ہے اور قمار و سود مین داخل ہے

فقط - ۹ محرم سنه ۱۳۲۲ھ

تعریف اقالہ و بیع بالخیار

سوال - بیع اقالہ اور بیع بالخیار کی کیا تعریف ہو اور کیا فقہ مین اس سے بحث کی گئی ہے۔

الجواب - اقالہ یہ ہے کہ ایک بیع تام ہو گئی پھر مشتری یا بائع پچھتایا اور دوسرے سے واپسی مبیع کی درخواست کی اور اس نے خوشی سے واپس کر لیا اور بیع بشرط الخیار یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ ہم یہ شئے خریدتے ہین لیکن ہم کو ایک یا دو یا تین روز تک اختیار واپس کر دینے

کا ہے یا بائع اسیطرح کہے کہ ہم کو اسی مدت تک واپس کر لینے کا اختیار ہے یہ تو تعریف ہے رہی بحث سو بہت سے مباحث اسکے متعلق لکھے ہین اگر کوئی خاص امر دریافت کیا جاوے تو جواب ممکن ہے۔ ۹ جمادی الاخرے سنہ ۱۳۲۲ھ۔

تنقیح قاعدۂ تبدل ملک

سوال - مسئلہ تبدل مین بہ تبدل ملک مین کچھ اشتباہ ہے اگر اُسکے یہی معنے ہین جو فتاوای اشرفیہ مین بحوالہ قصہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منقول ہین کہ اول کے پاس اُس طریق حلال سے وہ شئے آئی جو دوسرے کے لئے گو حلال نہو مگر اُسکے لیئے جائز ہے تو اکثر مسائل فقہیہ جو اسی پر متفرع ہین لغو ہو جاینگے خصوصًا بیوع فاسدہ بائع مشتری اول کو بوجہ فساد بیع اقالہ ضروری ہے اور دوسرے کو نہین مثلاً انبہ خام درخت پر خریدے گئے اور ملک متبایعین کے اشتراک کے باعث یا صفقۃ فی صفقۃ یا شرطی بیع کے باعث بیع مین فساد آیا تو اقالہ ضروری ہے اور اس مشتری کو پختہ ہونے پر ان انبہ کا استعمال ناجائز مگر بازارون مین فروخت ہوے اور لوگ خرید کر کھاتے ہین انکے لئے بوجہ تبدل ملک حلت کا فتوی ہے آج کل جبکہ بیوع فاسدہ عمومًا شائع ذائع ہین کوئی شے بھی قابل استعمال نہ رہے گی۔

جواب - شاید تعبیر مین کچھ کوتاہی ہو گئی ہو عجب نہین میرا مطلب یہ ہے کہ لوگون نے جو مطلقًا سمجھ رکھا ہے کہ گو کیسی ہی حرام چیز ہو مگر دوسرے کے پاس پہونچکر حلال ہو جاتی ہے یہ محض غلط ہے کیونکہ اموال مخلوطہ جس مین اکثر حصہ مغصوب یا ربوا یا رشوت ہو بتصریح فقہا دوسرے کے لئے بھی ویسی ہی حرام ہین جیسے پہلے کے لیے حالانکہ تبدل ملک یہان بھی ہے اس لیئے اس قاعدہ کی تفسیر کرنا مقصود ہے جس سے غرض ابطال عموم و اطلاق حکم حلت ہے خلاصہ اُس تفسیر کا یہ ہے کہ جو شے اول کے لیئے باصلہ حلال ہو گی بوصفہ کسی عارض سے اُسمین کراہۃ پیدا ہو جاوے وہ دوسرے کے لیئے حلال ہو گی اور چونکہ دوسری جگہہ وہ عارض نہین ہے اسلیئے وہ خبث عارضی بھی نہو گا اور بیوع فاسدہ مین یہی قصہ ہے اور جو اول کے لئے باصلہ حرام ہو وہ حرمت برابر متعدی رہے گی جیسے بیوع باطلہ و ربوا و رشوت قبل الخلط یا بعد الخلط بشرط الاکثریۃ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۶ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

[illegible]

سوال - زید کپڑے کی بند گٹھری خریدتا ہے گٹھری مین جسقدر کپڑا ہے اُس کا نمونہ اور مقدار سب بتا دی گئی ہو مگر مقدار کل بتائی گئی ہے یہ نہین معلوم کہ پارچہ اور ٹکڑا کس کتنے کتنے گز کا ہے بیع جائز

ہے یا نہیں ؟

الجواب ۔ بیع کا معلوم ہونا شرط ہے خواہ بیان تقدیر سے یا اشارہ سے اول تو یہاں مقدار بھی بتلادی ہے اور اگر اس کو معتبر نہ سمجھا جاوے تو مشار الیہ تو ضروری ہے لہذا یہ بیع جائز ہے ۔

۱۲ رجمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ کیا حکم شریعت کا ہے اس صورت مین کہ زید پانی پت مین رہتا ہے اور عمرو گیا مین زید نے عمرو سے کہا کہ ہماری جائداد جس کا غلہ للعہ رسالانہ کا وصول ہوتا ہے پانی پت مین ہے اور پانی پت مین نرخ غلہ ارزان ہو گیا ہے لنکے باہمی عقد بیع ہو گیا بعد بیع عمرو کو معلوم ہوا کہ زید نے مجھکو فریب دیا غلہ ارزان فروخت نہین ہوتا نوبت بعدالت پہونچی عمرو نے عدالت مین بیان تحریری دیا کہ زید نے مجھکو فریب دیا اور مجھسے کہا کہ پانی پت مین غلہ متوان ۳۴ ثار کا فروخت ہوتا ہے اور اب معلوم ہوا کہ غلہ دو من سے بھی کم فروخت ہوتا ہے اسکے بعد یہ مقدمہ ثالثون کے پاس آیا ثالثون سے عمرو نے بیان کیا کہ زید نے مجھے فریب دیا تھا اور کہا تھا کہ غلہ چار پانچ من فیصدی فروخت ہوتا ہے اور شہادت سے بھی عمرو نے یہ بات ثابت کردی کہ زید نے عمرو سے بیشک یہ کہا تھا کہ پانی پت مین چار پانچ من غلہ فیصدی فروخت ہوتا ہے پس اس صورت مین عمرو کے دونون بیان جو ظاہرا متعارض معلوم ہوتے ہین اسکے اثبات دعوی کے بھی مضر اور شہادت کے مسقط ہین یا نہین یعنی فریب چار پانچ من فیصدی کا جو شہادت سے ثابت ہوا وہ ثابت رہے گا یا اول بیان کے معارض ہونے سے ساقط ہو جائیگا اور شہادت ساقط ہوگی یا دوسرے بیان کی مثبت رہے گی ۔

الجواب ۔ عبارت سوال کی ناکافی ہے زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ مطلب یہ ہے کہ جس زمین مین اسقدر غلہ حاصل ہوتا ہے یعنی دو من چونتیس سیر یا دو من سے بھی کم یا چار پانچ من مثلاً وہ جائداد سو روپیہ کو فروخت ہوتی ہے اور میرے نزدیک عمرو کے ان دونون بیانون کا تعارض مضر نہین کیونکہ جب مقدمہ ثالثون کے سپرد بتراضی طرفین ہو گیا تو مجلس قضا اب اس حکم کی مجلس ہوگی اور پہلا بیان مجلس قضا سے خارج ہوگا جس کا اعتبار نہین اور اس مجلس مین جو دعوے کیا ہے وہ اور شہادت متوافق ہین لہذا پہلے بیان کا تعارض مضر نہین لیکن باوجود مضر نہونے کے عمرو کے اصل مقصود کو نافع نہین کیونکہ اصل مقصود اس کا خیار فسخ کا حاصل کرنا ہے جیسا کہ خود اس سوال کی بھی عبارت سے

فریب دادن مشتری را بارزانی و بیان حالات بیع و تحقیق تعارض

معلوم ہوتا ہے اور دوسرے پرچہ سے جو اسکے ساتھ جواب کی غرض سے آیا ہے زیادہ واضح ہوتا ہے اُسمین بائع کا نام زید فرض کیا گیا ہے اور اس مین عمرو اُس دوسرے پرچہ مین خیار فسخ بائع کے لیے نہونا مدلل ومفصل مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔ والدلیل ہذا فی الہدایۃ الشہادۃ اذا وافقت الدعوی قبلت وان خالفتہا لم تقبل وفی حاشیتہا برمز ل علی قولہ کتاب الدعوی ہی فی عرف الفقہاء عبارۃ عن مطالبۃ حق فی مجلس من لہ الخلاص عند ثبوتہ الی قولہ شرط صحتہا مجلس القضاء فالدعوی فی غیر مجلس القضاء لا تصح الخ واللہ اعلم

یوم عرفہ ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید کی ملکیت کی جائداد جسکا ۵۰ من غلہ سال بھر مین آتا ہے پانی پت مین عمرو کے قبضہ اور تصرف مین ہے اور زید گیا مین رہتا ہے زید سے عمرو نے گیا مین جاکر کہا کہ تمہارا غلہ میرے پاس بمقدار للعہ موجود ہے زید نے اُس کو للعہ سمجھ کے چودہ سو کو عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا بعدہ زید کو معلوم ہوا کہ میری جائداد کی آمدنی ۵۰ من سے زیادہ ہے اب عمرو چاہتا ہے کہ یہ بیع بات قرار دیجاوے اور زید کہتا ہے کہ مجھسے مقدار کمیت مین فریب کیا گیا ہے مجھے خیار فسخ ہی مین اب اس بیع کو قائم رکھنا نہین چاہتا عمرو کا خیال ہے غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ جو زائد غلہ اُس کا ہے اسکی اور قیمت اُسی طرح دلا دی جاوے کیونکہ بیع ہو چکی تھی اس مسئلہ کی بابت علماء دین سے سوال ہے کہ اس صورت مین زید بائع کو بسبب غبن فاحش خیار فسخ ہی یا نہین سوال دوم یہ ہے کہ نرخ کے اندر ہی فریب دینے سے حق فسخ حاصل ہوتا ہے یا مقدار مبیع کے اندر فریب دینے سے بھی حق فسخ حاصل ہوتا ہے۔

الجواب ۔ عبارت سوال کی ناکافی ہے زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ صورت سوال یہ ہے کہ بیع جائداد کی ہوئی ہے اور اسکی آمدنی زیادہ غلہ کی ہے اور مشتری نے دھوکہ دیکر بائع کو کم بتلائی جس سے ارزان چیز ارزان فروخت کر دی اس صورت مین جواب یہ ہے کہ عمرو کو گناہ بہت ہوا لیکن زید کو خیار فسخ حاصل نہین البتہ عمرو پر فیما بینہ وبین اللہ واجب ہے کہ زید کی رضا وطیب نفس حاصل کرے

والدلائل ہذہ فی الہدایۃ ومن باع ملم یرہ فلا خیار لہ وکان ابو حنیفۃ رح یقول اولاً لہ الخیار اعتبار الخیار العیب وخیار الشرط وہذا لان لزوم العقد بتمام الرضاء زوالاً وثبوتاً ولا یتحقق ذلک الا بالعلم باوصاف المبیع وذلک بالرؤیۃ فلم یکن البائع راضیا بالزوال ووجہ القول المرجوع الیہ انہ معلق بالشراء لما روینا

فلا یثبت دونہ وروی (قال الزیلعی اخرجہ الطحاوی ثم البیہقی عن علقمۃ بن ابی وقاص) ان عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ باع ارضا بالبصرۃ من طلحۃ بن عبید اللہ رضہ فقیل لطلحۃ رضہ انک قد غبنت فقال لی الخیار لانی اشتریتہ مالم ارہ وقیل لعثمان انک قد غبنت فقال لی الخیار لانی بعت مالم ارہ فحکما بینہما جبیر بن مطعم فقضے بالخیار لطلحۃ وکان ذلک بحضر من الصحابۃ اھ قلت لما لم یثبت الخیار للبائع مع عدم رویتہ لذات المبیع ففی عدم رویۃ الوصف الذی ہو الربح اولے کما ہو ظاہر وفیہا وعن تلقی الجلب وہذا اذا کان یضر باہل البلدۃ فان کان لایضر فلا بأس بہ الا اذا لبس السعر علی الواردین فحینئذ یکرہ لما فیہ من الغرر والاضرار اھ قلت ومطلق النہی والکراہتہ یفید التحریم وہذا دلیل کون فعل ہذہ المشتری حراما وفی الحدیث الالا یحل مال امرئ الا بطیب نفسہ قلت وانی لا احضرنی مخرجہ الآن وہو دلیل علی وجوب ارضاء البائع دیانۃ واللہ اعلم۔ (جواب سوال دوم) اگر یہ سوال بھی متعلق سوال اول کے ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ فریب نرخ ہی میں ہوا ہے مقدار مبیع میں نہیں ہوا اور اس کا جواب گذر چکا اور اگر مقدار مبیع کو مستقلا پوچھنا ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر مبیع جائداد یعنی عقار ہے اور ثمن جملۃ ٹھیرا ہے تو بعد میں مقدار زیادہ معلوم ہونے سے بائع کو خیار نہیں ہوتا فی الہدایۃ ومن اشتری ثوبا علی انہ عشرۃ اذرع بعشرۃ اوارضا علی انہا مائۃ ذراع فوجدہا اقل فالمشتری بالخیار ان شاء اخذہا بجملۃ الثمن وان شاء ترک وان وجدہا اکثر من الذراع الذی سماہ فہو للمشتری ولا خیار للبائع الخ واللہ اعلم یوم عرفہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید نے اپنے دو یتیم بھتیجوں کے ہاتھ ایک مکان بتولیت اُنکی ماں کے فروخت کیا بعد تھوڑی زمانہ کے اُسی مکان مبیع کے متصل تھوڑی زمین ایک دوسرے شخص سے خرید کی اور اُس دوسرے شخص سے اپنے مکان مبیع کی تھوڑی زمین اُس بیعنامہ میں لکھوالی اب جبکہ دونوں بھتیجے بالغ ہوئے تو اُس پہلی بیع کو جو کہ اُنکے چچا نے اُنکے ہاتھ فروخت کیا ہے جائز رکھتے ہیں اور دوسری بیع کو جو اُنکے چچا نے اُسی جائداد مبیعہ سابقہ کا ایک جزو اس دوسری زمین مبیعہ کے ساتھ خرید لی ہے ناجائز رکھتے ہیں اور اپنا پورا حق طلب کرتے ہیں تو زید کہتا ہے کہ اسپر میرا عرصہ سے قبضہ چلا آتا ہے ان دونوں بیعوں کے جواز وعدم جواز میں شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ اور اس قبضہ کا کچھ اعتبار ہی یا نہیں

الجواب۔ فی الدر المختار کتاب الماذون فی احکام الصبی وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیۃ ثم بعدہم جدہ الصحیح وان علا ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی

در عدم جواز بیع [illegible] صغار

والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی ثم القاضی او وصیہ دون الام او وصیہا فی رد المحتار تحت قولہ و ولیہ ابوہ ای الصبی وفی الہندیۃ والمعتوہ الذی یعقل البیع یاذن لہ الاب والوصی والجد دون الاخ والعم وحکمہ حکم الصبی وفی الدر المختار فصل احکام الفضولی کل تصرف صدر منہ ولہ مجیز حال وقوعہ العقد موقوفا ومالا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا فی رد المحتار عقد عقدا مما لو فعلہ ولیہ فی صباہ لم یجز علیہ فہذہ کلہا باطلۃ وان اجازہ الصبی بعد بلوغہ لم تجز لانہ لا مجیز لہا وقت العقد فلم تتوقف علی اجازۃ۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ام اور عم ولی فی المال نہیں ہیں اسلئے یہ تصرف فضولی کا ہے اور چونکہ اس کا کوئی مجیز فی الحال نہ تھا لہذا وہ باطل ہوا پس بعد بلوغ کے بیع اول کا جائز رکھنا معتبر نہیں پس وہ مکان مبیع سابق بدستور زید کا ہے اور زید پر واجب ہے کہ زرثمن واپس کردے البتہ اگر اب بتراضی بیع کریں تو جس مقدار سے بیع کریں گے صحیح ہوجاوے گی۔ واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ ماں کو اپنی اولاد صغار کی جائداد صحرائی و سکنائی بخوف تلف یا تنگی اخراجات کی وجہ سے کہ سوائے اس جائداد کے کوئی ذریعہ انکے نان و نفقہ کا نہیں ہے فروخت کردینا اس جائداد کا اور اس کی قیمت کا صرف کرنا انکے ضروریات نان و نفقہ میں جائز ہے یا نہیں

جواب۔ فی الدر المختار مع رد المحتار باب الوصی وجاز بیعہ (ای الوصی) عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا قلت وہذا لو البائع وصیا لا من قبل ام اواخ فانہما (ای الام والاخ) لا یملکان بیع العقار مطلقا ولا شراء غیر طعام وکسوۃ ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال فی رد المحتار قولہ مطلقا ای ولو فی ہذہ المستثنیات واذا احتاج الحال لبیعہ یرفع الامر الی القاضی ط جلد ۵ صفحہ ۶۹۷ اس روایت سے ثابت ہوا کہ ماں کا بیع کرنا جائداد صغیر کو فی نفسہ جائز نہیں بلکہ حاجت کے وقت حاکم مسلم کی طرف رجوع کیا جاوے اور حاکم مسلم کے نہونے کے وقت کے متعلق جزئی نظر سے نہیں گذری لیکن چونکہ حاجت متحقق ہے اور حرج مدفوع ہے لہذا بضرورت جائز معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں باب کہ ایک بیوہ مسلمان کل ترکہ جدی شوہر متوفی اپنے کو باوجود موجودگی چند اشخاص ورثاء متوفی رہن یا بیع کرسکتی ہے یا نہیں اگر کوئی ایسی بیوہ مثل جائداد مذکور کو

عدم جواز اجازت ام و عم عقد نابالغ

بیع ام جائداد نابالغ بضرورت

بیع یا رہن کردیوے تو وہ باطل سمجھی جاوے گی یا صحیح ۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ اس بیع یا رہن مین جسقدر حصہ شرکاء دوسرے ورثہ کا ہے اور وہ ورثہ اس بیع و رہن سے رضامند نہیں ہین اُن دوسرون کے حصہ مین تو بیع و رہن بالکل باطل ہے اور جتنا اس بیوہ کا شرعی حصہ ہے اُس کا حکم یہ ہے کہ رہن تو باطل ہوا اور بیع ہوجاوے گی پس خلاصہ یہ ہوا کہ یہ رہن تو بالکل ناجائز ہوا اور بیع اپنے حصے کی ہوگئی غیرون کے حصے کی نہین ہوئی البتہ اگر جائداد منقسم ہوتی تو رہن بھی اپنے حصہ کا درست ہوجاتا ۔ فی الدر المختار بخلاف من ضم الی مدبر ونحوہ فانہ یصح اوقن غیرہ اہ وفیہ و قبضہ المرتہن محوزا ممیزا الا مشاعا اہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۔ ۰ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال ۔ خلوا ہدی ملک من اہل الحرب الی مسلم ہدیۃ من احرارہم ملکہ الا اذا کان قرابۃ لہ ولو دخل دارہم مسلم بامان ثم اشتری من احدہم ابنہ ثم اخرجہ الی دارنا قہرا ملکہ واکثر المشائخ علی انہ لا یملکہم فی دارہم وہو الصحیح وعن محمد انہ یملکہ حتی لا یجبر علی الرد وعن ابی یوسف یجبر وقال الکرخی ان کانوا یرون جواز البیع فالبیع جائز والا فلا کما فی المحیط وفیہ اشعار بان الکفار فی دارہم احرار ولیس کذلک فانہم ارقاء فیہا وان لم یکن ملک لاحد علیہم علی ما فی عتاق المستصفی وغیرہ آہ جامع الرموز نولکشوری ص ۴۲۶ ۔ تنبیہ فی النہر عن بغیۃ المفتی اذا باع الحربی ہناک ولدہ من مسلم عن الامام انہ لا یجوز ولا یجبر علی الرد وعن ابی یوسف رح انہ یجبر اذا خاصم الحربی ولو دخل دارنا بامان مع ولدہ فباع الولد لا یجوز فی الروایات آہ ای لان فی اجازۃ بیع الولد نقض الامانہ کما فی ط عن الولو الجیۃ اہ شامی مجتبائی جلد ۳ صفحہ ۳۴۳ وفی المحیط مسلم دخل دار الحرب بامان فجاء رجل من اہل الحرب بامہ او بام ولدہ او بعمتہ او بخالتہ قد قہرہا یبیعہا من المسلم المستامن لا یشتریہا منہ لان الحربی ان ملکہا بالقہر فقد صارت حرۃ فاذا باعہا فقد باع الحرۃ ولو قہر حربی بعض احرارہم ثم جاء بہم الی المسلم المستامن فباعہم منہ ینظر ان کان الحکم عندہم ان من قہر منہم صاحبہ فقد صار ملکہ جاز الشراء لانہ باع المملوک وان لم یملکہ لا یجوز لانہ باع الحر اہ بحر الرائق ج ۵ ص ۱۰۶

جامع الرموز اور شامی کی عبارت سے واضح ہے کہ بیع صحیح ہوجاتی ہے یا کہ رد کرنا واجب نہیں ہے البتہ احراز بدار الاسلام کو بعض نے شرط لکھا ہے اسکی نسبت آنحضرت کی کیا رائے ہے بحر الرائق کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز نہیں کیونکہ اگر قہر سے مالک بھی ہوگیا تو ذی رحم محرم کی وجہ سے آزاد ہوجاوے گا اس لیے بیع حر ہے لیکن یہ عجیب ہے اسلیے کہ فروع مین کفار حربی مخاطب نہیں پس ذی رحم

محرم کے مالک ہونے سے وہ آزاد کیسے ہو جاویگا و لو فرضنا آزاد ہو گیا تو پھر مسلمان کے قبض سے ملک ہو جانا چاہیئے غایۃ مافی الباب بیع صحیح نہو غرض کہ کچھ پوری تشفی نہین ہوتی۔

الجواب ۔ بتامل سے معلوم ہوتا ہے کہ روایات مین تعارض نہین البتہ اجمال اور ایک مین ایک قید کا دوسری مین دوسری قید کا اہمال ہے اور مجموعہ کے اعتبار سے مقصود متحد ہے جامع الرموز مین جو استثنا کیا ہے الا اذا کان قرابۃ لہ اسمین لہ کی ضمیر ملک کی طرف معلوم ہوتی ہے اور یہ استثنا مبنی اسی پر ہے کہ قرابت محرمیۃ موجب عتق ہے لیکن اس مین قید یہ ہو گی کہ جب اہل حرب کا یہ مذہب ہو کہ کوئی شخص اپنے ذی قرابت کا مالک نہین ہوتا جیسا کہ کرخی کے قول مین اور بحر کی آخر عبارت مین تصریح ہے اور یہ شبہ کہ استیلاء مسلم تو اسپر پایا گیا بایں وجہ مدفوع ہے کہ یہ استیلاء دارالاسلام مین حاصل ہوا ہے اور بطور قہر نہین ہوا البتہ دارالحرب مین اگر ہوتا یا دارالاسلام مین قہراً ہوتا موجب ملک ہو سکتا تھا اور شامی کی عبارت مین جو لایجوز کہا ہے اسمین بھی وہی قید معلوم ہوتی ہے کہ جب وہ اہل حرب اس بیع کو جائز نہ سمجھتے ہون اور غالباً ان قائلین کو اپنے زمانہ کی حربیین کا خیال ثابت ہو گیا ہوگا اور لایجبر کی وجہ یہ ہے کہ یہان استیلاء مسلم کا دارالحرب مین ہوا ہی جو کہ موجب ملک ہے اور بحر مین جو لایشتریہا اور باع الحرۃ کہا ہے وہ بھی مقید اسی قید مذکور کے ساتھ ہے اور اس مین نفی مطلق ملک کی نہین بلکہ قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بوجہ قبض کے مالک ہو جاوے گا لیکن چونکہ مستامن کا ایسا فعل کہ جسکو وہ لوگ اسکے لیئے ناجائز سمجھتے ہون اور اسنے ایسے امور کا التزام بدلالت حال کر لیا ہے یہ فعل غدر ہے اس لیئے لایشتریہا کہتے ہین اور فروع کا مخاطب نہونا ہماری طرف سے ہوگا نہ یہ کہ خود انکے معتقدات بھی اُنپر حجت نہون اور یہ کہ احراز بدارالاسلام شرط ہے یا نہین ظاہراً قواعد سے اشتراط راجح معلوم ہوتا ہے جیسا غنائم کے احکام سے مفہوم ہوتا ہے امید ہے کہ جمیع اشکالات رفع ہو گئے ہون اور اگر کچھ باقی ہو تو اعادہ فرمایئے واللہ اعلم اس تحریر سے فتوے مقصود نہین کیونکہ وہ محتاج نقل ہے بلکہ توجیہ عبارات مقصود ہے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

سوال ۔ مورث نے قرضخواہ مہاجن سے محفوظ رکھنے کے خیال سے اپنی زوجہ کے نام اپنی جائداد کا بیعنامہ لکھدیا اُس مین حرصہ گذر گیا بعد انتقال اُس شوہر اور زوجہ کے بوجہ نہونے اولاد پسری

سنہ ابکا پیچ از بعض حضرات حفظنا ندبا نام مشتہر کردہ شود

کے بجائے اُس زوجہ کے بندوبست مین نام دخترون کا باانتظام سرکار بلا تحریک دختران کے چڑھا اور عرصہ دراز تک اُس جائداد کا حاصل اُن دختران کے بنی عم وصول کرکے اُنکو دیتے رہے وہ اپنے صرف مین لاتی رہین اب تخمیناً دس سال کے بعد بعض بنی عم خواہشمند اس امر کے ہوئے کہ اُس جائداد سے ہم کو حصہ ملنا چاہیئے مقصود یہ ہے کہ یہ بیعنامہ جو اس مصلحت سے اُس شخص نے اپنی زوجہ کے نام کیا اور عرصہ تک اُسی کے نام رہا شوہر زوجہ کے روبرو انتقال کرگیا تھا اُسکی دختران کے نام جائداد منتقل ہوئی اور عرصہ تک وہی اُس سے نفع اُٹھاتی رہین تو اب بنی عم کو کچھ ملے گا یا نہین اور یہ کل معاملہ درست رہا یا نہین۔

الجواب۔ یہ بیع ہزل ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر متعاقدین اُسکے ہزل ہونے پر متفق ہون تب تو وہ مبیع بائع کی ملک سمجھی جاویگی اور اُسکی وفات کے بعد اُس کے سب ورثہ پر تقسیم ہوگی اور اگر متعاقدین متفق نہون مثلاً جسکے نام بیع ہے وہ یا اُسکے مرنے کے بعد اُسکے ورثہ اُسکی بیع حقیقی ہونے کے مدعی ہون تو وہ بیع صحیح نافذ سمجھی جاویگی اور جسکے نام بیع ہوئی ہے اُسکی ملک سمجھی جاویگی اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکے ورثہ کو ملے گی پس صورت مسئولہ مین اگر زوجہ کے ورثہ بشرطیکہ بالغین ہون تسلیم کرلین کہ یہ بیع فرضی تھی تب تو شوہر کے انتقال کے بعد زوجہ اور دختران کے ساتھ ان دخترون کے بنی عم بھی بقدر حصص شرعیہ کے وارث ہونگے اور اگر زوجہ کے ورثہ اس کو تسلیم نہ کرین بلکہ اُسکو بیع واقعی کہتے ہون تو ان بنی عم کو میراث نہ ملیگی بلکہ صرف زوجہ کے ورثہ مین کل جائداد تقسیم ہوگی فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ۔

سوال۔ اس طرف یہ رواج ہے کہ لوگ کپڑا دو طریقے سے خریدتے ہین ایک یہ کہ اُسکی قیمت مین نقد روپیہ دیتے ہین دوم یہ کہ روپیہ بھی دیتے ہین اور سوت بھی بازار کے نرخ سے ذرا زیادہ قیمت کے حساب سے دیتے ہین تو جس صورت مین کہ صرف روپیہ دیتے ہین تو ایک تھان مثلاً چودہ آنہ کو لیتے ہین اور اگر روپیہ وسوت دونون دیتے ہین تو ساڑھے چودہ آنہ کو لیتے ہین تو کیا حکم ہے پس جس شخص نے کہ کپڑا روپیہ وسوت دونون دیکر خریدا ہے اُس سے اگر کوئی کپڑا نی تھان مثلاً ایک آنہ منافع دیکر خریدے تو وہ منافع چودہ آنے پر لیگا یا ساڑھے چودہ آنہ پر اور اصل قیمت کون معتبر ہوگی۔

(۱) تتمہ اولیٰ [illegible]

الجواب - یہ بیع مرابحہ ہے یہ اسیوقت صحیح ہے جب تمام ثمن نقد یا مثلی ہو اور دوسرا مشتری وہی دیتا ہو پس جس صورت مین کچھ نقد اور کچھ سوت کی عوض تھان لیا ہے اور دوسرا مشتری سب نقد دیتا ہے نفع پر بیچنا درست نہین - فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۵ محرم سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال - ایک امر یہ بھی قابل تحقیق ہے کہ فقہا اکثر مسائل مین مثل استصناع وغیرہ لکھا کرتے ہین کہ تعامل کا اعتبار ہے تعامل سے کیا مراد ہے اور کس زمانہ کا تعامل معتبر ہے بعض بعض جزئیین ایسی ہین جو صحابہؓ تابعین کے زمانہ مین موجود نہ تھین ان مین تعامل کا اعتبار ہو سکتا ہے یا نہین جیسے مطبع کہ کتاب چھپوانے مین استصناع کا اعتبار کیا جا سکتا ہے یا نہین -

الجواب - قال فی نور الانوار و تعامل الناس ملحق بالاجماع وفیہ ثم اجماع من بعدہم ای بعد الصحابۃ من اہل کل عصر اس سے معلوم ہوا کہ تعامل بھی مثل اجماع کسی عصر کے ساتھ خاص نہین البتہ جو اجماع کا رکن ہے وہی اس مین بھی ہونا ضرور ہے یعنی اس وقت کے علماء اس پر نکیر نہ رکھتے ہون اسی طرح فقہاء نے بہت سے نئے جزئیات کے جواز پر تعامل سے احتجاج کیا ہے - کما فی الہدایۃ فی البیع الفاسد ومن اشتری نعلا علی ان یحذوہ البائع الی قولہ یجوز للتعامل فیہ فصار کصبغ الثوب وللتعامل جوزنا الاستصناع وفیہا فی السلم ان استصنع الی قولہ للاجماع الثابت بالتعامل آہ پس اس بناء پر کتاب چھپوانا استصناع مین داخل ہوگا - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم - ۲۶ محرم سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال - صفائی معاملات مین ایک مسئلہ مرقوم ہے وہ یہ ہے کہ تالاب یا دریا ماہی گیرون کو دیدیا جاتا ہے اور دوسرون کو اس تالاب سے مچھلی پکڑنے نہین دیتا یہ بیع باطل ہے وفیہ بعد سطرین بلکہ سبکو مچھلیان پکڑنے کا شرعاً حق حاصل ہے ازین مسئلہ زید می گوید کہ بدون اطلاع مالک تالاب خفیہ اگر تالاب سے مچھلیان پکڑ لاوے تو کچھ گناہ نہین ہوگا کیونکہ شرعاً اسمین سب کا حق ہے تو حضرت یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہین -

الجواب - زید کا قول صحیح ہے اور خفیہ مچھلی پکڑنا تالاب سے درست ہے لیکن اگر مالک تالاب نے مچھلیان کہین سے لاکر اپنے ہاتھ سے چھوڑی ہون تو وہ مچھلیون کا مالک ہوگا اور پھر خفیہ پکڑنا درست نہین لیکن بیع کرنا بدون پکڑے ہوئے پھر بھی درست نہین واللہ تعالےٰ اعلم ۱۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال - بعد سلام مسنون التماس ہے کہ ایک شخص فوت ہوا چند وارث چھوڑے منجملہ کل وارثون کے

ایک وارث نے حال متروکہ کہ زمین اور باغ اور مکان وغیرہ ہے قبضہ کے قبل اپنا حصہ بیع دوسرے شخص کے ہاتھ کر دیا مشتری اور وارثان قابض نے بابت شے مبیع علحدہ علحدہ فتوی طلب کیا ہے اول دونوں فتاوے کا نقل علحدہ علحدہ ترسیل خدمت واسطے تصدیق کے ہے خادمانہ رست لبستہ عرض ہے کہ جواب سے جلد سرفراز کیا جائے کہ رفع تردد ہو (نقل استفتاء وارثان قابض مع فتوی) کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ جو شے کسی کے قبضہ مین نہو اُس کو وہ بیع کرے

الجواب حرام ہے نہین جائز ہے بیع جیسا کہ مشکوۃ کی کتاب البیوع باب المنہی عنہا من البیوع مین ہے وعن حکیم بن حزامؓ قال نہانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابیع مالیس عندی رواہ الترمذی وعن ابن عباس رض قال اما الذی نہی عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہو الطعام ان یباع حتی ان یقبض قال ابن عباس فلا احسب کل شئ الا مثلہ فقط کتبہ عبد اللہ مدرس مدرسہ احمدیہ آرہ

(نقل استفتاء مشتری) کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک مورث چند وارثان کو چھوڑ کر بقضائے آلہی قضا کر گیا ترکہ پر اُسکے منجملہ وارثون کے ایک وارث کا قبضہ نہین ہوا اور کل ترکہ مورث دوسرے وارثون کے قبضہ مین رہا جس وارث کا قبضہ ترکہ مورث پر نہین ہوا اُس نے اپنا حصہ غیر مقبوضہ کسی کو بیع لکھدیا ایسی صورت مین بیع جائز ہوئی یا نہین ترکہ مورث جو چھوڑ گیا وہ صرف زمین کاشت اور مکان اور درخت وغیرہ ہے (ہو المصوب) قبل قبضہ کے بیع غیر منقول کا صحیح ہے بشرط عدم خوف ہلاکت کے کمافی الدر المختار صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مصر جلد رابع علی حاشیتہ رد المختار صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ وفی رد المختار قولہ من بائعہ متعلق بقبض لا بیع ایضا در مختار کے اُسی صفحہ مین ہے فلا یصح بیع منقول قبل قبضہ۔ عالمگیریہ کی جلد ثالث صفحہ ۱۰ مین ہے من حکم المبیع اذا کان منقولا ان لا یجوز بیعہ قبل قبضہ وایضا فی الہدایۃ صفحہ ۷ مطبوعہ لکھنؤ یجوز بیع العقار قبل القبض عند ابی حنیفۃ رح وابی یوسف رح الخ مذکورہ بالا کتب مفتی بہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع مثل زمین مکان وغیرہ جو غیر منقول ہے قبل قبضہ کے جائز ہے جبکہ ہلاک ہو جانے کا خوف نہووے۔ کتبہ محمد عمر

اس جواب سے کما حقہ تشفی نہین ہوتی کیونکہ اس مین یہ عبارت ہے (جبکہ ہلاک ہو جانے کا خوف نہووے) اسکا مطلب نہین معلوم ہوا کہ کیونکر ہلاک کا خوف ہے اور کس طرح نہین ہے فقط مکرر عرض آنکہ اس مسئلہ کے حل کرنے کی بابت بہشتی زیور کا پانچوان حصہ دیکھا گیا اُس مین دربیان بیع باطل وفاسد

یہ مسئلہ ہے۔ (مسئلہ) زمین اور گاؤن اور مکان وغیرہ کے علاوہ جتنی چیزین ہین اُنکے خریدنے کے
بعد جب تک قبضہ نکرے تب تک بیچنا درست نہین۔ اس سے وراثت کی شے غیر مقبوضہ منقول خواہ
غیر منقول کا بیچنا جائز ونا درست ہونا معلوم نہوا۔ امید کہ جواب سے مع حوالات کتب فقہ خواہ حدیث
کے سرفراز فرمایا جاوے۔

الجواب۔ صورت مسئولہ مین بیع عقار ہی جو میراث مین بائع کو پہونچی ہے اور یہ جو علما مین اختلاف ہے
کہ قبل قبض بیع اُس شے کی جائز ہے یا نہین جسمین امام محمد رحمہ مطلقًا ناجائز کہتے ہین اور امام ابوحنیفہ رح و
ابویوسف رح منقول مین ناجائز کہتے ہین اور عقار مین جائز بشرطیکہ اسمین ہلاک کا خوف نہو اور خوف
یہ کہ مثلاً وہ مبیع مکان کا بالائی درجہ ہی جب کہ درجۂ زیرین نہ بیچا جاوے پس اگر درجۂ زیرین گر جاوے
تو درجۂ بالائی بالکل ایسا ضائع ہوگا کہ پھر مالک اُسکے بنانے پر قادر نہین ہوگا یا وہ مکان یا زمین کسی
دریا کے کنارہ پر ہی کہ اُس مین دریا برد ہونے کا احتمال ہے یا کوئی ایسا موقع ہے کہ جہان ریگ مین
دب جانے کا احتمال غالب ہی کما فی الدر المختار ورد المحتار الجلد الرابع فصل التصرف فی المبیع والثمن
تو یہ سب اختلاف اُس شے کی بیع مین ہے جو کسی عقد مین عوض قرار دی گئی ہو جیسا اس ضابطہ سے
معلوم ہوتا ہے کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فجائز عینی
کذا فی الدر المختار الجلد المذکور الفصل المذکور اور خود فتوی ثانی مین جو روایات منقول ہین اُن مین بھی
تصریح ہے کہ مقصود بیان کرنا ہے حکم بیع ما ملکہ بالبیع قبل القبض کا اور صورت مسئولہ مین مبیع
کسی عقد سے ملک مین نہین آئی بلکہ میراث سے ملک مین آئی ہے جسمین انفساخ کا احتمال ہی
نہین پس ایسی شے محل اختلاف علما رہی ہے نہین بلکہ ائمہ موصوفین کے نزدیک بالاجماع مطلقًا
اس مین یہ بیع درست ہی خواہ مبیع منقول ہو یا غیر منقول لہذا بلا خلاف امام محمد رح کے یہ بیع جائز ہوگی
اما الحدیث المنقول فی الفتوی الاولی فہو ایضًا محمول علی ما ذکرنا یفسرہ ما اخرجہ النسائی فی سننہ
الکبری (کما فی تخریج الزیلعی) عن حکیم بن حزام رض قال قلت یا رسول اللہ ان رجلا ابتاع ہذہ البیوع
وابیعہا فما یحل لی منہا وما یحرم قال لا تبیعن شیئا حتی تقبضہ واما تایدہ بالمعقول فلان علة ہذا النہی کما
فی الہدایہ غرر انفساخ العقد علی اعتبار الہلاک لانہ اذا ہلک قبل القبض ینفسخ البیع وعاد الی قدیم ملک
البائع فیکون المشتری بائعا ملک غیرہ الخ کذا فی الکفایۃ والحدیث الذی فیہ النہی عن بیع ما لم یقبض

معلول بہ علماء بدلائل الجواز کما فی الہدایۃ باب المرابحۃ والتولیۃ وظاہران ہذا الغرر منتف فی المملوک بحکم الارث لعدم احتمال الانفساخ فیہ کما ہو ظاہر فلا یشملہ الحدیث ولا قول محمدؒ فافہم وتامل۔ خلاصہ جواب یہ کہ اگر یہ مبیع اشیاء منقولہ بھی ہوتین تب بھی بیع جائز ہوتی اور غیر منقول مین بھی ہر صورت مین جائز ہوتی تو یہان بدرجہ اولے بلاشبہہ بیع درست ہوگئی البتہ اگر یہ بیع ایسے شخص کے قبضہ مین ہے کہ نہ بائع اوس سے بدون نالش کے لے سکتا ہے اور نہ مشتری بدون نالش کے لے سکتا ہے تو بوجہ غیر مقدور التسلیم ہونے کے بیع جائز نہوگی علی الاختلاف مین کو نہ فاسد اور باطلا کما فی الدر المختار ورد المحتار ص ۳۳ و ۴۷ امن جلد الرابع۔ ۲۴ شعبان ۱۳۲۴ھ

سوال۔ ایک شخص نے اپنی جائداد مقبوضہ غیر منقولہ کے شامل اوس جائداد غیر مقبوضہ غیر منقولہ (جو مکان وزمین کاشت ہے) کو بھی بیع کردیا جو بعد ممات مورث کے بائع کے قبضہ مین وراثۃ آئی بلکہ ہنوز دوسرے یکے از وارثان کے قبضہ وتصرف مین ہی اور زرنش اوس کا اس طور سے ہوا کہ جو جائداد مقبوضہ بیع ہوئی اوس کا زرثمن تو ایک مقدار مین مشتری سے بائع نے وصول پایا مگر جائداد غیر مقبوضہ جو شامل اوسکے بیع کیگئی ہے اوسکے زرثمن کی نسبت فیما بین بائع ومشتری یہ معاہدہ قرار پایا کہ اوس دخل وقبضہ کرنے مین مشتری قبل از بیع جو کچھ خرچ کرچکا ہے اور پھر بعد تکمیل بیع خرچ کریگا وہ سب مجرا دیکر جو کچھ زرثمن مین سے باقی رہیگا اوس مین سے صرف نصف حصہ بائع کو مشتری ادا کریگا اور نصف حصہ مشتری ہضم کرے گا اور اگر مشتری قبضہ دخل مین ناکامیاب رہا تو اوس صورت مین مشتری بائع کو کچھ اوس زرثمن مین سے نہین دے گا اور جو کچھ مشتری قبضہ کرنے مین جائداد مذکور کے خرچ کرچکا ہے اوسکی زربار ی صرف مشتری کے ذمہ رہے گی بائع سے اوس کا مطالبہ نہین ہوگا ایسا ہی شرط کی وجہ سے ہنوز تقابض البدلین نہین ہوا ہے یعنے مشتری کو بیعنامہ نہین ملا پس ایسی شرطیہ بیع جائز ہے یا ناجائز اور مشتری کو دعوی کرنے کا حق ہے یا نہین اور یہ سب جائداد ہے مکان وزمین کاشت ہے اور رہ تکراری شے مبیعہ جو یکے از وارثان کے قبضہ مین ہے ہنوز غیر منقسم ہے۔

حاشیہ: بیع غیر مقبوضہ غیر مقدور التسلیم

الجواب۔ فی الہدایۃ وکذا لوارسلہ (ای الطیر) من یدہ لانہ غیر مقدور التسلیم وفیہا ومن جمع بین حر وعبد او شاۃ ذکیۃ ومیتۃ بطل البیع فیہما ومن جمع بین عبد ومدبر او بین عبدہ وعبد غیرہ صح البیع

بحصتہ من الثمن وفیہا کل شرط لایقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ وہو من اہل الاستحقاق یفسدہ وفیہا بخلاف ما اذا لم یسم ثمن کل واحد لانہ مجہول- اِن روایات سے یہ امور ثابت ہوئے ۱؎ اول عبارت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جائداد غیر مقبوضہ کا اُس وارث قابض کے ہاتھ سے چھڑانا امر مشکوک ہے پس اگر ایسا ہے تو بوجہ غیر مقدور التسلیم ہونے کے اُسکی بیع صحیح نہین ہوئی ۲؎ جو جائداد مقبوضہ بیع کی گئی ہے اُسکی بیع درست ہوگئی ۳؎ جائداد غیر مقبوض اگر مقدور التسلیم بھی ہو تب بھی بوجہ غیر متعین ہونے ثمن کے اسکی بیع درست نہین ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ جائداد مقبوضہ کی بیع درست ہوگئی اور غیر مقبوضہ کی بیع دو وجہ سے درست نہین ہوئی بوجہ عدم قدرت علی التسلیم اور عدم تعیین ثمن واللہ اعلم ۳ر صفر ۱۳۲۵ھ

سوال- نذر بغیر اللہ یعنی جو کنسی تھان یا کسی نشان اور جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہو اور چڑھانے والے ہندو ہین اگر کوئی مسلمان اُس کو خریدنا چاہے تو جائز ہے یا نہین-

الجواب- اس اہلال بغیر اللہ سے اسمین حرمت مثل میتۃ کے آگئی پس جس طرح میتۃ کا خریدنا ہنود سے جائز نہین اسی طرح اس کا بھی- واللہ اعلم ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال- کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مبادلۃ الربیہ بالفلوس باین طور کہ احد المتعاقدین نے روپیہ بالفعل دیا اور آخر نے روپیہ کے کچھ پیسے بالفعل دیئے اور کچھ پیسے اُدھار رکھے جائز ہے یا نہین-

الجواب- یہ مسائل مصرح و مسلم ہین ۱؎ بیع معدوم باطل ہے بجز سلم کے ۲؎ سلم کے شرائط مین سے ایک شرط یہ ہی کہ اقل مدت اس مین تسلیم مسلم فیہ کے لئے ایک ماہ ہونا چاہیئے اور مسلم فیہ بالفعل نہ دیا جاوے ۳؎ قدر و جنس مین سے اگر دو چیزین ایک وصف مین بھی متحد ہون تو تفاضل جائز اور نسیہ حرام ہے ۴؎ جو مباح ذریعہ غیر مباح کا بنے ناجائز ہے- ۵؎ قرض مین مطالبہ مثل کا استحقاق ہوتا ہے اب مبادلہ مسئولہ مین کئی صورتین ہین ایک یہ کہ روپیہ قرض دیا گیا اور یہ شرط بھی کی کہ اسکے عوض مین اتنے پیسے لینگے یہ ناجائز ہے خواہ پیسے کم ہون یا زیادہ حسب مسئلہ ۵؎ دوسرے یہ کہ قرض نہین دیا گیا بلکہ مبادلہ مقصود ہے اور دوسرے شخص کے پاس پیسے موجود نہین ہین یہ بھی ناجائز ہے خواہ پیسے کم ہون یا زیادہ حسب مسئلہ ۱؎ تیسرے یہ کہ پیسے موجود تھین مگر اسوقت کسی وجہ سے آئے نہین پس اگر تانبے کا ثمن نہ ہونے کا لحاظ کیا جاوے تو روپیہ اور پیسے متحد القدر نہونگے ان مین نسیہ جائز

نہین خواہ پیسے کم ہون یا زیادہ حسب مسئلہ ۲۳ اور اگر اسکے وزنی ہونے کا اعتبار نہ کیا جاوے خواہ اس وجہ سے کہ اصطلاحاً یہ معدود ہے خواہ اسوجہ سے کہ اسکے وزن کے باٹ چاندی تولنے کے باٹ سے مختلف ہین تو یہ مبادلہ جائز ہے کما اختلف الشیخان ومحمد چوتھے یہ کہ مبادلہ سلم مقصود ہی لیکن کچھ پیسے اسوقت لے لیے یا ایک ماہ سے کم مدت مقرر ہوئی یا کچھ مدت مقرر نہیں ہوئی تب بھی ناجائز ہے حسب مسئلہ ۲ پانچوین یہ کہ دونون طرف معقود علیہ موجود ہون اور اُسکے وزنی ہونے کا لحاظ نہ کیا جاوے لیکن زیادہ لینے مین فتح باب ربوا کا اندیشہ ہو تب بھی ناجائز ہے حسب مسئلہ ۲ چھٹے یہ کہ صورت سلم مین اندیشہ ربوا کا نہو تب جائز ہے لعدم المحاظر واللہ اعلم ۴ جمادی الاولی ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ایک ہندو کے دو بسوہ مسمی غلام جیلانی خان کے پاس پچاس سال کے واسطے رہن دخلی تھے مسے زید نے اُسی ہندو سے اُن بسوون کا بیعنامہ لکھا لیا اور غلام جیلانی خان کے روپیہ کی دہانید کرالی اور اس خیال سے کہ شریعت محمدیہ مین شے مرہون سے نفع اُٹھانا ناجائز ہے غلام جیلانی خان کو آمادہ کرکے اقرار نامہ لکھا لیا کہ از روئے شریعت کے پنچ جو فیصلہ کر دینگے فریقین کو قبول و منظور ہوگا زید نے بعد اسکے عدالت سے یہ فیصلہ بھی حاصل کر لیا کہ مشتری یعنی زید بحیثیت مالک ہونے کے اور غلام جیلانی خان بحیثیت مرتہن ہونے کے تحصیل وصول کر سکتے ہین اور جبکہ زید تحصیل وصول کرے تو غلام جیلانی خان از روئے کاغذات پٹواری زید سے کل آمدنی سال بسال لے لیا کرین فریقین مین اسکی بابت مدت تک نزاع رہا پھر زید نے عمرو سے کچھ معاملہ تجارت کا کیا اسکی بابت زید کے ذمہ کچھ روپیہ عمرو کا ہوگیا اُسکے ادائی زید کو دشوار ہوئی اسلیے انھین دو بسوہ کا بیعنامہ زید نے عمرو کے نام کر دیا اور وعدہ کیا کہ دو بسوہ کی تحصیل وصول کرکے مین تم کو ادا کر دیا کرونگا اتفاق سے غلام جیلانی کا غصہ ہوا اور زید کو تحصیل وصول دشوار ہوئی عمرو نے زید سے کہا کہ ہمارا روپیہ تو بالکل معرض تلف مین آیا چاہتا ہے اسلیے ہمارے روپیہ کی کچھ سبیل ہونا چاہیے زید نے عمرو کے روپیہ کا یہ انتظام کیا کہ ایک دوسرے کھیت کا عمرو کے نام بیعنامہ کر دیا یہ کھیت دو بسوون سے علیحدہ ہے اور یہ اقرار کیا کہ مبلغ ایک سو باسٹھ روپیہ جو فاضل رہتے ہین ان کو مین ادا کرونگا اس کھیت کے بیعنامہ کے وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کھیت ایک کالستھ کے پاس ایک روپیہ ماہواری سود پر رہن ہی چنانچہ یہ روپیہ کالستھ کا مع سود کے عمرو کو پڑا اب یہ ارشاد ہو کہ یہ تینون بیعنامے

ف - نفع مرہون برضاء مرتہن

از روی شریعت محمدیہ جائز ہوئے یا نہیں فقط۔

الجواب۔ بیع اول جو کہ درمیان ہندو اور زید کے ہوئی ہے وہ بحالت مرہون ہونے اُس زمین کے ہوئی ہے اور چونکہ غلام جیلانی مرتہن اُس بیع پر رضامند ہے لہذا وہ بیع صحیح اور نافذ ہوگی وہو الشرط فی صحۃ بیع المرہون اور زر رہن غلام جیلانی کا بذمہ ہندو کے چاہیئے اور زر ثمن ہندو کا بذمہ زید چاہیئے اور زید نے جو زر رہن کا دینا اپنے ذمہ رکھ لیا یہ حوالہ ہے اور چونکہ زید اور غلام جیلانی و ہندو سب اس حوالہ پر راضی ہیں لہذا یہ حوالہ بھی صحیح ہوگیا وہو الشرط فی صحۃ الحوالۃ اور غلام جیلانی نے جو کچھ روپیہ اُس رہن سے وصول کیا ہے اُس کا حکم چونکہ پوچھا نہیں گیا لہذا قلم انداز کیا جاتا ہے اور چونکہ اس بیع پر رضا المرتہن سے رہن ٹوٹ چکا ہے لہذا غلام جیلانی مرتہن نہیں رہا لہذا یہ فیصلہ عدالت کا شرعاً جائز نہیں البتہ حوالہ کی وجہ سے غلام جیلانی زید سے اپنے زر رہن کا مطالبہ کر سکتا ہے اور جس طرح بن پڑے وصول کر سکتا ہے یہ کلام تھا بیع اول میں اور بیع ثانی جو کہ درمیان زید کے و عمرو کے ہوئی اُسکی صحت بالکل ظاہر ہے اور یہ وعدہ کہ بسوؤنکی تحصیل کرکے الخ محض لغو ہے بلکہ اگر یہ شرط داخل عقد ہوتی تو بیع کو فاسد کر دیتی مگر سوال میں یہ امر مجمل و مبہم رہ گیا کہ زید کے ذمہ جو روپیہ عمرو کا تھا ان دو بسوؤں کا بیعنامہ اُس روپیہ کے عوض میں برابر سرابر ہوا یا اُس سے زائد روپیہ کی عوض میں ٹھیرا یا اُس سے کم روپیہ کی عوض میں ٹھیرا برابری اور بیشی کی صورت میں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر کھیت کا بیعنامہ کرکے بیع اول کا اقالہ کیا گیا یا نہیں اور کمی کی صورت میں آیا وہ کمی اس کھیت کی بیع سے پوری ہوئی یا نہیں اگر ہوگئی تو فاضل روپیہ کے کیا معنے اس ابہام کے سبب بیع ثالث پر مفصل کلام نہیں ہو سکتا مجملاً اسقدر لکھا جاتا ہے اگر یہ کالیستھ اس بیع پر راضی تھا تو بیع صحیح ہوگئی اور رہن منسخ ہوگیا اور کالیستھ کا دین عمرو کے ذمہ نہیں تھا اور اگر یہ اس ادا میں مجبور تھا تو جس قدر روپیہ کالیستھ کو دیا ہے وہ زید سے وصول کر سکتا ہے واللہ اعلم ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ بعد سودا خریدنے کے جو بائع بچوں یا بڑوں کو کچھ دیتا ہے جس کو رونگا کہتے ہیں وہ مطلقاً جائز ہے یا بلا اجبار درست ہے۔

الجواب۔ یہ زیادۃ فی المبیع ہے اور حسب تصریح فقہاء مباح ہے بشرط تراضی فقط واللہ اعلم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

تتمہ خامسہ امداد اول

(۱) عدم جواز فضل منافع وکالۃ

سوال - چند بیو پاریون نے ایک بیو پاری کے پاس اپنا کچھ مال بھیجدیا اور لکھدیا کہ پانچ روپیہ من فروخت کر کے ہمارے پاس روپیہ بھیجدے بیو پاری مذکور نے مال مذکور چھ روپیہ من فروخت کر کے پانچ روپیہ کے حساب سے مالکون کے پاس روپیہ بھیجدیا اور روپیہ من جو زیادہ پڑا وہ خود رکھا اور اس امر کی مالکون کو خبر بھی ہوگئی اور وہ راضی ہوگئے کیونکہ اصل قیمت حسب دلخواہ ہمارے پاس آگئی اور اُسنے اپنا حق المحنت رکھا پس اس طور سے ہمیشہ کوئی کیا کرے یہ شرعًا درست ہے یا نہین

الجواب - یہ مال جو چھ روپیہ من کو فروخت ہوا ہے یہ سب روپیے مالکون کا حق ہے کیونکہ اُنکے مال کا بدل ہے اس مین سے بیو پاری مذکور کو فی من ایک روپیہ رکھنا جائز نہین ہان اگر مالکون کو خبر ہوجاوے اور وہ اُسے معاف کردین تو بعد معاف کردینے کے اُسکو حلال ہوجاوے گا اگر مالکون کو خبر نہوتی یا وہ معاف نہ کرتے تو اُس کو وہ روپیہ حرام رہتا قال اللہ تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم الآیۃ فقط ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۱ھ

(۲) حکم بیع اراضی بہ ہنود کہ بر آن بتخانہ سازند

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید ایک اراضی بضرورت حوائج خانہ داری و ادائے قرض وغیرہ ایک ہندو کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہے اور غالب ہے کہ ہندو مذکور اُسمین شوالہ وغیرہ بنائے ایسی صورت میں زید کو اراضی مزبور کا اُس ہندو کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو یا نہین

الجواب - جائز ہے ولا باس ببیع العصیر ممن یعلم انہ یتخذہ خمرا ومن آجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر بالسواد فلا باس بہ ہدایہ ج ۴ صفحہ ۴۵۶ واللہ اعلم ۱۴ رشعبان سنہ ۱۳۰۲ھ

(۳) حکم آنکہ مکان خریدہ بنام زوجہ نویسانید

سوال - زید نے اپنے زرپیہ سے مکان خریدا اور قبالہ مین نام اپنی زوجہ ہندہ کا کسی مصلحت سے بائع سے لکھوایا اور ایجاب وقبول مابین بائع اور زید مشتری کے ہوا اور اُس کاغذ کی رجسٹری بھی ہوگئی بعدہ ہندہ فوت ہوگئی اور مہر ہندہ معاف کرچکی تھی اس صورت مین مکان خرید شدہ زید کا ہی یا ورثہ ہندہ کا۔ مولوی راغب اللہ از پانی پت

الجواب - رکن بیع کا ایجاب وقبول ہے جن مین ایجاب وقبول واقع ہوا اُنکے ہی درمیان بیع متحقق ہوئی تو جب ایجاب وقبول زید نے کیا تو ملک اُسکی یقینًا ثابت ہوئی اب انتقال ملک بغیر کسی عقد صحیح معتبر تام کے نہین ہوگا تو صرف اس سے کہ کسی مصلحت سے بیوی کا نام درج کرادیا زید کی ملک زائل اور بیوی کی ملک ثابت نہین ہوگی تاوقتیکہ کوئی عقد صحیح معتبر مفید انتقال ملک

واقع نہوحالانکہ ہمیشہ تصرفات مالکانہ خود کرتا رہا اور اب بھی اپنے آپ کو مالک بتلاتا ہے پس اس مین ورثہ ہندہ کو کچھ دعوی نہین پہونچتا ہان اگر ہبہ صحیح یا اقرار صحیح گواہون سے ثابت کردین اُسوقت دعوے درست ہوگا (وبیع التلجیۃ وہو ان یظہر اعقدا وہما لا یریدانہ یلجا الیہ بخوف عدو ولیس ببیع فی الحقیقۃ بل کالہزل جلد ۴ صـ ۲۴۴) تو جب تلجیہ مین عاقد کے بے عقد صحیح نہین ہوتا تو غیر عاقد کے لیئے تو بدرجہ اولےٰ ثابت نہوگا واللہ اعلم فقط اللہم اعف عنی وعن جمیع المسلمین۔

کتاب الربوٰا

سوال۔ زید اور عمرو مین منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے مین گفتگو ہے۔ زید کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا جائز ہے اور جواز کی دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ ہر چیز مین اصل اباحۃ ہے عمرو کہتا ہے کہ چونکہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا کسی معاملہ شرعی کے تحت مین داخل نہین اس لیئے ناجائز ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ معاملہ شرعی کے تحت مین داخل ہے اور داخل ہونے کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی کسی حمال سے کام لے اور اجرۃ پیشگی دیدے تو جائز ہے عمرو کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے مین اور حمال سے کام لینے مین اور پیشگی اُجرۃ دینے مین فرق ہے پہلی صورت کو دوسری صورت پر قیاس کرنا صحیح نہین کیونکہ منی آرڈر مین تو شرط ہے کہ روپیہ پہنچانے کی اُجرۃ پیشگی لے لیجاوے اور حمال کو پیشگی اُجرۃ دینا شرط نہین بلکہ دینے والے کا احسان ہے اگر پیشگی اُجرت نہ دے تو حمال شرعًا یا عرفًا تقاضا نہین کر سکتا اور منی آرڈر تو اُس وقت تک روانہ ہی نہین ہو سکتا جب تک پیشگی اُجرۃ نہ دے اسکے علاوہ ناجائز ہونے کی وجہ عمرو ایک اور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمال پر قیاس کرنا اس وجہ سے بھی صحیح نہین کہ حمال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اُس کا امین ہو اگر حمال سے وہ بوجھ کھوجاوے تو تاوان نہ لیا جاویگا۔ جیسا امین سے نہین لیا جاتا اور منی آرڈر کا روپیہ اگر ڈاکخانہ والون کے پاس سے کھوجاوے تو اُسکا تاوان لیا جاتا ہے اور ڈاکخانہ سے گویا شرط ہے کہ اگر روپیہ کھوجاوے تو وہ تاوان دیگا اسکے علاوہ ناجائز ہونے کی وجہ ایک اور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمال پر قیاس کرنا اس وجہ سے بھی صحیح نہین کہ حمال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اُس کا امین ہے اور امین پر واجب ہے کہ جو چیز امانت مین دیجاوے

بعینہ وہی واپس کرے اور منی آرڈر مین سب جانتے ہین کہ وہی روپیہ بعینہ نہین ملتا بلکہ اسکی مثل
دوسرا روپیہ ملتا ہے۔ زید کہتا ہو کہ عموم بلوی و دفع حرج اور تعامل علماء و صلحاء کی وجہ سے بعض ناجائز
چیزین بھی جائز ہو جاتی ہین اور یہ تو مباح الاصل ہے یہ کیونکر نہ جائز ہوگا۔ مثلاً غلہ کی بالیون کو بیلون
سے پامال کراتے ہین اور بیل اُس مین بول و براز کرتے ہین اس کو سب جانتے ہین پھر عموم بلوی و دفع
حرج اور تعامل علماء و صلحاء یا تعامل خلائق کی وجہ سے اس کو سب حلال جانتے ہین اور اس غلہ کا سب
استعمال کرتے ہین اسی طرح اگر منی آرڈر بھی بالفرض ناجائز ہو تو جائز ہو جاوے گا۔ اب از روئے
شرع شریف اس گفتگو کا فیصلہ فرمائیے اور قول فیصل ارشاد فرمائیے تاکہ قلب کو تسکین ہو۔

الجواب - قاعدہ کلیہ ہے الاقتراض تقتضی بامثالھا اور منصوص ہو کہ قرض مین کمی بیشی کی شرط
ربوا ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ منی آرڈر کا روپیہ جو ڈاک خانہ مین داخل کیا جاتا ہے آیا وہ امانت ہو اور
اہل ڈاک اجیر یا قرض ہو اور اہل ڈاک مستقرض سو چونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ روپیہ بعینہ نہین بھیجا
جاتا اور نیز قانون ہو کہ اگر ڈاکخانہ سے وہ روپیہ اتفاقاً ضائع ہو جاوے تو اہل ڈاک اُس کا ضمان
دیتے ہین ان دونون امر سے معلوم ہوا کہ وہ امانت نہین بلکہ قرض ہے جو دوسری جگہہ ادا کیا جاتا ہی
پس فیس بھی جزو قرض ہوا اور مقام وصول پر چونکہ بوضع فیس ادا کیا جاتا ہے اس لیے قرض مین
کمی بیشی لازم آئی یہ وجہ اُسکے ممنوع ہونے کی ہو بلکہ اگر یہ فیس بھی نہو تب بھی حسب قاعدہ کلیہ کل
قرض جر نفعا فھو ربوا بوجہ منفعت سقوط خطر طریق کے داخل سفتجہ ہو کر مکروہ ہے فی الدر المختار
کتاب الحوالہ وکرھت السفتجۃ اور چونکہ یہ عقد اجارہ نہین ہو جیسا اوپر مذکور ہوا لہذا مرا احتمال سے
اُس کو کوئی مس نہین کما ھو ظاہر اور عموم بلوی طہارات و نجاسات مین موثر ہے نہ حلت اور حرمت
مین اور تعامل اسکو نہین کہتے بلکہ وہ ایک قسم ہے اجماع کی اور اسمین شرائط اجماع کا پایا جانا ضروری
ہے منجملہ اُسکے یہ بھی کہ علماء عصر واحد بلا نکیر اُس کو قبول کرین متنازع فیہ مین یہ امر مفقود ہے اسلئے
یہ تعامل نہین ہو ایک رواج عامیانہ ہے جو شرعاً حجۃ نہین۔ اس سے سب نظائر مذکورہ زید کا
جواب نکل آیا واللہ اعلم۔ البتہ بہت عرق ریزی سے اسقدر تاویل کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ فیس کو اجرۃ
کتابت و روانگی فارم کی کہا جاوے اس سے حرمتہ تفاضل تو دفع ہو جاویگی مگر کراہت سفتجہ کی باقی رہیگی
واللہ اعلم۔ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

تحقیق جمع کردن روپیہ در بینک و ڈاکخانہ

سوال۔ زید اور عمرو مین ڈاک خانہ مین روپیہ جمع کرنے کی نسبت گفتگو ہے زید کہتا ہے کہ محض بغرض حفاظت ڈاک خانہ مین جمع کردینا جائز ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ روپیہ سودی تجارتون مین لگایا جاتا ہے اور اس جمع کرنے مین سودی تجارۃ کی اعانت ہے لہذا ناجائز ہے زید کہتا ہے کہ سب کا روپیہ تجارۃ مین نہین لگایا جاتا کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ جب کوئی شخص اپنا روپیہ برآمد کرانا چاہے روپیہ برآمد ہو جاہیگا البتہ بعض کا روپیہ تجارۃ مین لگایا جاتا ہوگا یا تھوڑا تھوڑا سب کا لگایا جاتا ہو بہرحال یہ معلوم ہونا مشکل اگر بلکہ عادۃً ناممکن ہے کہ کس کا روپیہ تجارۃ مین لگایا گیا کس کا نہین لگایا گیا یا کس نسبت سے روپیہ لگایا گیا کیونکہ سب کا روپیہ ملا کے رکھا جاتا ہے اور بالفرض اگر سب روپیہ تجارۃ مین لگایا جاتا ہے جب بھی اعانت علی المعصیۃ کا الزام نہین کیونکہ اس قسم کی اعانت علی المعصیت کو اعانت علی المعصیۃ ہی نہین خیال کیا گیا مثلاً ولایت کی ہزارون چیزین کپڑے برتن گھڑیان دیا سلائی وغیرہ ہندوستان مین فروخت ہوتی ہین اور ہم کو یقیناً معلوم ہے کہ انکے بنانے والے انگریز ہین جو سودی لین دین اور سودی تجارۃ کے عادی ہین اور بمبئی کلکتہ وغیرہ مین جو مال لیا گیا ہے وہ بھی ناجائز طریقہ تجارۃ سے لیا گیا ہے۔ پھر ہم تمام مسلمان کیا عوام کیا علماء وصلحا سب ہی ان چیزون کو خریدتے ہین اور کام مین لاتے ہین مسلمانون کا خریدکرنا سودی تجارۃ کو ترویج دینا ہے یا نہین اگر پوری ترویج نہین تو مسلمان تھوڑی ترویج تو ضرور ہی دیتے ہین مگر سودی تجارۃ کی تھوڑی ترویج بھی تو آخر حرام ہی ہوگی اور اعانت علی المعصیت کے تحت مین داخل ہوگی جس طرح ڈاک خانہ مین روپیہ جمع کرنے سے اعانت علی المعصیت ہے اسی طرح بلکہ غور سے دیکھو تو اس سے کہین زائد ولایتی چیزون کے خرید کرنے مین اعانت علی المعصیت ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عمرو اس کو جائز کہے اور اس کو ناجائز اسکے علاوہ ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر چادر کا ایک کونہ ناپاک ہوگیا ہو اور یاد نہ آتا ہو کہ کونسا کونہ ناپاک ہوگیا تھا تو جس کونہ کو دھو ڈالے گا چادر پاک ہو جاوئگی اس جزئی کو یاد رکھو اور دیکھو کہ چادر کیون پاک ہوجائیگی بظاہر چادر کو پاک نہونا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے اُسنے وہ کونہ نہ دھویا ہو جو ناپاک تھا بلکہ وہ کونہ دھویا ہو جو پہلے سے پاک تھا مگر پھر بھی شریعت نے چادر کو پاک کہا اس پاک کہنے کی دو وجہ ہوسکتی ہین ایک تو دفع حرج دوسرے یہ کہ جب مشتبہ ہوگیا کہ معلوم نہین وہ کونہ ناپاک ہے۔ معلوم نہین یہ کونہ ناپاک ہے تو صرف شبہہ سے ہر کونہ کو ناپاک نہین کہتے اسکی ایک نظیر کتب فقہ مین اور بھی موجود ہے وہ یہ ہے کہ جب غلہ کی بالون کو بیلون سے پامال کرانے

ہین تو بیل ان پر بول و براز کرتے ہین اس غلہ کے پاک ہونے کو فقہا نے لکھا ہو کہ کچھ غلہ تھاجون کو دیدیا جاوے یا حصہ دارون مین تقسیم کردیا جاوے تو کل غلہ پاک ہوجائیگا۔ اور وجہ یہ لکھتے ہین کہ شبہ ہوگیا کہ شاید ناپاک غلہ دوسرے کے حصہ مین چلاگیا ہو ہمارے حصہ مین نہ رہا ہو اس مین شک نہین کہ یہ وجہ یا اسکے مثل جو اور وجوہات ہون سب کمزور ہین اور سب کا حاصل یہ ہے کہ عموم بلوی دفع حرج تغافل علماء صلحاء یا تغافل خلائق کی وجہ سے یہ چیزین حلال اور پاک اور جائز ہین انھین دونون صورتون پر ڈاکخانہ مین روپیہ جمع کرنے کو خیال کرو جس طرح کہ شبہون سے وہان ناپاک چادر اور ناپاک غلہ پاک اور حلال ہوجاتا ہو اسی طرح کے شبہون سے یہان ڈاک خانہ کا حرام اور ناپاک روپیہ بھی حلال اور پاک ہوجاویگا (حرام اور ناپاک علی سبیل الفرض کہا گیا ورنہ وہ ایسا نہین ہے) اور اگر اس قسم کے شبہون سے قطع نظر کرکے وہان عموم بلوی و دفع حرج تغافل علماء صلحاء سے حرام و ناپاک کو حلال و پاک بنایا جاتا ہو تو یہان بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے دونون مین فرق کرنے کی کوئی وجہ نہین اگر یہ کہا جائے کہ جب ڈاکخانہ نہ تھے تو صرف حفاظت کی غرض سے لوگ روپیہ کہان رکھتے تھے جہان پہلے رکھتے ہون وہین اب بھی رکھا کرین کہا جائیگا جب ڈاکخانہ نہ تھے اور منی آڈر کے ذریعہ سے روپیہ نہین بھیجا جاتا تھا تو لوگ کس طرح روپیہ بھیجتے تھے جس طرح پہلے بھیجتے تھے اسی طرح اب بھی بھیجین اگر وہ جائز تو یہ کیون ناجائز دونون مین کیا فرق ہے اگر وہان کوئی وجہ جواز کی ہے تو یہان بھی کوئی وجہ جواز کی ہے۔

الجواب - قاعدہ کلیہ ہے کہ امانت اگر مالک کی اجازت سے دوسرے اموال مین مخلوط کردیجائے تو مجموعہ مشترک ہوجاتا ہے فی الدر المختار کتاب الایداع وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعۃ فان انشق الکیس لعدم التعدی پس جب حسب بیان سائل وہ روپیہ ملاکر رکھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خلط بالاذن ہے تو جسقدر روپیہ تجارۃ ناجائزہ مین لگے گا اس مین سب کا تھوڑا تھوڑا روپیہ ضرور ہوگا پس ہر شخص بقدر اُسی حصہ مشترک کے معین اُس تجارۃ کا ہوگا اور معصیت کی اعانت ضرور معصیت ہے اور خرید اشیاء کو سودی تجارت کی اعانت نہین کہہ سکتے کیونکہ ہم نے جب کوئی شے خرید کر اُسکی قیمت ادا کردی تو وہ قیمت اُس تاجر کی ملک ہوگئی ہمارا روپیہ معصیت مین صرف نہین ہوا اور یہان تو خود ہمارا ہی روپیہ تجارۃ حرام مین لگایا گیا ہے اور جو نظائر فقہیہ سوال مین مذکور ہین اُن سب کا جواب یہ ہو کہ ان نظائر مین بعض اجزاء واقع مین اجزاء غیبہ سے متمیز و منفرد

ہین تو دفع حرج کے لیے اس کا اعتبار کر لیا گیا اور یہان بالیقین ہر چند مین بوجہ اشتراک اعانت
علے المعصیۃ ہمسی ہے اور عموم بلوی کا جواب مسئلہ منی آڈر مین مذکور ہو چکا ہے اور منی آڈر اور اسمین
جو فرق دریافت کیا ہے اول تو فرق ہونا مضر نہین کیونکہ اُس کو بھی منع کیا جاتا ہے جیسا مفصلاً مذکور
ہوا پھر تاویل اخیر کے اعتبار سے فرق بھی ہو سکتا ہے کہ اس مین ایسی تاویل اب تک نہین نکلی فافترقا
البتہ اگر یقیناً تحقیق ہو جاوے کہ اس روپیہ سے ناجائز کام نہین ہوتا تو بدون سود لینے کے جمع کرنا جائز
ہوگا۔ واللہ اعلم ۔۱۸۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال ۔ والد صاحب قبلہ نے ایک مدت سے منی آڈر بھیجنا چھوڑ دیا ہے بجائے اُسکے نوٹ بھیجے
ہین نوٹ جہان جاتے ہین وہ اُس کو فی سیکڑہ کچھ آنون کی کمی سے لیتے ہین یہ جائز ہے یا نہین ۔

جواب ۔ نوٹ کمی سے لینا دینا دونون ناجائز ہین مگر میرے نزدیک اس کمی سے بدلی مین حرمت
وخباثت پیدا نہین ہوتی اسکی وجہ محتاج تطویل ہے ورنہ لکھدیتا۔

سوال ۔ بندہ کے یہان نمک کی تجارت ہوتی ہی اور تین جگہہ کارخانہ ہے ایک آڑتی بہت معتبر
مل گیا ہی اُس نے روپیہ بھیجنے کی سبیل یہ رکھی ہے کہ جب مال فروخت ہو جاوے تو نوٹ بھیجدیا جائے
ایک بار میرے ذمہ اُسکے روپیہ چاہتے تھے بوجہ دیر مین پہونچنے روپیہ کے اُسنے سود لگایا تو بندہ نے
اُس کو سود نہین دیا اور یہ لکھا کہ ہمارے مذہب مین سود لینا اور دینا دونون ناجائز ہین اس لیے
ہم معاملہ سود کا ہرگز نہین کر سکتے اُسنے لکھا کہ ہم سود نہین لینگے اور یہ بھی معاملہ طے ہو گیا کہ سود کا
لین دین کبھی نہوگا البتہ جب نوٹ بھیجتا ہے تو کمی کے ساتھ بھیجتا ہے مثلاً فی سیکڑہ دو آنہ یا تین
آنہ کاٹتا ہے اُنکے یہان کٹ کی شرح مختلف اوقات مین مختلف طور سے معین ہوتی ہی اور کچھ حصہ
ہمارے روپیہ مین سے گوسالہ کے نام کا بھی کاٹتا ہے اور یہ ہماری ہی تخصیص نہین بلکہ اُنکے یہان کا
قاعدہ ہر ایک سے یہی ہے سو بندہ یہ دریافت کرتا ہے کہ یہ امر دونون جائز نہین معلوم ہوتے
اسکے بارہ مین کیا کیا جاوے اگر اُس سے یہ کہا جاوے کہ یہ معاملہ ہم نہین کرینگے تو وہ ہرگز نہ مانیگا
کیونکہ نوٹ مین کمی اُنکے یہان سود مین شمار نہین اور گوسالہ کی نسبت بھی نہین مان سکتا کیونکہ
صرف ہمارے لیے قانون جدید نہین معین کرے گا تو اب کیا حیلہ کیا جاوے جس سے معاملہ شریعت
کے موافق رہے اور یہ بھی تحریر فرمایئے کہ اگر وہ یہ معاملہ رکھے تو مجھپر مواخذہ اخروی رہیگا یا نہین

اور نوٹ مین کمی زیادتی صرف مسلمانون کے درمیان ناجائز ہے یا جب ایک جانب مسلم ہو اور دوسری
جانب کافر تو بھی جائز ہے یا نہین جملہ امور کو مفصلاً تحریر فرما دیجیے۔

الجواب۔ نوٹ کی حقیقت حوالہ ہے اور حوالہ مین کمی بیشی جب معروف یا مشروط ہو ربوا ہے البتہ اگر
بلا شرط و عرف ہو تو بعض صورتون مین تاویل صلح کی ہو سکتی ہے مگر اب ممکن نہین میری سمجھ مین
تو اسکی تدبیر بجز اسکے کہ نقد روپیہ اُس سے لیا جاوے اور کچھ نہین آتی یا اُسپر یہ بات ثابت کردیجاوے
کہ ہمارے مذہب مین یہ سود ہے یا اُسکی کچھ آڑہت بڑھا کر حق ٹھیرا دیا جاوے اور یہ کہدیا جاوے کہ نوٹ
برابر سرابر لیا جاویگا اور تمہاری کمی اس اضافہ سے پوری کردیجاویگی اور یہ تدبیر غالباً سہل ہے
رہا گوسالہ کا قصہ سو اگر وہ آڑھتی آپ کا مشتری ہوتا اور آپ اُس سے بائع ہوتے تب تو بتاویل
حطِ ثمن کے یہ جائز ہو سکتا تھا گویا اپنا روپیہ وہان دیتا ہے اور آپ کو ثمن کم دیتا ہے لیکن آڑھتی
وکیل ہوتا ہے وہان یہ تاویل ممکن نہین اس لیے میرے نزدیک اُسے یون سمجھا دیا جاوے کہ حقِ
آڑھت اور حصہ گوسالہ یہ سب مجموعہ حقِ آڑھت مین شمار کرنا چاہیے پھر خواہ وہ بہی مین کسیطرح
لکھے کچھ حرج نہین فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ احقر نے ایک شخص کو سونے کی بالیان پورانی بغرض فروخت دی تھین اور ذکر تھا کہ
از سرِ نو بنینگی اُنھون نے اُن کو صہ کو فروخت کرکے سُنار کو روپیہ دیدیا اور کہدیا کہ اس مین تھوڑا
سونا اور ڈال کر ١٠ تولہ کی نئی بالیان بنادے حساب بعد مین کردیا جاوے گا چنانچہ اُسنے اُتنے ہی وزن
کی بنادین یہ صورت ناجائز ہوتی ہے۔ ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ صہ جو پیشگی دیے گئے
ہین وہ سُنار کے پاس امانت یا قرض سمجھے جائین اور زیور دست بدست مللعہ کو خریدا جائے
اس مین نسیہ ہو گیا اب چونکہ صہ بذمہ سُنار واجب الادا ہین اسلیئے وہ مقدار ساقط کرکے عہ
اور اُسکو دیدو یا یون کرو کہ مللعہ نقد دیکر دست بدست اُس سے زیور لے لو پھر اپنے صہ کا مطالبہ
اُس سے کرو اور ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ سُنار تمہاری طرف سے مللعہ کا سونا خریدنے کے
لیئے وکیل ہے صہ پیشگی لے چکا ہے اور دس کا سونا اپنے پاس سے خرید لایا ہے اس کا مطالبہ
اب کرتا ہے حضور اس مین کیا فتوے دیتے ہین۔

الجواب۔ تاویل ثالث تو چل نہین سکتی کیونکہ وکالت بلا توکیل کیسے ہوگی اور توکیل یہان ہو نہین

ف زرگر را روپیہ دادن برائے ساختن زیور

لہذا یہ بایان جدید سنار کی ملک ہوگی اور اب اُنکی بیع جدید ہوگی پس اگر وہ بعینہٖ بعینہ سنار کے پاس موجود ہین تو قرض کی تاویل نہین ہوسکتی کیونکہ نہ تصریحاً قرض دیا نہ تصرف کی وجہ سے اُسکے ذمہ دین ہوا پس لابد امانت ہوگی اور امانت مین روپیہ معین ہوتا ہے تو عقد متعلق اُس روپیہ سے ہوگا اور وہ مجلس مین موجود نہین تو نسیہ لازم آنے سے ناجائز ہوگا پس جب قرض ہوا نہ امانت سے عقد کا متعلق ہونا جائز ہوا اس صورۃ مین صرف یہ صورت جائز ہوسکے گی کہ اپنی امانت اول واپس کرلے اور اُسین دس روپیہ اور ملادے اور دست بدست خرید لے اور اگر وہ صرف اُسکے ضمان مین داخل ہوگیا ہے خواہ بوجہ صرف کر ڈالنے کے یا بوجہ مخلوط کر دینے کے تو البتہ وہ دین ہوگیا ہو اس صورۃ مین تاویل اول چل سکتی ہے اور تاویل ثانی بے تکلف صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

ف دفع شبہ برأت سود دہندہ از گناہ

سوال۔ ایک شخص سود لیتا ہے اور لوگ اُس سے سود پر لیتے ہین وہ غرض پر لیتے ہین جب اُن لوگ بیچارہ کو کوئی سامان نہین ہوتا یا کوئی دستگردان نہین دیتا تب وہ مجبوراً قرض سود پر روپیہ لیتا ہے تب ایسی حالت مین دونون سود لینے والا اور دینے والا کیونکر گنہگار ہوگا وہ بیچارہ تو مجبوری لیتا ہے جب کوئی سامان نہین ہوتا ہے ورنہ وہ نہین لیتا جب کوئی شخص دوسرا قرض بے سود کا دیدیوے تب وہ کیونکر لے تب ایسی حالت مین صرف لینے والا گنہگار ہوگا دینے والا کیون ہوگا۔

جواب۔ جو لوگ سودی روپیہ لیتے ہین جہان تک دیکھا گیا ہے فضول قصونکے لیے لیتے ہین اور جو ضرورت مین بھی لیتے ہین تو اپنے گھر کے ذخیرہ کو زیور کو اسباب کو محفوظ رکھنا چاہتے ہین کہ یہ بھی اپنے پاس رہے اور قرض سے کام چلجاوے پس یہ بھی ضرورت مین لینا نہوا وہ ضرورت یون بھی پوری ہوسکتی ہے کہ اول سب چیزین اپنی بیچڈالین یا اپنی شان اور وضع محفوظ رکھنے کے واسطے مزدوری محنت کرنے کو عار سمجھتے ہین سو عقلاً و شرعاً یہ ضرورتین قابل اعتبار نہین پھر ان سب کے بعد ایسے اضطرار کے وقت مردار کھانا بھیک مانگ لینا درست ہو پس سود پر قرض لینے کی کسی حالت مین ضرورت نہین ہے اسلیئے یہ گنہگار ہوگا فقط واللہ اعلم ۲۵ شعبان ۱۳۲۱ہجری

ف حکم رقمی کہ بنام سود ملازمان را از سرکار بدست می آید

سوال۔ چند لوگ گورنمنٹی نوکر ہین یعنے رسالہ مین اور نوکر ہوئے کسیکو سولہ برس ہوئے اور کوئی اٹھارہ برس کا نوکر ہے اور کوئی بیس برس کا نوکر ہے اور جب نوکر ہوئے تھے تو یہ قاعدہ نہ تھا جو دو چار سال سے نیا جاری ہوا ہے یعنے ہر ایک سوار کا فی ماہ پانچ روپیہ سرکار کاٹ لیتی ہے تعداد

اڑھائی سو روپیہ کی ہے جب کہ ڈھائی سو روپیہ پورا ہوجاتا ہے پھر نہین کاٹا جاتا ہے اور وہ روپیہ بنک مین جمع ہوجاتا ہے اور اُس روپیہ کا سود ہر ماہ سرکار دیتی ہے اور جو لوگ کہ سود لینے مین انکار کرتے ہین تو سرکار اُنسے دستخط کرا لیتی ہے اور سود کا روپیہ بھی اصل روپیہ مین ملا دیتی ہے اور وہ روپیہ اپنے صرف مین آتا ہی یعنے اگر سوار کا گھوڑا مرجاتا ہے تو سوار کو سرکار اُسی روپیہ سے گھوڑا خرید کر دیتی ہے اور جس کا گھوڑا نہین مرتا ہے تو اُس کو سرکار ہر ماہ سود دیتی ہے غرض کوئی بچنے کی صورت نہین کہ اُس کا روزگار بھی قائم رہے اور سود سے بھی بچے مگر گھوڑا نہ مرے تو جس وقت نوکری چھوڑ کر آوے اُسوقت اُس کا روپیہ جمع و سود کل سرکار دے دیتی ہی اور اگر وہ چاہے کہ مین جمع نے لون اور سود نہ لون تو اسکی جمع کا روپیہ بھی مارا جاتا ہے اور تنخواہ مبلغ ۲۰ ماہوار کی ہے۔

الجواب۔ خاص اس صورت مین سرکار جو سود کے نام سے دیتی ہے وہ سود نہین ہے اُس کا لینا درست ہی لیکن خدارا دوسری صورتون کو اسپر قیاس نہ کیا جاوے لان مالہم مباح برضاہم و انما یلحق فی بعض الصور اثم العقد ولا عقد بالجبر لیکن اگر یہ مقدار سود مذکور کی مساکین مین صرف کردیجاوے تو خوب ہے ورع ما ریبک الے مالا یریبک فقط ۲۷ صفر سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ انگریزی پرامیسری نوٹ کے منافع کا لینا گورنمنٹ سے جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

الجواب۔ فی الہدایۃ و لا ربوا بین المسلم والحربی دلت ہذہ الروایۃ بعد تفصیلہا بتعلیلہا علی کون المال الذی حصل من حربی برضاہ بلا غدر ولو بالعقود الفاسدۃ الباطلۃ مباحًا عند ابی حنیفۃ واباحۃ المال لا یستلزم اباحۃ العقد کما اذا ابلغ الحربی المستقرض الجاہد لاستیفاء حقہ والوعید الوارد فی النصوص لم ینحصر فی اکل المال بل یعم الاکل والعقد والاعانۃ کما روی لعن اللہ آکل الربوا وموکلہ وشاہدیہ وکاتبہ الحدیث فامقتضی ہذا المجموع ان المال فی الصورۃ المسئول عنہا مباح وہذا العقد حرام اثم فالآخذ من المسلم والذمی یاثم باثمین ومن الحربی باثم واحد ہذا اذا ثبت کون الدار دار حرب ولم یثبت قوۃ دلیل الجمہور والا فلا مساغ لاباحۃ المال ایضا واللہ اعلم ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ ہندوستان مین یہود و نصاری سے سود لینا حسب رائے مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ درست معلوم ہوتا ہے اور حسب تحریر مولانا عبد الحی صاحب علیہ الرحمۃ نادرست از روی تحقیق کس کا قول معتبر ہے۔

نفع پرامیسری نوٹ

سود از یہود و نصاریٰ در ہندوستان

جواب ۔ احقر نے ان دونوں بزرگوں کی تحریر نہیں دیکھی ورنہ شاید اُنکے متعلق کچھ کہہ سکتا بہرحال نفسِ مسئلہ میں جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے لا یباح العقد لکونہ ربوا نُہی عنہ نصاً قطعیاً ویباح المال الماخوذ لان مال الحربی مباح برضاہ بلا غدر بہ ولم ار احداً من اصحاب الفتاوی حکم بحل العقد مقصوداً واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۱۶ر شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال متعلق سوال بالا

(توضیح سوال مذکور) اقول تخلج فی قلبی امّا اولاً فان العلامۃ الدھلوی قد صرح بجواز اخذ الربوا من الحربی کما یدل علیہ کلامہ المنقول ولم یقل صراحۃ ولا اشارۃ ان المال مباح دون العقد وامّا ثانیاً فلان العقد الربوی من الحربی لا یخلو عن ان یکون اما صحیحاً او فاسداً او باطلاً فعلی الاول الصحیح الحکم بعدم اباحۃ العقد کما ہو ظاہر وعلی الثانی الحکم بعدم اباحۃ العقد صحیح اما الحکم باباحۃ المال فغیر صحیح لان فساد العقد یورث خباثۃ فی المال کما ہو مصرح فی الفقہ وعلی الثالث حکم العقد والمال ظاہر ولم نجد فی الکتب نوعاً من العقد بحیث یکون العقد فاسداً او باطلاً والمال حلالاً وامّا ثالثاً فان النص المحرم قولہ تعالیٰ احل اللہ البیع وحرم الربوا قطعی والخبر لا ربوا الحدیث لیس متواتراً ولا مشہوراً فبای حجۃ خصص اصحابنا نصاً قطعیاً فعلیکم الجواب بالدلیل لیشفی العلیل ۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ کی عبارت محررہ ذیل میں مذکور ہے مجموعہ فتاوائے مولانا عبد العزیز قدس سرہ ج اول صفحہ ۳۳ (سوال) تمامی اقلیم نصاری باتفاق دار الحرب ہست یا نہ اگر ہست اہل اسلام را ازان نصاری سود گرفتن جائز است یا نہ (جواب) بشروطیکہ در دار الحرب در روایات فقہیہ مذکور است ملاحظہ باید نمود چنانچہ برخی ازان درین قرطاس ثبت خواہد شد درین اقلیم آن شروط را باید جست اگر متحقق شدند پس دار الحرب قرار یافت وبحکم اذا ثبت الشیٔ ثبت بلوازمہ ہرگاہ دار الحرب شد ربوا گرفتن ودادن بکفرۂ آنجا جائز شد زیراکہ در ہدایہ مذکور است ولا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب وقاعدہ مقرر است کہ الاطلاق فی الروایات نبئ عن تعمیم پس ہر دو صورت اخذ واعطا در نفی داخل لیکن مسلمان را باید کہ در دادن سود بحربی احتیاط کند بے ضرورت ندہد۔ ایضاً فیہ صفحہ ۲۵ (سوال) سود دادن بحربیان درست ست یا نہ (جواب) عبارات کتب فقہیہ عام واقع شدہ اند دادن وگرفتن را شامل اند مثل لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب وقاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی در رسالہ توجیہ دادن سود نیز نوشتہ اند این وقت فقیر را یاد

نیست لیکن اینقدر ظاہر ہست کہ گرفتن سود از حربیان باین وجہ حلال است کہ مال حربی مباح است اگر در ضمن آن نقض عہد نباشد و حربی چون خود بخود بدہد بلا شبہ حلال خواہد بود و دادن سود بحربیان باینوجہ حلال است کہ خورانیدن حرام بمسلمان درست نیست و آنہا حرام خوار اند اگر چیزے بطریق سود داد خواہد شد بیش ازین نیست کہ حرام خواہد خورد اھ

الجواب۔ قد رایت کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی الدال علی ما فہمتم فی قولکم اولا ولکن حجیۃ الدال تتوقف علی صحتہ فی نفسہ وثبوتہ بالدلیل ولم یثبت ثم اطلاقہ فی الاخذ والاعطاء یخالف لما صرح بہ فی الشامیۃ عن الفتح مؤیدا لہ بالسیر الکبیر من ان مرادہم ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم لا مطلقا وما قلتم ثانیا فاقول ان العقد عندی فاسد او باطل ولا نسلم استلزام فساد العقد او بطلانہ تخبث المال الا ترے ان عقد بیع الحر حرام وباطل لکنہ لو باع من مدیونہ الجاحد للدین بمثل دینہ وقبض المال ناویا للاستیفاء حقہ یحل المال مع بطلان العقد ویتاید بما فی رد المحتار من قول الدر المختار مطلقا بقولہ ای ولو بعقد فاسد تحت قولہ لان مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا اٰہ فحکم بکون العقد فاسدا وکون المال حلالا وما قلتم ثالثا فالنص محرم للعقد وہو فیما ذہبت الیہ فی فہم مراد اصحابنا حرام ولم ار احدا من اصحاب الفتاوی فی المذہب حکم بحلہ مقصودا انما حل المال فالاٰیۃ غیر متعرضۃ لہ اثباتا او نفیا فلا دلالۃ ولا تخصیص واللہ اعلم ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

نفع خانگی بنک

سوال۔ اگر بنک گھر مین روپیہ جمع کیا جاوے تو اُسکے سود سے منتفع ہونا جائز ہے یا نہین مگر صاحب بنک قوم نصرانی ہین۔

الجواب۔ سود نصوص قطعیہ سے حرام ہوا اور اطلاق نصوص سے اس مین نصرانی وغیر نصرانی سب برابر ہین واباحۃ الشیٔ لا یستلزم جواز العقد بہ فافہم واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

عدم رفع حرمت سود بوجہ افلاس مسلمانان

سوال۔ بنظر حالت موجودہ وافلاس مسلمانان کیا سود کا لین دین خواہ آپس مین ہو خواہ غیر اقوام سے شرعًا جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ جب آیت تحریم ربوا کی نازل ہوئی ہے افلاس اسوقت سے زیادہ تھا اور نیز بہت سا سود اُن معاملات کے متعلق باقی تھا جو کہ زمانہ جاہلیت اور حالت کفر مین ہوئے تھے اسپر بھی حکم ہوا کہ سود چھوڑ دو ورنہ خدا اور رسول کی طرف سے اشتہار جنگ ہے جب متعاقدین کی حالت کفر کا سود وصول کرنا جائز نہین رکھا گیا تو ابتداءً ایسا معاملہ کرنا کیونکر جائز سمجھا جاوے گا دوسرے زمانہ نزول

وحی مین جو کفار بنی اسرائیل تھے اُنکی شکایت قرآن مین موجود ہے واخذہم الربوا وقد نہوا عنہ جب کفار کے لیئے اجازت نہین جو بعض علماء کے نزدیک مخاطب بالفروع بھی نہین اور اسی بناء پر یہ علماء ربوا کو عقود ذمیین سے مستثنےٰ کہتے ہین کما فی کتاب الغصب من الھدایۃ تو مسلمانون کو جو کہ اجماعاً مخاطب بالفروع ہین کیونکر اجازت ہوگی اور رحمت مہداۃ باب الصلح مین بیہقی سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار نجران سے جن شروط پر صلح کی تھی اُن مین یہ بھی قید تھی مالم یحدثوا حدثا او یاکلوا الربا جب کفار کو اکل ربوا سے روکا گیا تو مسلمانون کو کیسے حلال ہوگا وما فی الکتب الفقہیۃ من انہ لا ربوا بین المسلم والحربی فلا یستلزم اباحۃ المال اباحۃ العقد۔ واللہ اعلم۔ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ یہ مسئلہ استفسار طلب ہے کہ حضور والا کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان مین اکثر کمپنیان (بغرض تجارت) ایسی ہین جو جان او مال کا بیمہ کیا کرتی ہین اور اُس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جماعت تجارت کی جو مشترک قائم ہین وہ مال منقولہ وغیر منقولہ پر ایک کمیشن سالانہ لیا کرتی ہین اور اگر اندر سال کے وہ مال صرف بذریعہ آتش زدگی کے تلف ہو جاوے تو جسقدر تعیین مال پر انھون نے کمیشن لیا ہے اسقدر تعیین یک مشت مالک مال تلف شدہ کو دیدیا کرتے ہین اکثر لوگ اپنی جائداد کا بیمہ کرایا کرتے ہین یہ طریقہ اسقدر رائج ہے کہ غالباً اس سے آنجناب بھی واقف ہونگے پس آپ سے دریافت کرتا ہون کہ آیا یہ طریقہ بیمہ کا شرعاً جائز ہو سکتا ہے یا نہین مثلاً یہ بھی عرض کرتا ہون کہ اکثر لوگ نوٹ وغیرہ بذریعہ رجسٹری شدہ لفافہ کے ڈاک کی معرفت روانہ کیا کرتے ہین جس سے مقصود صرف حفاظت نوٹ ہوتی ہے پس اگر بیمہ کرانا ناجائز ہوگا تو غالباً رجسٹری کر کے نوٹ روانہ کرنا بھی خلاف شرع شریف ہوگا امید کہ یہ سمع خراشی معاف فرمائی جاوے۔

الجواب۔ ان اشتہاری تجارتی بیمون مین کمپنیان جو مالک کو خاص صورتون مین معاوضہ دیتی ہین صورۃً تو وہ عوض ہے اُس مال تلف شدہ کا مگر واقع مین عوض ہے اُس رقم کا جو ماہانہ یا سالانہ داخل کی جاتی ہے کیونکہ اُن کو مقصود وہی ہے ورنہ مال ضائع سے اُن کو کیا نفع ہو سکتا ہے پس باعتبار صورت کے تو یہ قمار ہے لانہ تعلیق الملک علی الخطر والمال فی الجانبین اور باعتبار حقیقت کے سود ہے لعدم اشتراط المساواۃ فی الجانبین فیما یجب فیہ المساواۃ اور قمار اور سود دونون حرام ہین پس یہ معاملہ یقیناً حرام ہے اسیطرح جان بیمہ وہ صورۃً رشوت ہے لان المال فیہ عوض من

غیر متقوم وہو النفس اور حقیقۃً سود ہے بعین ما مر فی المال رہا بیمہ زیور وغیرہ کا جو ڈاک خانہ مین کرایا جاتا ہے اسکی حقیقت اور ہے کیونکہ ڈاک والے اُس چیز کو پہونچاتے ہین اور اجرت لیتے ہین پس یہ معاملہ عقد اجارہ ہے اور عملہ ڈاک اجیر ہین اور بیمہ زیادت اجرت ہے اور اُنکی یہ ذمہ داری تاوان کی اشتراط ضمان علی الاجیر ہی جس کو بعض فقہاء نے جائز کہا ہے بخلاف مذکورہ بیمون کے کہ کمپنی اُس مال یا جان مین کوئی عمل نہین کرتی اُس مین یہ تاویل محتمل نہین فی الدر المختار باب الودیعۃ واشتراط الضمان علی الامین الخ وفی رد المحتار وانظر حاشیۃ الفتال وقد یفرق بانہ ہہنا مستاجر علی الحفظ قصدا بخلاف الاجیر المشترک فانہ مستاجر علی العمل تامل وفی الدر المختار باب ضمان الاجیر ولا یضمن ما ہلک فی یدہ الی قولہ خلافا للاشباہ فی رد المختار ای من انہ ان شرط ضمانہ ضمن اجماعاح وہو منقول عن الخلاصۃ وعزاہ ابن الملک للمجامع اہ قلت وفی ہذہ البیمۃ یستاجر بالزیادۃ علی الحفظ قصدا فکان اولی بالجواز من الاجیر المشترک یضمن علی العمل واللہ اعلم ۵ رمضان ۱۳۳۲ھ

بیع آلو و شکر قند بغلہ نسیئۃ

سوال - آلو یا شکر قند دیکر اُسکے عوض مین ایک مدت معینہ کے بعد غلہ لینا کس طور پر جائز ہے مثلاً ایک روپیہ من کے حساب سے آلو فروخت ہوتے ہین تو اب ایک من آلو دیکر ایک روپیہ کا غلہ مدت معینہ کے بعد اُس نرخ پر کہ جس نرخ سے اُسوقت بازار مین غلہ فروخت ہوتا ہو لینا چاہیے یا حال مین جو نرخ غلہ کا ہے اُسی حساب سے لینا چاہیے بالتفصیل بیان فرمایئے گا۔

جواب - فی الدر المختار باب الربوا وان وجد احدہما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو مع التساوی وفی رد المحتار فی الصفحۃ الآتیۃ وعلۃ القدر ہو القدر المتفق کبیع موزون بموزون او مکیل بمکیل بخلاف المختلف کبیع مکیل بموزون نسیئۃ فانہ جائز اہ اور گیہون وجو طرفین کے نزدیک بوجہ نص کے ہمیشہ کیلی ہین اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بوجہ ہمارے عرف کے وزنی اور دوسرے غلے بالاتفاق تبعا للعرف وزنی ہین کما صرح بہ فی کتب الفقہ اور آلو اور شکر قند موزون ہین پس آلو و شکر قند کے عوض اگر گیہون یا جو نسیئۃ فروخت کیے جاوین تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو کسی طرح جائز نہین لما مر من الدر المختار اور طرفینؒ کے نزدیک اگر وزن غلہ کا معین ہو جاوے کہ بیس سیر مثلاً لین گے خواہ نرخ حال و آیندہ کا اس سے کم ہو یا زیادہ ہو تو جائز ہے لما سبق من رد المحتار اور اگر اسی عنوان سے فروخت کیا کہ جو نرخ ہوگا مثلاً یہ ناجائز ہے اور اگر گیہون اور جو کے علاوہ اور غلات ٹھیرائے ہین تو بوجہ لزوم نسیہ کے متحد القدر اشیاء مین ناجائز ہے جیسا اوپر مذکور ہوا - واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۲ شوال ۱۳۳۲ھ

سوال - مال الحربی فی دار الحرب للمسلم مباح لا مملوک والملک یحصل اما بالبیع الصحیح او بالھبۃ او بالاسرا فی دار الاسلام فظہران الملک کما یحصل بالبیع الصحیح صحیحا کذلک یکون بالفاسد فاسدا و خبیثا فینبغی ان یکون مال الربوا مع کونہ مباح الاصل خبیث الملک والعجب ان فقہائنا لم یصرحوا بخبثہ بل یتبادر من کلامہم انہ طیب فعلیکم بدفع ہذا الاشکال فقط

الجواب - الجواب عن السؤال الخاص انہ لا دلیل علی انحصار اسباب الملک فیما ذکر فان الماء والکلاء سواء وجدا فی دار الاسلام او فی دار الحرب یحصل الملک فیہما بمجرد الید من غیر اشتراط الاحراز فی دار الاسلام واما اخذ المسلم المستامن مال الحربی بشرط ان لا یغدر فانہ حرام حصل بہ الملک من حیث انہ اخذ مع قطع النظر عن قید خارج عن حقیقتہ کالقصر یتعلق بمجرد السفر من غیر نظر الی وصف کونہ معصیۃ لیکون القصر ایضا غیر مشروع کما قالت بہ الشافعیۃ واللہ تعالی اعلم

سوال - زید کو ضرورت ہوئی کسیقدر روپیہ کی پس عمرو کے پاس گیا اور کچھ روپیہ طلب کیا عمرو نے لعہ اور بارہ ٹکے دیئے اور اسوقت مبلغ ایک روپیہ کے چوبیس ٹکے ملتے ہین اور زید سے عمرو نے مبلغ عسہ لکھوائے یعنی مبلغ لعہ دیئے اور پورے عسہ لکھوا لیے اور بعد ختم اجل مقررہ کے اس سے وصول کرلئے یہ لین دین عند الشرع جائز ہے یا نہین -

جواب - انیس لعہ روپیہ تو یقیناً قرض ہین اور بارہ ٹکے مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ قرض ہے دوسرے یہ کہ بیع ہے شق اول پر حسب قاعدہ شرعیہ الاقراض تقضی بامثالہا یہ شرط ٹھیرانا حرام ہے کہ اسکے عوض میں پورے آٹھ آنے لیے جاوینگے اور تقدیر ثانی پر چونکہ یہ بیع بشرط قرض ہے جانب مقرض سے یا یہ بیع مشروط بالقرض ہے جانب مستقرض سے اس وجہ سے بحسب حدیث لا یحل سلف و بیع حرام ہے غرض دونون صورتون مین یہ معاملہ حرام ہے سود خوارون نے ایسے حیلے ایجاد کیے ہین اس لیئے اگر کسی تکلف سے کسی قاعدہ پر اس کو منطبق بھی کرلیا جاوے تب بھی بوجہ فساد غرض کے ممنوع ہوگا فقط ۲۰ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال - ہمارے ملک مین سود سے بچنے کے لیئے یہ حیلہ نکالا ہے مثلاً کسی کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہوئی اسنے دوسرے سے یون کہا کہ بھائی اگر تم مجھکو پانچ برس کا کرایہ پیشگی دو تو چار روپیہ کرایہ والی زمین دو روپیہ کو دیدینگے اسپر وہ راضی ہوگیا دس روپیہ دے دیا اور پانچ برس کے لیے

زمین پر اپنا قبضہ کر لینا درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ صورت مسئولہ درست ہے مع الکراہتہ کبیع العینۃ کما فی الہدایۃ۔ ۳۰ ربیع الثانی ۱۹؁ء

سوال۔ حاجی محسن شیرازی جو ہگلی مین تھے اُسنے ایک فنڈ یعنے چندہ سرکار انگلشیہ مین وقف کر دیا ہے اُسکے سود سے انگریزی کالج و اسکولون مین جو طلبہ مسلمانان انگریزی خوانان کو سالیانہ امتحان مین کامیاب ہونے سے بخشش دیا جاتا ہے آیا روا ہے یا نہین۔

الجواب۔ اس آمدنی سے انعام وغیرہ جو دیا جاتا ہے لینا جائز ہے لیکن اس جواز سے یہ نہ سمجھا جاے کہ انگریزون سے سود کا معاملہ کرنا درست ہے جیسا بعضے لوگ سمجھ گئے ہین بلکہ اس جائز ہونے کی بنا دوسرا امر ہے جو مختصر تحریر سے پورا منکشف نہین ہو سکتا اور مطول تحریر کی فرصت نہین واللہ تعالے اعلم ۲۸ رجادی الاولے ۱۳۲۵؁ھ

کتاب الوکالۃ

سوال۔ ایک قطعہ زمین مین چند حجرے طلبہ کے لیئے بنانے کی تجویز ہوئی جسمین تخمیناً دو ہزار روپیہ خرچ ہوگا او نظاہر اوہ ہو نہین سکتا اُسکے لیے چندہ فراہم کیا اسقدر رقم فراہم نہین ہوئی کہ جسمین وہ حجرے تیار ہو جاوین بلکہ فراہم کنندہ تساہل بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو رقم فراہم ہوگئی اور جو ہوگی حسب تجویز مقررہ حجرون مین صرف کرینگے اُسی قطعہ مین مسجد بھی تیار ہو رہی ہے مگر اس کا بانی اور شخص ہے حجرون کے چندہ دہندون مین سے ایک شخص اپنی رقم واپس لینا چاہتا ہے اور اس رقم کو مسجد مین خرچ کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ چونکہ تم تعمیر حجرون مین تساہل کرتے ہو تو مین اپنی رقم کو کیون معطل کرون بلکہ تعمیر مسجد مین خرچ کرون ساعیان تعمیر حجرہ کہتے ہین کہ تم نے حجرونکی تعمیر کے لیئے یہ رقم دی ہے تم کو واپس لینا اور دوسری تعمیر مین خرچ کرنے کا اختیار نہین پس صورۃ مذکورہ مین وہ اپنی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہین اگر اُس کو حق رجوع حاصل نہین اور اُسنے باصرار تحویلدار سے لے لیئے دونون گنہگار ہونگے یا نہین اور تحویلدار ضامن ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ کسی شخص کو کسی خاص جگہہ صرف کرنے کے لیئے روپیہ دینے سے وہ روپیہ اُس دینے والے کی ملک سے خارج نہین ہوتا لہذا یہ شخص اپنی رقم واپس کر سکتا ہے اور واپس کرنے کا اختیار ہے

(ن) تحقیق انعام از رقم سود و رفع شبہ متعلق بعمل ہذا

(ن) جواز واپسی روپیہ از وکیل قبل صرف

خواہ مسجد مین دے یا جہان چاہے صرف کرے کیونکہ جس شخص کو روپیہ دیا ہے وہ وکیل ہے اور ید وکیل مثل ید موکل ہی پس جسطرح اپنے پاس ہونے سے خارج عن الملک نہین ہوتا اسی طرح وکیل کے پاس جانے سے بھی اور یہ روپیہ وقف نہین ہوتا تاکہ گنجایش شبہ ہو۔ ۱۵ر شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ زید عمرو کے کتب خانہ کا مہتمم اور عمرو کا دوست ہے زید کو گمان غالب ہے کہ اگر مین کتبخانہ مین کوئی جزئی تصرف کرونگا تو عمرو کے خلاف نہوگا اس گمان پر زید کتب خانہ کی بعض کتابین خالد کو اس وعدہ پر دے دیتا ہے کہ خالد اُن کتابون کو فروخت کر کے اپنا کام چلاوے اور پھر جب خالد کے پاس وہ کتابین موجود ہون تو زید کو دیدے اور زید بدستور وہ کتابین کتب خانہ مین داخل کردے اس طرح کرنے سے عمرو کے کتب خانہ کا کچھ نقصان نہین اور خالد کا کام بھی چل جاتا ہے اور چونکہ زید کو گمان غالب ہے کہ عمرو اس جزئی تصرف کو جو بغرض نفع رسانی خالد ہے (کہ خالد بھی عمرو کا دوست ہی) جائز رکھے گا اسلیے تصریحًا اجازت تصرف نہین لیتا تو کیا زید و خالد کو ایسا تصرف جائز ہے بصورت مذکورہ بالا زید نے اصلاح الرسوم و تعلیم الدین (جو ایک ہی جلد مین مجلد تھین) خالد کو دین خالد کے ایجنٹ نے اُن کو فروخت کر ڈالا اصلاح الرسوم کی قیمت ۱۲ر ہی اور تعلیم الدین کی ہر جلد کی قیمت ار رکھی گئی اور خالد کے ذمہ کل ۱۱؎ لگائے گئے جو اصلی قیمت ان کتابونکی ہی پھر خالد کے ایجنٹ نے خالد کی طرف سے زید کو اصلاح الرسوم اور جلد کی قیمت ۱۲؎ دیدی اور تعلیم الدین کی قیمت نہین دی بلکہ خالد کی کتابون مین تعلیم الدین کے نسخے موجود تھے اُن ہی مین سے ایک نسخہ تعلیم الدین کا زید کو دے دیا یہ نسخہ زید نے ۸ر کو فروخت کر ڈالا (۱) اب اگر ۶ر کو تعلیم الدین اور ۸ر کو اصلاح الرسوم خرید کر کے اور ار جلد بندی کا دے کر دونون کتابین ایک مین مجلد کرا کے کتب خانہ مین بدستور رکھدے اور ۲ر جو تعلیم الدین کے فروخت ہونے مین نفع ہوا یہ خود لے لے یہ جائز ہی یا نہین (۲) یا یہ ۸ر جو تعلیم الدین فروخت کرنے سے زید کو ملے ہین اگر یہ زید خالد کو دیدے اور خالد پھر دوسری تعلیم الدین جسکی عام قیمت ۶ر ہے لیکر مجلد کرا کر بطریقہ مذکورہ بالا کتب خانہ مین رکھدے تو جائز ہے یا نہین تعلیم الدین کی عام اور اصلی قیمت ۶ر ہے لیکن خالد کمیاب ہونے کی وجہ سے اپنے یہان ۸ر کو دیتا ہے اسی بنا پر ۸ر کو فروخت کیا ورنہ لیا ۶ر کو تھا۔

الجواب۔ اول دو امر سمجھنا چاہیئے اول یہ کہ یہ تصرف فضولی کا ہی اور تصرف فضولی کا بعد اذن

مالک کے مثل تصرف وکیل کے ہے دوسرا امر یہ کہ حقیقت اس تصرف کی اقراض و استقراض نہیں کیونکہ کتاب ذوات القیم سے ہے ذوات الامثال سے نہیں ان دونون امرون سے معلوم ہوگیا کہ زید وکیل عمرو کا ہے اور خالد وکیل زید کا اور ایجنٹ وکیل خالد کا پس ایجنٹ کا فروخت کرنا بواسطہ مثل بیع اصل مالک کے ہے اور زید نے جو خالد کے ذمے نار لگائے چونکہ زید مشتری نہیں بلکہ ماذون فی البیع ہے اسلئے یہ نار لگانا ایسا ہے جیسے موکل وکیل سے کہدے کہ یہ چیز نار کو فروخت کرنا تو اس سے یہ نار اسکے ذمے نہیں ہوئے اور اگر اس سے زیادہ کو فروخت کرے تو وہ ملک موکل کی ہے اُس کا رکھنا وکیل کو جائز نہیں اب اصلاح الرسوم اور جلد کی قیمت جو ہیر دی گئی یہ تو فروخت ہوگئی اور تعلیم الدین بدستور ملک عمرو کی ہے اور دوسرا نسخہ تعلیم الدین کا جو مبادلہ مین لیا اور یہ نسخہ جدیدہ مثل اصل نسخہ متبدل بہ ملک عمرو کی ہوگیا اب جو زید نے ۸ر کو فروخت کیا یہ ۸ر بھی ملک عمرو کی ہین لہذا ۱۲ر زید کو رکھنا حرام ہین (جواب سوال دوم متعلق سوال اول) جب یہ ۸ر عمرو کی ملک ہین تو بشرط رضائے حقیقی عمرو کے اگر زید نے اسکی تعلیم الدین خرید لی تو بیع صحیح ہوجاویگی خلاصہ کلام یہ ہے کہ زید ان تصرفات مین غیر اصل ہے نہ خود اس کو کوئی انتفاع جائز اور نہ کوئی ایسا تصرف جائز جس مین شک ہو کہ عمرو راضی ہے یا نہین - ۱۲ ربیع رجب ۱۳۲۲ھ

کتاب الکفالۃ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح ہندہ سے بمہر مبلغ اڑھائی ہزار روپیہ کے قرار پایا اور خالد والد زید ضامن اداے مہر از طرف زید ہوا بعد عرصہ چھ سات سال کے خالد نے اپنی جائداد منقولہ اپنے تین لڑکون عمرو و بکر و زید اور اپنی ایک زوجہ مین زبانی تقسیم کر کے اپنے قبضہ مین رکھی اُسکے چند یوم بعد زید کا انتقال ہوگیا بعد ازان خالد بھی مرگیا اس حالت مین عمرو و بکر اسکی جائداد کے وارث ہوئے اور جو حصے عمرو و بکر کو جائداد خالد سے ملے ہین وہ بہت کم قیمت ہین اب زوجہ زید دعوی اپنے مہر کا اپنے بھائی اور ماموں کی معرفت سے عمرو و بکر پر کرتی ہو اور بگواہی زبانی گواہان نکاح و قاضی نکاح پڑھانے والے کی ضمانت خالد اداے مہر حسب منشا خود ثابت کرتی ہو اور کوئی ثبوت تحریری اس بارہ مین نہین رکھتی اور عمرو و بکر بیان کرتے ہین کہ ہمسے

کبھی خالد نے اپنا ضامن ہونا مہر کا بیان نہین کیا تو کیا از روی شرع شریف عمرو بکر مستحق ادای مہر مذکور ہو سکتے ہین اور اگر ہو سکتے ہین تو جسقدر وارث پاتی ہے اُسکے موافق عمرو بکر دینگے یا اور زیادہ بھی دینے کے مستحق ہین بینوا توجروا

الجواب - درحالیکہ کفالت کے گواہ موجود ہین کفالت ثابت ہوجائیگی اور کفالۃ بالمال موت کفیل سے باطل نہین ہوتی پس ادای زر کفالۃ میراث پر مقدم ہے پس ہندہ جائداد خالد سے جو عمرو بکر کے قبضہ مین ہے زر مہر وصول کر سکتی ہے اگر جائداد کفایت نہ کر سکے زائد کا مطالبہ عمرو بکر سے نہین ہو سکتا اور عمرو بکر زید کے ترکہ سے بقدر اپنے حق کے وصول کر سکتے ہین بشرطیکہ کفالۃ بامر زید ہوئی ہے ورنہ زید کے ترکہ سے عمرو بکر کچھ تعرض نہین کر سکتے۔ اما الکفیل بالمال فلا تبطل اے طلبها بعد موته فیوفی من ماله ثم ترجع الورثة علی المکفول عنه ان کانت بامره - شامی ج ۳ صفحہ ۵۸۴ ۱۵ ربیع الاول

باب الحوالۃ

سوال - ایک شخص نے کسی کی واجب الادا رقم روک لی دوسرے نے اپنے نام سے اُس سے وصول کر کے حیلہ سے دے دی یعنی جسکی واجب الادا رقم تھی جو اصل قرضخواہ تھا اُس کو دیدی اور وصول کیے ہوئے شخص کو کہدیا کہ تمہارے روپیہ ہم نے اُس کو دے دیے اُس نے جواب نہ دیا تو یہ معتبر ہوا یا نہین۔

جواب - جائز و معتبر نہین یدل علیہ اشتراط رضا المحیل والمحتال علیہ والمحتال فی الحوالۃ۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

کتاب الودیعۃ

سوال - زید عمرو کے پاس وقتاً فوقتاً امانت رکھتا تھا اور بوقت ضرورت لیتا دیتا رہا گو یہ معاملہ مدت تک رہا مگر جانبین نے کچھ لکھا لکھایا نہین ایک مرتبہ زید نے عمرو سے مبلغ ... جو اُس کا امانت تھا طلب کیا عمرو نے کہا کہ مجھے تو یاد ہے کہ صرف ... ہین زید نے زبانی یاد دلایا آخرش عمرو نے لاکر پورے ... حوالہ کیے اب زید نے دوبارہ عمرو کو صرف دیا کہ فلان ماہ مین فلان ... خرید کر

ہمارے پاس روانہ کرنا عمرو نے نہ بھیجا اُس وقت روپیہ لیکر وعدہ تو کیا جب زید بذریعہ تحریر متقاضی ہوا تو عمرو نے لکھا کہ میرے ذمہ تمہارا کچھ نہیں پھر تو اسکی حیص بیص ایک مدت تک رہی زید نے رفع دفع کی غرض سے یہ لکھا کہ تم یہ مبلغات خمسہ کسی مدرسہ یا یتیم خانہ مین دیدو باین نیت کہ یا اللہ اگر زید کا روپیہ ہے تو اُس کو ورنہ مجھکو ثواب ملے عمرو نے جہلا کے صرف زید کے نام روپیہ داخل کیا اور لکھا کہ تم نے جبرًا دلوایا ہے تو ایسی مشتبہہ صورت مین جب کہ زید کی تحریر کے خلاف روپیہ عمرو نے صدقہ کیا تو آیا زید کو مبلغ صہ عمرو کو دینا چاہیے یا نہین فقط

الجواب۔ جب اول بار مین زید کی یاد دہانی پر عمرو نے صہ ادا کیئے تو بدلالۃ حال اسکی وجوب کا اقرار کرلیا جو اُسپر حجۃ ہے اب دوبارہ جو زید نے عمرو کو صہ دیئے وہ امانت ہین اُس کا رکھنا عمرو کو جائز نہ تھا اس لئے یہ کہنا کہ جبرًا دلوایا ہے غلط ہے اور یہ صدقہ زید کی طرف سے ہوگیا اور یہ صدقہ دینا خلاف تحریر زید نہین ہو زید کا اصل مقصود تو یہی تھا کہ میری طرف سے دیا جاوے دوسری بات محض رفع نزاع کے لئے کہدی تھی پس خلاف مقصود نہین ہوا اسلیے یہ صہ نہ زید سے عمرو لے سکتا ہے اور نہ عمرو سے زید۔ واللہ اعلم ۶؍ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

مسئلہ نزع امانت مال یتیم از دست خائن

سوال۔ اگر عم در مال ایتام برادر اعیانی خود خیانت می کند و مال اوشان بیفائدہ مصروف می سازد درین صورت مال ایتام مذکور برای محافظت و تصرف بر آنانان حوالہ شخص دیگر امین معتبر کردہ شود جائز است یا نہ و غیر جد فاسد و مادرے دارند اگر باینشان حوالہ کردہ شود درست است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب الحضانۃ ولو الاب مبذرا ید فع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک اھ ازین روایت ثابت شد کہ ہرگاہ پدر کہ علی الاطلاق ولایت می دارد بتبذیر و اتلاف ممنوع التصرف و مسلوب الولایت می شود پس تا بعم چہ رسد و درین تخصیص مادر نیست ہر کس کہ اہلیت امانت و حفاظت داشتہ باشد احق و مقدم تر است۔ واللہ اعلم ۱۵؍ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ

سوال۔ ایک قصبہ مین جامع مسجد و عیدگاہ کی ترمیم کی وقتاً فوقتاً ضرورت واقع ہوئی اور بنظر آسانی ایک آمدنی دوامی کی حاجت محسوس ہوئی لہذا تمام باشندگان نے جمع ہوکر یہ صورت نکالی اور اس امر پر اتفاق کیا کہ تمام لوگ بوقت فروختگی مال بحساب فی روپیہ ایک چھدام دیا کرین تاکہ

رفتہ رفتہ رقم معتدبہ ہو جائے اور بوقت ضرورت خاص انہی مسجدون مین کام آئے اور صرف کیجائے
چنانچہ اسپر علدرآمد شروع ہوا اور اہتمام انتظام کے لیئے امام جامع مسجد کو متولی مقرر کیا اور یہ آمدنی
ہمیشہ بطور امانت خریداران قصبہ کے پاس جمع ہوتی رہی اور بوقت ضرورت متولی نے خریداران
سے وصول کر کے مصارف مخصوصہ و مقررہ شدہ مین صرف کیا اور اگر کبھی کسی خریدار نے علاوہ
مصارف مقررہ کے اور مصرف یا کسی دوسری مسجد مین صرف کیا تو اہالیان قصبہ و متولی نے
اُسنے دام دام وصول کیا اور ہمیشہ زمانہ دراز تک امور مذکورہ بالا پر علدرآمد ہوتا رہا اب کچھ زمانہ
سے چند خریداران جو محض بحیثیت امین اُس رقم امانت پر قابض ہین دینے سے انکار کرتے ہین
تو آیا اُن حضرات کو شرعاً رقم مذکور روک لینا اور علاوہ اُس مسجد کے جسکے لیئے تخصیص کی گئی
جس مسجد اور کار خیر مین چاہین صرف کر سکتے ہین یا نہین اور متولی مساجد مخصوصہ کو استحقاق
وصول کرنے رقم مسطور کا ہے یا نہین۔ بینوا بالکتاب۔

الجواب جس شخص کے پاس یہ رقم جمع ہوئی ہے اُس مین اگر خود اس شخص کی بھی کسیقدر رقم
ہے تو اُس قدر مین اس امین کو اختیار ہے کہ جو چاہے تصرف کرے اور جس قدر دوسرون کی رقم ہے
اُسمین اگر کوئی صاحب رقم اس امین کو اختیار و اجازت دوسرے تصرف کی دیدے اسی طرح
اُس مین بھی اُس کو تصرف جائز ہے اور ان دونون رقمون مین متولی کو یا کسی اور کو کوئی حق مطالبہ
و مزاحمۃ کا نہین ہے اور جسقدر دوسرونکی رقم ہے اور اُن اصحاب رقوم کی طرف سے اس امین کو تصرف
کی اجازت بھی نہین ہے اُس مین کوئی تصرف جائز نہین بلکہ اُن اصحاب رقوم کو یا جس شخص کو وہ
اختیار دے دین خواہ متولی ہو یا اور کوئی ہو وہ اختیار حاصل ہے اور اگر مجموعی رقم سے کچھ خرچ
ہو چکا ہو اور اُس کے بعد یہ نزاع ہوا ہو تو احکام مذکورہ مفصلہ سابقہ ہر قسم کی رقوم مین حصہ رسد
جاری ہون گے البتہ اگر کوئی رقم مختلط نہوئی ہو تو اُس جدا رکھی ہوئی رقم مین اُس کا حکم خاص
مستقلاً جاری رہیگا یہ تو سوال مذکور کا جواب تھا اور ایک مستقل کلام سوال مذکور کے متعلق اسپر
ہے کہ آیا ایسا قانون آمدنی کا مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز چونکہ اس کو پوچھا نہین گیا اس لیئے
جواب سے تعرض نہین کیا گیا لیکن چونکہ اکثر لوگون کو اس طرف التفات کم ہے اسلیئے اسقدر اجمالاً
تنبیہ کر دی گئی اور جن قواعد شرعیہ پر یہ تقریر مبنی ہے چونکہ وہ نہایت معروف ہین اس لیئے

نقل عبارات کتب کی حاجت نہیں سمجھی ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ ایک مسماۃ نے زید کو چپاکلی وجگنی واسطے بنوانے کے دی چونکہ وہ معتکف تھا اُس نے عمرو کو دیدی اُس کا بیان ہے کہ مین طاقچہ پر روبرو رکھکر پاجامہ پہننے لگا اور بھولکر چلاگیا اب مسماۃ زید سے دعوی کرسکتی ہے یا نہین اور زید عمرو سے دعوی کرسکتا ہے یا نہین ۔

نسیان المودع تضییع الخ

الجواب ۔ صورت مذکورہ مین مسماۃ موکلہ حکم مودعہ اور زید وکیل حکم مودع اور عمرو وکیل الوکیل حکم مودع المودع مین ہے کما ہو ظاہر اور مودع المودع مثل مودع کے ہلاک ودیعت سے ضامن نہین ہوتا استہلاک سے ہوتا ہے اور نسیان استہلاک ہے پس صورت مسئولہ مین عمرو ضامن ہو اب مسماۃ کو اختیار ہے خواہ زید سے دعویدار ہو اور وہ عمرو سے دعوی کرے اور خواہ ابتداءً عمرو ہی سے دعوی کرے اور زید سے کچھ تعرض نہ کرے نہ زید عمرو سے کچھ مواخذہ کرے فرع ولو قال وضعتہا بین یدی وقمت ونسیتہا فضاعت یضمن شامی ج ۳ صفحہ ۵۰۰ وھی امانۃ فلا تضمن بالہلاک مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا درمختار قولہ سواء امکن التحرز عنہ ام لا ولیس منہ النسیان کما لو قال وضعت عندی فنسیت وقمت بل یکون مفرطاً بخلاف ما اذا قال ضاعت ولا ادری کیف ذہبت فان القول قولہ مع یمینہ ولا یضمن لانہ امین حموی بتصرف طحطاوی ج ۳ صفحہ ۳۷۶ ولو استہلک الثانی الودیعۃ ضمن بالاتفاق ولصاحب الودیعۃ ان یضمن الاول ویرجع علی الثانی وان یضمن الثانی ولا یرجع طحطاوی ج ۳ صفحہ ۳۸۲ واللہ اعلم ۹ شوال روز جمعہ ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ زر ومال امانت خواہ کسی بالغ کا ہو یا نابالغ کا امین یا اُسکے ملازم یا عزیز وآشنا کے پاس جس کو امین نے معتمد سمجھ کر رکھوا دیا ہو سرقہ یا تلف یا گم ہوجاوے یا لٹجاوے اور امین کی جانب یا جسکے پاس امین نے رکھوا دیا تھا بد دیانتی وبے احتیاطی ظہور مین نہ آئی ہو تو وہ زر ومال امین وغیرہ پر ادا کرنا لازم ہوگا یا شرعاً اس تاوان سے وہ محفوظ رکھے جائینگے اور اگر امین کا زر ومال بھی شامل زر ومال امانت کے تلف ہوا ہے اور کچھ حصہ زر کا برقہ واتلاف ولوٹ سے بچ رہا ہے اور دونون کے زر کی تعداد مساوی نہین کم وبیش ہے تو وہ دونون کس حساب سے بقیہ زر تقسیم کرینگے بحصہ رسدیا کیونکر ۔ اور اگر ایک مکان وایک بکس وصندوق وغیرہ مین امین کا ذاتی روپیہ اور نیز زر امانت رکھا ہوا ہے مگر تھیلیان یا ظروف جن مین روپیہ ہے دونون کے جدی جدی ہین اور اتفاقیہ بلا ظہور بد دیانتی امین کے زر امانت چوری ہوگیا اور امین کا ذاتی روپیہ بچ رہا تو امین زر امانت کا دیندار

خلط مال ودیعت مع مال مودع یا بغیر آن

ہوگا یا نہیں۔

الجواب۔ اگر امانت جدا رکھی ہے اور باوجود نگہداشت کے تلف ہوگئی امین ضامن نہوگا اور اگر شامل رکھی ہے سو اگر ایسی چیز کے ساتھ شامل ہے کہ جدا ہوسکتی ہے تو بھی امین ضامن نہیں۔ تلف شدہ و باقی ماندہ مالک کی ہے اور اگر ایسی چیز کے ساتھ مخلوط ہے کہ تمیز دشوار ہے سو اگر بدون شامل کیے ہوئے شامل ہوگئی تب دونوں شریک ہیں تلف شدہ و باقی ماندہ دونوں پر حصہ رسد تقسیم ہوگا اور اگر دانستہ شامل کی ہے تو اگر مالک کی اجازت سے کی ہے تب بھی دونوں مثل سابق کے شریک ہیں اور متلف اور باقی دونوں کا حصہ رسد ہے اور اگر بلا اجازت خلط کردیا ہے محض خلط سے ضامن ہوجائے گا جو کچھ تلف ہوگا امین کا ہوگا اور اسکی امانت کی قیمت کا ادا کرنا واجب ہوگا

وکذا لو خلطہا المودع بمالہ بغیر اذن بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبیٰ ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط (قولہ لا تتمیز فلو کان یمکن الوصول الیہ علی وجہ التیسیر کخلط الجوز باللوز والدراہم السود بالبیض فانہ لا ینقطع حق المالک اجماعا شامی) وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ ۱۲ (قولہ بغیر صنعہ فان ہلک ہلک من مالہما جمیعا ویقسم الباقی بینہما علی قدر ما کان لکل واحد منہما کالمال المشترک بحر شامی) اور اگر امانت جاتی رہی اور امین کی ذاتی چیز بچ گئی باوجود حفظ کے ضامن نہیں وہی امانۃ فلا تضمن بالہلاک مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا ہلک معہا شئی ام لا ۱۲ واللہ اعلم

کتاب العاریۃ

سوال۔ خسر یا خوشدامن نے بہو سے کچھ ظروف مسی و چینی استعمال کے واسطے لیئے اور تصریح ہبہ یا عاریت کی نہیں ہوئی وہ لوگ اُن کو استعمال کرتے رہے پھر وہ بہو مرگئی اور شوہر اور والدین اور اطفال خردسال بعض ہشیار بعض محض لایعقل وارث چھوڑے اور اُن میں سے بعض ظروف قبل موت و بعد موت مرحومہ شکستہ بھی ہوگئے اب تین امر دریافت طلب ہیں اوّل تو یہ کہ یہ ہبہ کہا جاویگا یا عاریت دوسرے یہ کہ بر تقدیر عاریت ہونے کے اب بعد موت مالک بھی خواہ باذن ورثہ یا بحکم اذن سابق مورثہ استعمال ظروف جائز ہے یا نہیں تیسرے یہ کہ ظروف شکستہ کا ضمان بھی لازم ہے یا نہیں۔

الجواب - صورت مذکورہ ہرگاہ متردد ہے درمیان ہبہ وعاریت کے اور ہبہ کا کوئی قرینہ قوی موجود نہیں ضرورۃً عاریت پر محمول ہوگی کیونکہ وہ ادنی متیقن ہے جیسا وقت تعارض ہبہ وودیعت کے ودیعۃ پر حمل کیا جاتا ہے لان الاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنی وہو متیقن درمختار مع الشامی ج ۴ ص ۴۹۳ - جب عاریت ہونا ثابت ہوگیا تو عاریت موت معیر یا مستعیر سے باطل ہوجاتی ہے اذا مات المعیر او المستعیر تبطل الاعارۃ خانیہ ۱۲ شامی ج ۴ ص ۵۰۷ پس ورثہ سے دوبارہ عاریت لینا ضرور ہوا اُن میں سے شوہر اور والدین بنفس خود وطفل عاقل باذن پدر مختار عاریت دینے کے ہیں قولہ (فی حکم العبد الماذون) یملک الاعارۃ وکذا الصبی الماذون شامی ج ۴ ص ۵۰۶ پس ان کی اجازت تو ممکن ہے البتہ طفل غیر ممیز نہ تو خود اجازۃ کا مجاز۔ نہ باپ کو اُسکے مال کا عاریت دینا جائز ولیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی والوصی درمختار مع الشامی ج ۴ ص ۵۰۶۔ اور بوجہ مشترک ہونے کے بدون تقسیم اپنے حصہ کے مقدار میں بھی کسی کی اجازۃ صحیح نہیں پس قبل از تقسیم رد کرنا اُس کا واجب ہے اور جو ظروف بعد موت معیرہ شکستہ ہوئے اُن کا ضمان تو قطعاً آویگا کیونکہ بعد بطلان استعارہ کے اُس کا حکم مثل غصب کے ہوا کہ تلف سے ضمان واجب ہے اور قبل موت حالت بقاء اعارہ میں جو تعدی اور غفلت سے ضائع ہوا اُس کا ضمان لازم ہے ورنہ نہیں ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد درمختار مع الشامی کتاب العاریۃ ج ۳ ص ۵۰۳ واللہ اعلم یکم رمضان روز شنبہ ۱۳۳۳ھ

کتاب الاجارۃ

سوال - مذہب قدماء میں عبادات پر اجرت لینا دینا حرام ہے - ان حضرات کی دلیل کیا ہے متاخرین نے کن کن عبادات پر اجرت جائز فرمائی ہے اور مصلحۃ مجوزہ کیا تھی اور وہ مصلحۃ مجوزہ شاملہ ہے یا غیر شاملہ اگر شاملہ ہے تو اختصاص لبعض دون البعض کیوں اور اگر غیر شاملہ ہے تو وہ کونسی ہے۔ یہاں زیارۃ قبور وصلوٰۃ جنازہ وتہلیل خوانی وقرآن خوانی بر قبور وفاتحہ ذبح فتوی نویسی فرائض نویسی دستخط بر فتوی فرائض شہادت وعقد وغیرہا عبادات پر اجرت لیتے ہیں اور اجرت لینا دینا مشہور ہے اس طرح پر اگر کسی جانب سے اجرت کا ذکر بھی نہو تاہم اُجرت دیتے ہیں - اگر نہ دیں تو خفا ہوتے ہیں کیسا ہے۔

(اجرت بر طاعات)

ہین کیسا ہے۔

الجواب۔ اصل مذہب یہ ہی کہ کسی طاعت مقصودہ پر اجرت لینا جائز نہین مگر جن طاعت ہین دوام یا پابندی کی ضرورت ہے۔ اور وہ شعار دین مین سے ہے کہ ان کے بند ہونے سے اخلال دین لازم آویگا اور ویسے کسیکو مہلت نہین ایسے امور کو اس کلیہ سے مستثنے کر دیا ہی اور ظاہر ہے کہ زیارۃ قبور و تہلیل خوانی قرآن خوانی بر قبور فاتحہ کے متروک ہونے سے نظم دین مین کوئی خلل لازم نہین آتا اسلئے یہ اس کلیہ سے مستثنے نہین ہو سکتا علی ہذا القیاس گواہی نہ دینے سے دین مین بے رونقی نہین ہوتی خود کاتم گنہگار ہوگا دستخط مین کوئی مشقت نہین نہ شعار دین سے ہے بیع و عقد و فسخ نقص نویسی مین البتہ باین وجہ کہ عبادت مقصودہ مین سے نہین گنجایش معلوم ہوتی ہے۔ منصف طالب کے لیئے اتنا کافی ہے مگر علماء مجادلین کے لیئے بار شتر سے بھی سکوت و قبول کی امید نہین اس لیئے اسپر بس کیا گیا۔ فقط واللہ اعلم۔ اشرف علی عفی عنہ

تحقیق مسئلہ مستفسرہ کھجور

یہ معاملہ کہ نصف تاڑی ٹھیکہ دار لیوے اور نصف مالک کو دیدے خود معاملہ باطل ہے خواہ وہ تاڑی یا اس کا گڑ حلال ہو یا حرام وجہ یہ کہ یہ معاملہ بیع ہے یا اجارہ۔ اگر بیع ہے سو اول تو مجہول ثانیاً موضع غرر مین مثل لبن فی الضرع ثالثاً دونون بدل ایک شخص کی ملک مین داخل ہونگے اور بیع کی ماہیت مقتضی اسکی ہے کہ ایک بدل ملک بائع مین ہو دوسرا ملک مشتری مین۔ اور اس صورۃ مین بیع الشئی بملک نفسہ لازم آتا ہے وہو باطل۔ اور اگر اجارہ ہے جیسا کہ ظاہر ہی ہے سو یہ داخل قفیز الطحان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اجرت کی تحصیل عامل کے عمل پر موقوف ہو اس کا اجرت مقرر کرنا بمقابلہ عمل اس عامل کے حرام ہے اور یہان ایسا ہی ہے کیونکہ تحصیل اجرت یعنی نصف تاڑی کا موقوف اوپر استخراج اس شخص کے ہے اور یہ نص ممنوع ہے ثانیاً اجرت کا معلوم ہونا واجب ہو اور یہان مجہول المقدار ہے غرض یہ معاملہ کسی عقد صحیح مین داخل نہین اس لیے باطل ہے۔ اب رہی تحقیق حلت و حرمت اسکی اور اسکے گڑ کی سو یہ امر تو ظاہر ہے کہ قبل سکر وہ حلال ہے اور بعد سکر حرام و نجس اور انقلاب ماہیت و زوال سکر

سبب علت ہیں اگر گڑ بہا کر بنایا جاوے۔ بدون اسکے نہ اس میں کوئی شئے مخلوط ہو جیسے نیشکر کا بنتا ہے وہ حلال ہوجاوے گا اور حکم اُس کا مثل مثابث کے ہے اور اگر کسی چیز نجس کو مخلوط کرکے بناتے ہوں سو چونکہ خلط بالنجس موجب نجاست ہے وہ مرکب نجس و حرام رہے گا اور اس صورت میں قلب ماہیت مفید نہیں جیسے دقیق معجون بالخمر حرام ہے خواہ اسکی روٹی مسکر نہو بوجہ تنجس کے فکذا ہذا۔ حاصل یہ کہ اگر گڑ حلال بھی ہو تب بھی یہ عقد باطل و حرام ہے اور وجہ حرمت کے منحصر سکر میں نہیں جو رفع اس کا مستلزم رفع حرمت کو ہو بلکہ وجوہ حرمت متعدد ہیں اور یہاں وہ حرمت موجود ہے کما مر سابقاً فقط

تحقیق معصیت بودن اجارۂ فاسدہ

سوال۔ آج کل اجارہ فاسدہ بہ کثرت رائج ہیں مثلاً مطابع میں بتصحیح و کتابت وغیرہ کا ایک خاص دستور ہے اُسکے موافق اُجرت ملجاتی ہے اور کچھ طے نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات اجیر کو بوجہ ناواقفیت کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا اس خیال پر کہ جو کچھ دیدیں گے لے لوں گا کام کیا کرتا ہے اسکے علاوہ اور اجارات رائجہ زمان۔ انکے متعلق دریافت طلب یہ ہے کہ اجارہ فاسدہ کا اثر صرف دنیوی ہے یعنے اجر مثل کا ملنا اور در صورۃ اجر مسمی کے مسمی کا نہ ملنا یا کچھ اخروی اثر بھی ہے یعنی استحقاق عقوبت و گناہ و خبث اجرت وغیرہ۔

الجواب۔ تصریحاً نظر سے نہیں گذرا مگر غالباً معصیت سے خالی نہیں لارتکاب المنہی عنہ اور اجرت میں خبث نہیں آتا لمشروعیتہ باصلہ وان کان غیر مشروع بوصفہ واللہ اعلم۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

تحقیق اجرۃ زانیہ

سوال۔ شامی صفہ ۲ جلد خامس میں ہے۔ وفی غرر الافکار عن المحیط ما اخذتہ الزانیۃ ان کان بعقد الاجارۃ فحلال عند ابی حنیفۃ لان اجر المثل فی الاجارۃ الفاسدۃ طیب وان کان الکسب حراما وحرام عندہما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا لانہا اخذتہ بغیر حق اھ تعجب ہے زانیہ جو روپیہ بعقد اجارہ کسب کرے وہ طیب ہو حالانکہ صریح لفظ حدیث مہر البغی حرام کہہ رہا ہے اس سے بڑھ کر اور یہ بات ہے کہ درمختار ص ۴۲ وغیرہ دیگر متون و شروح میں ہے لاتصح الاجارۃ بعسب التیس ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی الخ علامہ شامی اسی کے تحت نقل کرتے ہیں وفی المنتقی امرأۃ نائحۃ او صاحبۃ طبل او زمر اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا تتصدق بہ وان من غیر شرط فہو لہا قال الامام الاستاذ لایطیب والمعروف کالمشروط اھ قلت وہذا مما یتعین الاخذ بہ فی زماننا لعلمہم انہم

لا ینہ یسون الا باجر المثبۃ اھ زمارہ وغیرہ کا مال تو طیب نہو اور زنا کا کسب طیب ہو اس مین کیا توجیہ ہو سکتی ہے کچھہ سمجھہ مین نہین آتا ہے اور روایت مذکورہ کو دیکھکر بڑی حیرت ہے ادھر تو اتنی سختی اور ادھر اتنی مساہلت کہ حلال طیب اور مخالفت حدیث مزید بران حضور اس مسئلہ کے متعلق شافی جواب اور قول مفصل تحریر فرماوین کہ تسکین ہو۔

الجواب حلت ما اخذتہ الزانیۃ کی علت فساد اجارہ کو ٹھہرایا ہے اور ظاہر ہے کہ فاسد کہتے ہین مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ کو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زنا فعل محرم ہے اس کا اجارہ بوجہ حرمت معقود علیہ کے مشروع باصلہ نہین ہو سکتا پس یہ یقینی دلیل ہے اسپر کہ مراد اس سے وہ صورۃ ہے کہ اجارہ ہوا ہے فعل مباح پر مثل خبز و طبخ وغیرہما اور اس مین یہ شرط ٹھہرا لی کہ مجھسے زنا بھی کیا کرو چونکہ یہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ یعنے بشرطہ ہے یہ اجارہ فاسد ہوگا اس صورۃ مین جو اجرۃ ملے گی وہ حلال ہے صاحبین یا تو خبث طریق کو خبث مال مین موثر سمجھتے ہون گے یا انھون نے شرط کو شطر قرار دیا ہے اور امام صاحب نے تصحیح عقد کے واسطے اس کو شرط کہا ہو کہ عاقل بالغ کے تصرف کو جہانتک صحیح کرنا اولی ہے اسوجہ سے اختلاف ہو گیا اور بغیر عقد مین وہی عقد مباح مراد ہے یعنے اگر عقد مباح ہوا ہی نہین صرف زنا ہی ہوتا رہا تو جو ماخوذ ہوگا وہ ماخوذ بالزنا ہوگا اس لیے وہ حرام ہے اگرچہ زنا کو معقود علیہ بھی نہ ٹھیرایا ہو لان المعروف کالمشروط اور حاشا وکلا کہ خود زنا کو معقود علیہ بنا کر کوئی مسلمان اس کو اجارہ فاسدہ اور اسکی آمدنی کو طیب کہے یقیناً وہ اجارہ باطلہ اور آمدنی اس کی حرام وخبیث ہے اور امام صاحبؒ کی تو بڑی شان ہے فقط واللہ اعلم ۲۴ جمادی الاولی سنہ ۱۳۲۱ھ

مستفتی کا اس جواب پر شبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تاویل مسئلہ بہت خوب ہے مگر ذرا یہ شبہ ہے بحر الرائق جلد ہشتم صفحہ ۲۲ مین ہے وفی المحیط ومہر البغی فی الحدیث ہو ان یواجر امتہ علی الزنا وما اخذہ من المہر فہو حرام عندہما وعند الامام ان اخذہ بغیر عقد بان زنی بامۃ ثم اعطاہا شیئا فہو حرام لانہ اخذتہ بغیر حق وان استاجرہا لیزنی بہا ثم اعطاہا مہرہا او ما شرط لہا لا باس باخذہ لانہ فی اجارۃ فاسدۃ فیطیب لہ وان کان السبب حراما اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص زنا کے لیے اگر اجارہ واقع ہو تو اس مین اجر طیب ہے یہ بہت صاف ہے

جیسا ارشاد ہو۔

الجواب۔ سرسری نظری مین واقعی شبہ قوی ہے مگر ذرا غور کیا جاوے تو خود تعلیل حکم کی لانہ فی اجارۃ فاسدۃ اسکی توجیہ بتلارہی ہے اس لیئے کہ یہ دونون مقدمے اجماعاً مسلم ہین کہ (۱) زنا حرام لعینہ ہے اور (۲) جو معقود علیہ حرام لعینہ ہو وہ اجارہ باطلہ ہے نہ فاسدہ پس جب اجارہ کو فاسد کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معقود علیہ زنا کو نہین ٹھیرایا پس لامحالہ لیزنی بہا کو زنا کے معقود علیہ بنانے پر محمول کرنا صحیح نہوگا ورنہ کلام کا اوّل و آخر باہم متعارض ہونگے جو ادنیٰ عاقل کے کلام مین بھی محتمل نہیں نہ کہ افاضل و اکابر فقہا کے کلام مین ایسا واقع ہو بلکہ یہ لام غائت و غرض کا ہے اور غرض کا غرض ہونا تصریح غرضیت پر موقوف نہین ہوتا بلکہ تعلق قصد کافی ہے مثلاً اسلمت لادخل الجنۃ کی صحت مین یہ ضرور نہین کہ اسلام کے وقت اس کا اشتراط بھی زبان سے کرے بلکہ محض قصد مراد ہے پس معنی اس کلام کے یہ ہونگے کہ استیجار ہوا ہے مطلقاً جیسے اجیر خاص ہوتا ہے کہ تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے حتے کہ اگر اسکا کوئی کام نہ لے مگر اجیر کی جانب سے تسلیم نفس پایا جاوے تو اجرت واجب ہو جاتی ہے پس اسی طرح کسی نے امتہ کو مثلاً اجیر خاص کے طور پر نوکر رکھا اور غرض و مقصود دل مین یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کرینگے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہوگا اور چونکہ قرائن مقامیہ یا مقالیہ اس اجارہ مین یہ شرط بھی معلوم ہے اور المعروف کالمشروط قاعدہ مقررہ ہے پس جیسا صراحۃ معقود علیہ تسلیم نفس ہو اور اُس مین ایسی شرط ہو تو بوجہ مشروع باصلہ و غیر مشروع بوصفہ ہونے کے اجارہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح یہان بھی ہوگا بلکہ اگر ہم اس غرض کو مصرح قولاً بھی مان لین تب بھی یہ توجیہ مذکور دافع اشکال ہے یعنے معقود علیہ مطلق تسلیم نفس کو کہا جاوے اور اُس مین اس غرض کی بھی تصریح کردی تب بھی حسب تقریر مذکور یہ اجارہ فاسد ہوگا ہان اگر خاص معقود علیہ اسی فعل خبیث کو بنا دے تو مال کے حرام ہونے مین کوئی شبہ نہین۔ رہا یہ کہ بغیر عقد کے کیون حرام ہے تو وجہ اُسکی یہ ہے کہ المعروف کالمشروط جب اس نے کچھ عقد نہین کیا اور کچھ دیا تو دلالۃ حال سے ظاہر ہے کہ اُسی کے مقابلہ مین ہے بخلاف عقد مباح کے کہ تنصیص علی المباح پر دلالت اعطاء علی الحرام کو ترجیح نہین ہوسکتی لان الدلالۃ لایفوق الصریح۔ اور اگر یہ توجیہ خلاف ظاہر معلوم ہو تب بھی بوجہ حدیث و قواعد مسلمہ فقہیہ اس کا ارتکاب لازم ہے۔ ورنہ ہم کو ایک عبارت کا مقابلہ حدیث و قواعد صحیحہ فقہیہ کر دینا

سہل ہوگا۔ والسلام یکم جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

السر المکنون

فی المقام سر دقیق عمیق ہو مبنی لقول الامام رح نسمح بذکرہ للخواص ولا ناذن لہم باذاعتہ للعوام اومن کان
تسلیم وانہ تقتضی سبق مقدمات الاولی فی الفتح وذکر انہ فی الخلافیات للبیہقی عن علی رض وہو مسند ابی حنیفۃ رح
عن مقسم عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات وفیہ وایضا
فی اجماع فقہاء الامصار علی ان الحدود تندرء بالشبہات کفایۃ الثانیۃ ان الشبہۃ کما فی الہدایۃ حقیقتہا
ما یشبہ الثابت لانفس الثابت الثالثۃ ان الاجارۃ کما قال الفقہاء عقد یرد علی ملک المنافع الرابعۃ
فی سنن الترمذی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فان دخل بہا
فلہا المہر بما استحل من فرجہا دل الحدیث علی ان وجوب المہر لا ینافی بطلان العقد اذا وجد شبہۃ ومن ثم
قال علماؤنا ان الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مہر الخامسۃ ان ما وجب اعطاؤہ لاحد لا یکون حراما
علیہ والا لزم کون اعطاء الحرام واجبا وہو باطل کیف واعطاء الحرام لیس بجائز فضلا عن ان یکون واجبا
اذا تمہدت لک المقدمات فاعلم ان من استاجر امرأۃ لیزنی بہا وجد ہہنا صورۃ الاجارۃ وان لم توجد
حقیقتہا لکون المعقود علیہ حراما العینۃ کما فی نکاح المحارم وجد صورۃ النکاح وان لم یوجد حقیقتہا فتحقق شبہۃ
الاجارۃ وتترتب علیہا شبہۃ ملک المنافع بالمقدمۃ الثانیۃ والثالثۃ فاندرء الحد بالمقدمۃ الاولی
فوجب العقر بالمقدمۃ الرابعۃ ولا یکون ہذا العقر خبیثا للمرأۃ وکذا من عطنۃ للمقدمۃ الخامسۃ فالحکم بکونہ
حلالا لیس من حیث کونہ اجرۃ بل من حیث کونہ عقرا یجب اداؤہ علی العاقد والعقر وان فسر علی بعض الاقوال
بمہر المثل لکن مہر المثل فی العاقد الفاسد علی ما فی الہدایۃ لا یزاد علی المسمی عندنا خلافا لزفر رح فلذا لم یجب
فی الاستیجار الا ما سمیاہ ومن ثم عبر واعنہ بقولہم بالاجرۃ او المہر او ما شرط لہا ولم یسموہ اجرۃ ہذا اذا عقد الاجارۃ
اما اذا لم یستاجر یجب فیہ الحد فلا یجب العقر فلا یکون الماخوذ حلالا لکون الحل مبنیا علی العقریۃ فلما انتفی المبنی
انتفی المبنی فبقی بدلا محضا عن الزنا اما الحدیث المبین بکونہ خبیثا فلما ثبت کونہ مبنیا الخ علی الحدیث الآمر
بدرء الحدود بالشبہات وجب الجمع بین الحدیثین بحمل حرمۃ مہر البغی علی ما اذا لم یوجد العقد ولا یبعد مثل ہذا التخصیص
اذا اضطر الی الجمع بین الاحادیث کما لا یخفی علی ذوی العلم واما لم یعتبرہ الصاحبان شبہۃ اوجبا فیہ الحد فلم
یوجبا العقد فیکون الحکم فی العقد وغیرہ عندہما سواء کما اعتبر الامام رح نکاح المحارم شبہۃ فی سقوط الحد۔

ولم یعتبراہ ویؤیدہ ہذا کلہ مافی الفتح ومن شبہۃ العقد ما اذا استاجرہا لیزنی بہا ففعل لاحد علیہ ویعزر وقالا ہما
والشافعی ومالک واحمد یحد لان عقد الاجارۃ لا یستباح بہ البضع فصار کما لو استاجرہا للطبخ ونحوہ من الاعمال
ثم زنی بہا فانہ یحد اتفاقاً ولہ ان المستوفی بالزنا المنفعۃ وہی المعقود علیہ فی الاجارۃ لکنہ فی حکم العین فبالنظر
الی الحقیقۃ یکون محلاً لعقد الاجارۃ فاورث شبہۃ بخلاف الاستیجار للطبخ ونحوہ لان العقد لم یضف الی
المستوفی بالوطی والعقد المضاف الی محل یورث الشبہۃ فیہ لا فی محل آخر وفی الکافی لو قال امہرتک کذا لا زنی
بک لم یجب الحد وکذا لو قال استاجرتک اوخذی ہذہ الدراہم لاطأک والحق فی ہذا کلہ وجوب الحد اذ المذکور معنی
یعارضہ کتاب اللہ الزانیۃ والزانی فاجلدوا فالمعنی الذی یفید ان فعل الزنا مع قولہ ازنی بک لا یحد مع
للفظۃ المہر معارض لہ اھ وقد بان لک بقول الفتح والحق الخ ان القول بعدم وجوب الحد مرجوح فکذا القول
بکون المال حلالا الذی کان بناءً علیہ - وبالجملۃ لا یسع الاخذ بکون المال حلالا لکن لا مساغ للطعن علی
الامام رحمہ اللہ لانہ قال ما قال بالحدیث لا بالرای وقد تایدما قال بحدیث الترمذی المذکور فیما قبل حیث حکم بالبطلان
واوجب المہر وہو مسقط للحد بالاتفاق ہذا واللہ اعلم بالصواب فی کل باب - غرۃ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

سوال - اکثر مدارس اسلامیہ مین مدرسین کے لیے ایک ماہ کی رعایتی رخصت کا قانون ہے جس ماہ مین
تعلیم نہین ہوتی کس طرح وہ تنخواہ کے مستحق ہو سکتے ہین مہتمم یا اہل شوریٰ ایسے قواعد مقرر کر سکتے ہین
یا نہین -

الجواب - مہتمم واہل شوریٰ وکیل ہین اہل چندہ کے پس اگر بتصریح یا بقرائن اس قانون پر اہل چندہ کو
اطلاع اور انکی رضا ثابت ہو تو چندہ سے تنخواہ دینا جائز ہے ورنہ ناجائز اگر رضا نہ ہو اور شرط ہو تو
جسنے مدرس کو نوکر رکھا ہے وہ اپنے پاس سے دے ۱۵ر شعبان ۱۳۲۱ ہجری

سوال - مدرسے کے وقت مین مدرس کو کوئی اپنا کام پیش آیا اور اس نے اپنا کام کیا اور خارج از وقت
مدرسہ اسنے اسکے عوض تعلیم دی تو اس صورۃ مین وہ مستحق کل تنخواہ کا ہو سکتا ہے یا نہین -

الجواب - مدرسی عقد اجارہ ہے اگر باہم معاہدہ اجارہ کے وقت وقت کی تخصیص بھی ہوئی ہے کہ فلان
وقت مین کام کرنا ہوگا تو دوسرے وقت کام کرنے سے مستحق اجر کا نہین ہے اور اگر صرف مقدار معین
ہوئی ہے اور تخصیص نہین ہوئی تو مستحق اجر ہے - فقط ۱۵ر شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال - مدرس مدرسے مین آیا طلبہ بیمار ہین یا بوجہ قلت اسباق تمام وقت مقررہ مدرسہ تعلیم مین

مشغول نہین تو اس صورت مین کل تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ یہ اجیر خاص ہے تسلیم نفس سے استحقاق اجرت کا ہوجاوے گا پس اگر یہ اُس وقت مین حاضر رہا تو مستحق ہے ورنہ نہین ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ مدرس بیمار ہوگیا ایام مرض کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہین اگر ہے اور اس نے نہین لی تو لے سکتا ہے یا نہین۔

جواب۔ اگر قالاً یا حالاً اہل چندہ کی رضا سمجھی جاوے تو یہ شرط ٹھیرانا درست ہے کہ ایام مرض کی تنخواہ دیجاویگی ورنہ درست نہین پھر اگر شرط نہ ٹھیری تھی تب تو استحقاق نہین ہے اور اگر شرط ٹھیر گئی تھی تو وہ مستحق ہے پھر اگر اہل چندہ کی رضا معلوم ہو تو چندہ سے دینا درست ہے ورنہ جس نے مدرس کو رکھا ہے وہ اپنے گھر سے دے جیسا سوال ۱ کے جواب مین مذکور ہوا۔ ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ مہتمم نے ایک ساعی چندہ کے لیے مقرر کیا اور اسکی تنخواہ مقرر کی اُسکی سعی سے چندہ مقرر ہوا اب وہ سعی جیسا کہ پہلے کیا کرتا تھا کہ سفر یا شہر مین جدید چندے مقرر کرائے نہین کرتا بلکہ مدرسہ وغیرہ کی نگرانی وغیرہ کرتے ہین اور جسوقت نگرانی کرتے ہین اُس وقت کی تنخواہ تعلیم وغیرہ کی ہی وہ لیتے ہین پس اس صورۃ مین وہ سعی چندہ کی تنخواہ کے مستحق ہوسکتے ہین یا نہین۔

الجواب۔ جب عمل نہین استحقاق اجرت نہین جیسا ظاہر ہے ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ سعی چندہ کے لیے ماہوار مقرر ہے تمام سال مین ایک یا دو ماہ سعی کی جن مہینون مین سعی کی اُنکی تنخواہ کے مستحق ہونگے یا تمام سال کے۔

جواب۔ صرف اُن ایام کے جیسا ظاہر ہے فقط ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اواخر شعبان واوائل شوال وتمام ماہ رمضان ودیگر ایام عید الضحےٰ وغیرہ مین تعطیل ہوتی ہے ان ایام کی تنخواہ کا مدرس مستحق ہے یا نہین۔

جواب۔ برضاء اہل چندہ چندے سے دے سکتے ہین ورنہ عدم اشتراط مین استحقاق نہین اور اشتراط مین بذمہ موجر واجب ہے جیسا کہ ۲ و ۳ مین مذکور ہوا فقط ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ طلبہ کو بوجہ سرزنش کسی روز سبق نہین پڑھایا اُس روز کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہین

جواب۔ اس کا حکم بھی ۱ و ۲ و ۳ سے مفہوم ہوگیا۔ واللہ اعلم ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

تحقیق اداے زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر وجواب شبہ بر آن مسئلہ

سوال۔ صفحہ ۲۵ فتاوی اشرفیہ حصہ دوم مین مسئلہ منی آرڈر کے متعلق قصور فہم سے کچھ خلجان ہے اس لئے کہ تسلیط کو تملیک کہا گیا اگر اسی مسئلہ مین براہ راست کسی فقیر کو منی آرڈر نہ کیا جاوے بلکہ کسی غنی کے ذریعہ سے تو لامحالہ یہ تسلیط تملیک نہین بلکہ توکیل بالقبض ہے پھر اقتران نیت بوقت منی آرڈر کرنے کے مفقود ہے و نیز فقہا خاطبۃ تسلیط کو توکیل بالقبض کہتے ہین کہ جسکے بعد مسلط اصیل فی القبض لنفسہ ہوتا ہے چنانچہ شامی قولہ علی قبضہ پر ساتخانی سے نقل کرتے ہین وح یصیر وکیلا فی القبض عن الآمر ثم اصیلا فی القبض لنفسہ الخ اور جس عبارت کو صاحب درمختار نے الا اذا سلطہ سے تعبیر کیا ہے ہدایہ صفحہ ۱۸۲ کتاب الوکالۃ بالبیع والشراء مین تملیک الدین من غیر من علیہ الدین من غیر ان یوکلہ بقبضہ وذلک لایجوز الی قولہ بخلاف ما اذا عین البائع لانہ یصیر وکیلا عنہ فی القبض ثم یتملکہ الخ سے تعبیر کیا ہے جس سے تسلیط اور توکیل کا متحد ہونا ثابت ہے اور صاحب درمختار نے بھی کتاب الوکالۃ بالبیع والشراء مین مسئلہ مذکورہ کو جعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ الخ سے ذکر کیا ہے اور اگر تسلیط سے ما نحن فیہ مین تملیک مراد لیا بھی جاوے تو معنی الا اذا سلطہ علی قبضہ کا الا اذا ملکہ علی قبضہ ہوا اور تملیک علی القبض توکیل علی القبض ہے نہ تملک العین پس اقتران بوقت تملیک کیونکر متحقق ہوا۔

جواب۔ تسلیط وتوکیل کا اتحاد اُس وقت مضر ہوتا کہ یہان صرف تسلیط ہوتی اور جبکہ یہان تملیک بھی ہے کما ہو مذکور صریحا فی قولہ تملیک الدین الخ اور اُسکی شرط مین کہا ہے اذا سلطہ الخ تو تملیک مع التوکیل بالقبض متحقق ہوگئی اور تملیک کا وقت نیت مقارن ہے پس محل تردد نہین ہے چنانچہ بعد عبارت ساتخانی منقولہ فی السوال مصرح ہے واذا نوی فی ذلک التصدق بالزکاۃ اجزاہ کما فی الاشباہ اس تقریر سے مخدور اخیر جو مبنی ہے تسلیط وتملیک کے اتحاد پر نیز دفع ہوگیا کیونکہ اتحاد کا دعوی نہین کیا گیا اور اگر اس جملہ سے ایہام ہو کہ خود تسلیط تملیک ہے تو اُس سے اصل مقصود یہ دعوی کرنا ہے کہ تملیک وقت قبض تک مؤخر نہین بلکہ بالفعل ہے البتہ تعبیر مین تسامح ہے مقصود تسلیط وتملیک کی مقارنت کا دعوی ہے فافہم البتہ غیر فقیر کی معرفت بھیجنے مین یہ تقریر جاری نہوگی جس سے اصل سائل نے بھی سوال نہین کیا جیسا اُسکی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہے گو مدارس کا ذکر قرینہ عموم تھا مگر اُسکی طرف التفات نہوا تھا بہرحال اس صورت

مین وکیل کی نیت کو شرط کہا جاویگا واقعی اصل جواب مین اسکی تصریح ہونا مناسب بلکہ ضروری تھا واللہ اعلم ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال - کاشتکار سے سرکاری معینہ رقم سے زیادہ وصول کرنا جائز ہے یا نہین -

الجواب - اس سوال کے معنی جو مین سمجھا ہون وہ یہ ہین کہ زمیندار یعنی مالک زمین کو سرکار نے کسی قانون سے یہ حکم کر دیا ہے کہ تم اپنی زمین کے کاشتکار سے اسقدر مقدار سے زیادہ لگان نہین لے سکتے ہو اگر یہی معنے ہین تو جواب یہ ہے کہ اجرت ٹھیرانے کا استحقاق مالک کے ہوتے ہوئے غیر مالک کو نہین ہے اس لیئے یہ حکم شرعاً غیر معتبر ہے اور زمیندار کو بلاشبہہ یہ حق حاصل ہے کہ کاشتکار کو مجبور کرے کہ ہم کو اسقدر لگان دینا ہوگا ورنہ ہم تم کو کاشت کی اجازت نہین دیتے اگر اسکے بعد وہ بڑھاوے گا تو زمیندار کے لیئے حلال طیب ہے اور اگر اس نے نہ بڑھایا تو ایسی زمین کی کاشت سے وہ گنہگار ہوگا اور اگر سوال کا کچھ اور مطلب ہے تو اسکی توضیح کے بعد جواب ممکن ہے -

۲۴ جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ

سوال - (۱) دلال اجیر مشترک ہے یا خاص (۲) بیع و شرا مین دلالی کا اجورہ کس قسم کا جائز ہے (۳) نیل اور چینی اور کپڑے کے تجار مال آڑہت والے کے پاس بھیجدیتے ہین آڑہت والا مال حفاظت سے اپنے مکان مین رکھتا ہے جب خریدار آجاتا ہے اس کو فروخت کرکے ۲/ یا ۳/ فیصدی کی رقم آڑہت کی جو مقرر ہے لے لیتا ہے آیا اس قسم کی اجرت درست ہو سکتی ہے (۴) کپڑے کی آڑہت والے کے پاس خریدار فرمایش لکھکر بھیجدیتے ہین آڑہت والا فرمایش کے مطابق کپڑا خرید کر بھیجدیتا ہے اور حق آڑہت کا ۲/ فیصدی جو مقرر ہے لے لیتا ہے آیا یہ درست ہے (۵) بعض جگہہ دلالون کی دلالی فی روپیہ ایک پیسہ مقرر ہے یعنی جتنے روپیہ کا کپڑا فروخت کردین فی روپیہ ایک پیسہ دلالی لے لیتے ہین ایسی دلالی جائز ہے یا نہین (۶) چینی کے دلال ہر بل مین ۲/ دلالی پاتے ہین یہ درست ہے یا نہین (۷) بعض جگہہ یہ رسم ہے کہ وہانکی قوم متفق ہو کر بعض شخص کو دلال مقرر کرتے ہین اور انکے خیال مین وہ خاندانی دلال متصور ہوتا ہے اور جتنی اولاد اسکے خاندان مین ہوتی ہے سب دلال کہی جاتی ہے اور حق دلالی کا رکھتی ہے گیا دلالی ایسی شے ہے کہ اس مین توریث جاری ہو سکتی ہے (۸) نکاح کی دلالی مین بعض لوگ اجرت دیتے لیتے ہین یہ درست ہے یا نہین -

جواز اخذ اجرت زائد از تعیین سرکاری تحقیق بعض صور دلالی

جواب - (۱) اجیر مشترک ہے (۲) یہ سوال سمجھہ مین نہین آیا (۳) فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ للخادمی الجزء الرابع منہ عن لب الاحیاء واما اعانتہ علی عمل معین الی قولہ او مباحا فیہ تعب بحیث یجوز الاستیجار علیہ حل اخذہ وہو حلال اھ فی رد المحتار عن جامع الفصولین للقاضی ان یاخذ ما یجوز لغیرہ الی قولہ جواز اخذ الاجرۃ الزائدۃ وان کان الحمل مشقۃ لطیلتہ ونظرہم لمنفعۃ المکتوب لہ اھ قلت ولا یخرج ذلک عن اجرۃ مثلہ فان من تفرغ لہذا العمل کثقاب اللآلی مثلا لا یاخذ الاجر علی قدر مشقتہ فانہ لا یقوم بمؤنتہ ولو التزم مثلہ ذلک لزم ضیاع ہذہ الصنعۃ فکان ذلک اجر مثلہ اھ جلد خامس صـ۹۶ اس روایت سے معلوم ہوا کہ چونکہ آڑہت مین عمل اور مشقت موجود ہے اس لیے اجرت درست ہے۔ (۴) جیسے اوپر کی صورت مین بیع مین مشقت تھی اس صورت مین اشترا مین مشقت ہی لہذا اس مین بھی اجرت درست ہے۔ (۵) جب اس اجرت کا جواز ثابت ہوگیا اور اُسکے شرائط مین سے تعیین اجر ہی اور تعیین کی یہ بھی ایک صورت ہی اس لئے جائز معلوم ہوتا ہے (۶) اسمین بھی مثل نمبر ۳ کے تعیین ہی لہذا درست معلوم ہوتا ہے (۷) دلالی عقد اجارہ ہے اور اجارہ محل توریث نہین چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر موجر یا مستاجر مرجاوے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے اُسکے ورثہ قائم مقام نہین ہوتے البتہ اگر اپنی خوشی سے پھر اُسی شخص کی اولاد سے معاملہ رکھے یہ اور بات ہے لیکن جبر نہین ہو سکتا موجر کی طرف سے نہ مستاجر کی طرف سے (۸) فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ بعد العبارۃ المذکورۃ فی نمبر ۲ ما نصہ او لا تعب فیہ ککلمۃ او فعلۃ من ذی الجاہ حرم اخذہ اذ لم یثبت فی الشرع التعویض عن الجاہ اس سے معلوم ہوا کہ جہان اجرت بمقابلہ جاہ کے ہو وہ حرام ہے اور نکاح مین یقیناً قبول قول ساعی موقوف ہی اسکی جاہ پر چنانچہ اگر کوئی غیر ذی جاہ اس سے زیادہ سعی کرے اور کامیابی نہو ہرگز اُس کو اسقدر عوض نہ دیا جاوے گا اور جاہ شرع مین کوئی چیز متقوم قابل اجارہ نہین اس لئے یہ دلالی حرام ہے۔ ۱۶ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوالات متعلقہ سوالات بالا

بندہ نے ماہ شعبان مین چند سوالات بھیجے تھے اُس کا جواب آیا مگر شکوک نہین زائل ہوئے دلالی کے مسئلہ مین یہان رائین مختلف ہین عبارتین کتابونکی اور شک پیدا کرتی ہین اس وجہ سے مین کتابونکی عبارت نقل کرکے بالتفصیل اپنے شکوک عرض کرتا ہون امید کہ جواب شافی سے سرفراز فرمایا جاوین (توضیح سوال نمبر ۲) چونکہ عبارات منقولہ ۱ و ۲ و ۵ و ۶ سے صاف ثابت ہی کہ بلا تعیین مدت

سوالات متعلقہ سوالات بالا

بیع وشراء کی دلالی ہمارے مذہب مین درست نہین اور جب بتعیین وقت ہوگی تو دلال اجیر مشترک نہین رہسکتا بلکہ وہ اجیر خاص ہوگیا اسی وجہ سے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ دلال جب اجیر مشترک ہو تو بیع وشراء مین کس قسم کی دلالی اسکی جائز ہے (توضیح سطر سوم) آڑہت دار اگرچہ مال اپنے مکان مین رکھتا ہی مگر اس کے لئے کوئی مدت معین نہین بلکہ مجہول ہے اگر دو ماہ تک مال فروخت نہو تب بھی عاسکڑہ حق آڑہت لیتا ہے اور اگر ایک روز مین فروخت ہو بلکہ اسٹیشن پر قبل پہونچنے مکان آڑہت کے مال فروخت ہوجائے تب بھی اسیقدر آڑہت کی رقم لیتا ہے اور اگر کہا جاوے کہ وہ اجورہ مکان نہین بلکہ دلالی ہی تو دلالی اس قسم کی بمذہب حنفیہ نادرست ٹھیرتی ہے جیسا کہ عبارت منقولہ سے واضح ہوگا اسوجہ سے مجھے تامل ہوتا ہے کہ آڑہت کی رقم کو جائز کہون یا ناجائز (توضیح نمبر ۴ و ۵ و ۶) چونکہ اس صورت مین تعیین وقت نہین ہی بمذہب امام نادرست ہونا چاہئے چنانچہ عبارات منقولہ شاہد ہین۔

عبارات کتب معتبرہ۔ (۱) فتاوائے قاضیخان ج ۳ ص ۵۳ مین ہے رجل امر سمسارًا لیشتری له الکرابیس او دلالا لیبیع له هذه الاثواب بدرهم لا یجوز هذه الاجارة لان البیع لا یتم بالدلال وانما یتم به وبالمشتری ولا یدری متے یجیء المشتری فان ذکر لذلک وقتا ان ذکر الوقت اولا ثم الاجرة بان قال استاجرتک بدرهم الیوم علی ان تبیع لی کذا او تشتری لا یجوز وهذه ومسئلة تذریة الکدس سواء واذا فسدت الاجارة والعمل واتم العمل کان له اجر مثله علی ما هو العرف فی اهل ذلک العمل وذکر محمد رح الحیلة فی استیجار السمسار فقال یامره ان یشتری شیئا معلوما او یبیع ولا یذکر له اجرا ثم یواسیه بشیء اما هبة او جزاء عمله فیجوز ذلک لمساس الحاجة کما جاز دخول الحمام باجرة غیر مقدرة ثم یعطی الاجر عند الخروج فکذا الرجل شرب الماء من السقاء ثم یعطی له فلسا او شیئا وکذا الختان والحجام واذا اخذ السمسار اجر مثله هل یطیب له ذلک اختلفوا فیه قال الشیخ الامام المعروف بخواهر زاده یطیب له ذلک وهکذا عن غیره والیه اشار محمد رح فی الکتاب وهو نظیر ما لو اشتری شیئا شراء فاسدا فهلک المبیع عنده واخذ البائع قیمته طابت القیمة للبائع وقال بعضهم لا یطیب للدلال والسمسار اجر مثله لانه مال استفاده بعقد فاسد هذا اذا امر السمسار بالبیع والدلال بالشراء ولم یذکر له وقتا اما اذا ذکر له وقتا بان قال استاجرتک الیوم بدرهم علی ان تبیع لی هذه الاثواب او تشتری لی کذا حتی جازت الاجارة کان له المسمی فیطیب له عند الکل اھ (۲) اور فتاوائے عالمگیری ج ۴ ص ۲۲۶ مین ہے اذا استاجر رجلا یبیع له کذا او یشتری له کذا فهی فاسدة فان باع وقبض الثمن فهلک ما ثمنه کذا فی

الخيانية وان ذكر لذلك وقتا فان ذكر الوقت اولا ثم الاجر بان قال له استاجرتك اليوم بدرهم على ان
تبيع لي وتشتري لا يجوز الخ الى ان قال هكذا في فتاوى قاضيخان (۳) رد المحتار ج ۵ ص ۲۹ میں ہے قال في
البزازية اجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس
به الحاجة ويطيب الاجر الماخوذ لو قدر اجر المثل اه ايضاً فيه ص ۳۹ (۴) قال في التاتارخانية وفي الدلال والسمسار
يجب اجر المثل وما تواضعوا عليه ان في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم وفي الحاوي سئل محمد بن سلمة عن اجرة
السمسار فقال ارجو انه لا باس به وان كان في الاصل فاسدا لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز فجوزوه
لحاجة الناس اليه كدخول الحمام اھ بخاری شریف جزو ۹ میں ہے باب اجر السمسرة ولم ير ابن سيرين وعطاء
وابراهيم والحسن باجر السمسار باسا فتح الباری جزو تاسع ص ۳۴۲ میں ہے کان المصنف اشار الی الرد علی من
كرهها وقد نقله ابن المنذر عن الكوفيين وايضاً فيه ص ۳۴۵ (۵) ثم اورد المصنف حديث ابن عباس رض الماضي
في البيوع والمراد منه قوله في تفسير النهي لبيع الحاضر للبادي ان لا يكون له سمسارا فان مفهومه انه يجوز ان يكون
سمسارا في بيع الحاضر للحاضر ولكن شرط الجمهور ان تكون الاجرة معلومة وعن ابي حنيفة ان دفع له الفا على ان
يشتري بها بزا باجرة عشرة فهو فاسد فان اشترى فله اجرة المثل ولا يجوز ما سمى من الاجرة وعن ابي ثور
اذا جعل له في كل الف شيئا معلوما لم يجز لان ذلك غير معلوم فان عمل فله اجر مثله وحجة من منع انها اجارة
في امر لا بد غير معلوم وحجة من اجازه انه اذا عين له الاجرة كفى ويكون من باب الجعالة والله اعلم اھ اور عمدة
القاري شرح بخاری ج ۵ ص ۶۴۵ میں ہے (۶) وهذا الباب فيه اختلاف العلماء فقال مالك يجوز ان يستاجره
على بيع سلعة اذا بين لذلك قال وكذلك اذا قال له بع هذا الثوب ولك درهم انه جائز وان لم يوقت
له ثمنا وكذلك ان جعل له في كل مائة دينار شيئا وهو جعل وقال احمد لا باس ان يعطيه من الالف شيئا
معلوما وذكر ابن المنذر عن حماد والثوري انهما كرها اجره وقال ابو حنيفة ان دفع له الف درهم يشتري بها
بزا باجر عشرة دراهم فهو فاسد وكذلك لو قال اشتر مائة ثوب فهو فاسد فان اشترى فله اجر مثله ولا يجاوز
ما سمى من الاجر وقال ابو ثور اذا جعل له في كل الف شيئا معلوما لم يجز لان ذلك غير معلوم فان عمل على
ذلك فله اجره وان اكتراه شهرا على ان يشتري له ويبيع فذلك جائز - اور مسئلہ دلالی کے متعلق
ایک شبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جب وہ اجارہ فاسد ہے تو اجرت مثل دلائی جاویگی اور اجرت مثل کا موازنہ
اور تخمینہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ کوئی فرد اس کا مقرر ثابت ہو مگر کتابوں کی عبارت سے نہیں ثابت ہوتا ہے

بیع وشرا مین کسی قسم کی دلالی جائز ہو۔

الجوابات۔

جواب توضیح سوال ۲) فی الواقع ان عبارات کا یہی مقتضا ہی لیکن بوجہ حاجت عامہ روایت بزازیہ مندرجہ ۲ و روایت حاوی مندرجہ ۲ پر فتوی دینا ارفق بالناس ہے ہذا ما رایت واللہ اعلم واری

جواب توضیح سوال ۳) عبارت سوال ۳ صحیح ہے اس مین کہ یہ آڑہت والا دلال ہی وقد علم حکمہ آنفا

جواب توضیح سوال نمبر ۴ و ۵ و ۶) یہ بھی اوپر کی تحقیق پر متفرع ومبنی ہے فحکمہ حکمہ واللہ اعلم۔

اور اخیر کا شبہ بعد ثبوت جواز خود دفع ہوجاویگا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۳ ہجری۔

سوال۔ سماعت قران کی اجرت اور قراۃ قرآن کی اجرت مین کیا فرق ہے کہ ثانی حرام ہے اور اول حلال۔

جواب۔ سماعت قرآن سے غرض یہ ہے کہ جہان بھولے گا بتلادیگا پس یہ تعلیم ہے اور تعلیم پر اجرت لینے کے جواز پر فتوی ہے بخلاف قرآن کے کہ اس مین تعلیم مقصود نہین اسلئے کلیہ حرمت اجر علی الطاعت مین داخل رہیگا۔ فقط واللہ اعلم ۱۱ رمضان سنہ ۱۳۲۳ ہجری

سوال۔ جو شخص کہ جواز اجرت تعلیم قرآن کا قائل ہو اور کسیکو تعلیم قرآن شریف دیکر تنخواہ لینی محض ناجائز سمجھتا ہو مطابق رای متقدمین کے اس کو اگر ان بچون کے سرپرستون سے جسے وہ قرآن شریف پڑھاتا ہو اوقات مخصوصہ مین یعنی جس وقت وہ زکوۃ نکالتے ہون یا صدقہ دیتے ہون کچھ روپیہ ملجایا کرے اور معلم ان روپیون کے لینے والون مین اپنے کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو اور ان بچون کے سرپرستون کا بھی ایسا ہی خیال ہو بسبب تعلیم وتعلم کے چنانچہ اگر اس شخص کو اسی قدر روپیے دیئے جاوین جس قدر اورون کو بھی دیئے گئے ہین تو انکی خفگی کا باعث ہو اور دینے والے بھی انکی خفگی بجا سمجھتے ہون پس ایسے شخص کو اسکے اعتقاد کے مطابق ایسی صورت مین وہ روپے جائز ہون گے یا ناجائز۔ اور اگر باعث خفگی نہو بلکہ لینا اور نہ لینا اور دینا نہ دینا مساوی سمجھا جاتا ہو تو کیسا ہے فی زماننا جیسا کہ مرض پھیلا ہوا ہے لوگ مرید کیا کرتے ہین اور کسی خاص وقت مین یا جسوقت بھی وہ مریدون کے یہان پہونچ جائین انہین کچھ روپیہ ملجایا کرتے ہین اور اگر وہ روپیہ نہ ملین تو گو وہ اپنی زبان سے برا بھلا نہین کہین گے مگر ان کا ملال انہین ضرور ہوگا ایسے روپیہ کا دینا اور لینا کیسا ہے اور اگر ایسی بات نہین ہے بلکہ وجد

وعدم یعنی دینا اور نہ دینا مساوی سمجھا جاتا ہے پھر کیسا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اگر بتعلیم مذکور کو عبادت قرار دیا جاوے برین تقدیر ورثہ صبیان کو بطور خاطرداری داد ودہش کرنا جائز ہے یا نہ اگرچہ اس داد ودہش کو مزدوری قرار نہ دیا جاوے وحال پیران ومرشدان کیا ہے اس صورت مین کہ ان کو بھی بطریق خاطرداری بوجہ تلقین وتذکیر روپیہ وغیرہ دیا جاوے برتقدیر عبادت یہ روپیہ پیران مذکور کو لینا جائز ہے یا نہ اور مریدان کو دینا ان جملہ صورتون مین یہ داد ودہش اجرت قرار نہین دی گئی ہے۔

الجواب۔ اگر ایسا لینا دینا عام طور سے متعارف ہوجاوے کہ لینے دینے کو ضروری سمجھا جانے لگے تب تو بقاعدہ المعروف کالمشروط یہ صریح عوض اور اجر ہے اور مرشد کے لئے اتفاقاً ناجائز اور معلم کے لئے مختلف فیہ مگر دینے والے کی زکوۃ ادا نہوگی اور اگر معروف کے درجہ مین نہین پہونچا تو نہ دینے سے دلمین رنج وشکایت ہونا دلیل ہے فساد نیت وحرص وقصد عوض کی اس سے معلم کو ثواب تعلیم اور مرشد کو ثواب تلقین نہ ملیگا اور حرص کی ظلمت ووبال مین ابتلا ہوگا لقولہ علیہ السلام انما الاعمال بالنیات لیکن زکوۃ ادا ہوجاویگی رہا اس روپیہ کا حلال یا غیر حلال ہونا سو اگر دینے والا بطیب خاطر دیتا ہے تب روپیہ حلال ہے اور اگر تنگ اور گران خاطر ہوکر دیتا ہے تو روپیہ بھی حلال نہین لقولہ علیہ السلام الا لایحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسہ البتہ اگر محض محبت سے دیتا ہو گو وہ محبت بوجہ معلم اور مرشد ہونے کے ہو وہ ہدیہ مسنونہ ہے جس طرح صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ محبت نبوت کی وجہ سے تھی مگر اس کو تبلیغ احکام کا عوض نہ کہا جاویگا اور یہ سب امور بہت ظاہر ہین۔ ۱۶ رمضان ۱۳۲۲ھ

حکم تحفہ از کاشتکاران بر ارباب زمینداری

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید بکر کا ملازم با اختیار مختار عام ہے اور بکر کی طرف اُسکے گاؤن زمینداری کو روپیہ کی تحصیل کے واسطے جاتا ہے وہ چار دن ہفتہ عشرہ موضع مذکور مین رہ کر روپیہ تحصیل کرتا ہے اور جنس خوردنی کا انتظام تو بطور خود کرتا ہے لیکن دودھ ودہی کاشتکارون کے گھر سے بقدر ضرورت باری باری سے منگاتا ہے کوئی کاشتکار خوشی سے کوئی ناخوشی سے دیتا ہو لیکن جبر وتعدی ناخوشی سے دینے والے پر بھی نہین کیا جاتا دودھ دہی دیہات مین فروخت ہونے کا دستور نہین ہے زمیندار وکارندہ عموماً دودہ دہی کاشتکارون بلاقیمت حسب ضرورت لیتے ہین کاشتکارون سے کوئی معاوضہ گاؤن مین رہنے اور مویشی کے گ

چرانے کا نہین لیا جاتا یہ بھی لحاظ فرمایا جاوے کہ کھانا روزمرہ کا زید کا بکر کے ذمہ ہی سفر و حضر مین اُسی کے ذمہ کھاتا ہے تو ایسی حالت مین یہ دودہ دہی اسکو حلال و مباح ہے یا نہین؟

الجواب - قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حقوق واجبہ کے سوا جو آمدنی بواسطہ حکومت کے ہو وہ اقسام رشوت مین کی ایک قسم ہے اور زمیندار و کاشتکار کا علاقہ شرعًا حاکم و محکوم کا نہین بلکہ موجر و مستاجر کا ہی پس جو کچھ کاشتکار سے لیا جاتا ہی اُس کو سکنائی یا زرعی صحرائی زمین کے معاوضہ کا یعنی اجرت کا ایک جزو ٹھیرا سکتے ہین البتہ اُجرت کے شرائط مین سے اجرت کا معین و معلوم ہونا بھی ہی پس صورت مسئولہ مین بقاعدۂ المعروف کالمشروط یہ دودہ دہی بھی داخل اُجرت زمین ہی اس لیے اصل مین جائز ہی لیکن اسمین شرعًا اتنا فساد ہے کہ اُسکی مقدار معین نہین پس اسکی اصلاح اسطرح واجب ہی کہ معاہدہ اجارہ یا اضافہ کے وقت ہر کاشتکار سے تصریحًا کہدیا جاوے کہ تم کو سال بھر یا ششماہی مین اسقدر دودہ دہی بھی دینا ہوگا پھر اس کا حساب ذہن مین یا لکھکر یاد رکھے کہ سال بھر مین فلان فلان کاشتکار سے اسقدر آ آتا گا اُس مقدار سے زائد دودہ دہی نہ آنے پاوے اگر کم آوے تو مضائقہ نہین اس طرح مقرر کر لینے مین اگر اُس سے ناخوشی کے ساتھ بھی وصول ہوگا تو حلال ہے اور اگر اسطرح مقرر نہ کیا تو اجارہ فاسدہ کی وجہ سے اُس کا لینا اور کھانا درست نہین خواہ اپنے ذمہ کھاتا ہو یا اپنے آقا کے ذمہ کھاوے اور اگر تھوڑی توجہ کیجاوے تو شرط جواز کا اہتمام کچھ دشوار نہین - فقط ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

سوال - ہدایہ مین تصریح ہی کہ اُن طاعات پر اُجرت جائز نہین جو مسلمان کے ساتھ مختص ہون نصرت مظلوم اگرچہ طاعت ہی لیکن مسلم کے ساتھ مختص نہین پس وکالت کی آمدنی کیون ناجائز ہے جیسے کہ اعلی حضرت نے فرمایا تھا۔

جواب - یون تو تعلیم مذہب بھی مخصوص بامسلم نہین یہ قید اختصاص بالمسلم کی غیر واجب مین معلوم ہوتی ہے جیسا نکاح و ذبح بخلاف نصرت مظلوم یا تعلیم دین کے کہ امور واجبہ سے ہین گو مختص نہو واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم - ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

الصلاح فی اجرة الانکاح

بعد الحمد و الصلوۃ والسلام للہ تعالی و علی رسولہ و آلہ و اصحابہ الکرام - بہت روز سے میرے ذہن

خیال تھا کہ اس نکاح خوانی کی اُجرت متعارفہ کے متعلق کچھہ تحقیق کیا جاوے لیکن اتفاق سے آج کل
خاص طور پر اس کا ایک استفتار آگیا چونکہ اُس کا جواب قدرے مفصل لکھا گیا جس سے وہ ایک چھوٹے
رسالہ کی برابر ہو گیا اس لیئے بمناسبت مضمون الحق الصراح فی اجرۃ الانکاح اس کا نام رکھدینا مناسب
معلوم ہوا وجہ استفتار کی یہ ہوئی تھی کہ احقر نے ایک جگہہ ایک حافظ صاحب کو نیابت سے منع
کر دیا تھا اس لیئے میت کے صاحبزادے نے بغرض اپنے والد ماجد کو کہ اُن کا قیام دوسری جگہہ ہے
حکم شرعی سے اطلاع دینے کے اسکی تحقیق کی فبارک اللہ تعالیٰ فیہم۔ العبد محمد اشرف علی عفی عنہ

سوال۔ حضرت اقدس جناب مولوی صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
حافظ صاحب نے رجسٹر نکاح یہ فرما کر واپس کر دیا ہے کہ مولوی صاحب فرماتے ہین کہ اول تو یہ
آمدنی ناجائز ہی اور اگر طوعًا وکرہًا جائز ہوتی بھی ہے تو اس طرح ناجائز ہو جاتی ہے کہ تم اس مین سے
کچھہ جزو قاضی صاحب کو دیتے ہو جو مقدمہ رشوت ہے رشوت جبریہ تو جائز ہی بھی مگر رشوت طبعی ہے
بلا کسی دباؤ کے محض بغرض انتفاع اسلیئے ناجائز ہے۔ جناب والد صاحب یہان تشریف نہین
رکھتے جو اس کام کو خود انجام دیتے یا کوئی اور انتظام فرماتے لہذا میری غرض یہ ہے کہ اُنکی خدمت مین
بذریعہ عریضہ کل احکام متعلقہ جواز وعدم جواز عرض کر دون تاکہ انتظام مین سہولت ہو ورنہ خلاف جائے
کیا انتظام ہوا اور ناحق بھی مبتلائے گناہ ہونا پڑے پس گذارش ہی کہ جناب ضروری احکام متعلقہ
سے مطلع فرما کر سرفراز فرماوین گے اور نیز اس سے بھی مطلع فرماوین گے کہ آیا بطور تنخواہ دار کے کسی
شخص سے یہ کام لیا جاوے تو جائز بھی ہی یا نہین اطلاعًا یہ بھی گذارش ہے کہ لوگ نکاح خوان کا حق
صرف چار ہی آنہ خیال کرتے ہین باقی ایک روپیہ قاضی صاحب کے نام کا ہوتا ہے جس کو عطیہ یا
نذرانہ جو کچھہ بھی ہو کہنا چاہیئے اور اکثر ایسا ہوا بھی ہی کہ قاضی صاحب کے نام کا روپیہ اُنھون نے
نکاح خوان کو نہین دیا خود اپنے آپ آکر دیگئے ہین مکرر یہ ہی کہ اگر حافظ صاحب نے یہ کام نہ کیا تو اور
لوگون سے یہ امید نہین کہ وہ مسائل کی تحقیق کرینگے پس بہت سے نکاح خلاف شرع ہوا کرینگے

جواب۔ اس کا مجمل جواب تو یہ ہے کہ مولانا محمد اسحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسائل
اربعین مین ایک ایسے سوال کے جواب مین خزانۃ الروایات سے استدلال کر کے اس کے ناجائز
ہونے کا فتویٰ دیا ہو چنانچہ وہ سوال وجواب مع روایات نقل ہوتا ہے (**مسئلہ**) بعد نکاح

بتقاضی و وکیل و شاہدان کہ از طرف عروس می آیند بخوشی خود بدون مطالبۂ شان چیزے دادن جائز است یا نہ

جواب ۔ دادن این مردمان بدون مطالبہ و جبر از طرف ایشان مباح است و اگر جبر کنند و خواہ مخواہ بکد و اصرار طلب نمایند و بگیرند پس مباح نیست چنانچہ در کتاب خزانۃ الروایات مرقوم است ۔ وما سنہ القضاۃ فی دار الاسلام ظلم صریح وھو ان یاخذوا من الانکحۃ شیئا ثم یجیزون اولیاء الزوج والزوجۃ بالمناکحۃ فانہم مالم یرضوا بالشئ من اولیاء ہا لم یجیزو بذلک فانہ حرام للقاضی والمناکح انتہی الجواب المذکور

قلت فلما ان الاجازۃ غیر متقومۃ لایحل العوض عنہا کذلک الجاہ والعقود الفاسدۃ التی ہی المنشاء فی الاکثر لہذا الاخذ کما سیاتی غیر متقومۃ لایحل العوض عنہا اور مفصل جواب یہ ہے کہ جو چیز کسی کو دیجاتی ہے اسکی دو حالتین ہین یا تو بعوض دیا جاتا ہے یا بلا عوض اور جو بعوض دیا جاتا ہے دو حال سے خالی نہین یا تو ایسی شئے کا عوض ہے جو شرعاً متقوم و قابل عوض ہے اور یا ایسی شئے کا عوض ہے جو شرعاً متقوم و قابل عوض نہین خواہ حقیقۃً جیسا عقود باطلہ مین ہوتا ہے یا حکماً جیسا عقود فاسدہ مین ہوتا ہے اور جو بلا عوض دیا جاتا ہے وہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو محض طیب خاطر اور آزادی سے دیا جاتا ہے یا تنگی خاطر و کراہت قلب سے دیا جاتا ہے خواہ وہ تنگی اور کراہت زیادہ ہو یا کم ہو یہ کل چار قسمین ہوئین قسم اول جو متقوم شئے کے عوض مین حاصل ہو قسم دوم جو غیر متقوم شئے کے عوض مین حاصل ہو قسم سوم جو بلا عوض بطیب خاطر حاصل ہو قسم چہارم جو بلا عوض بکراہت حاصل ہو قسم اول بوجہ اجرت یا ثمن ہونے کے اور قسم سوم بوجہ ہدیہ و عطیہ ہونے کے حلال ہے اور قسم دوم بوجہ رشوت یا ربوا حقیقی یا حکمی ہونے کے اور قسم چہارم بوجہ ظلم یا جبر فی التبرع ہونے کے حرام ہوا اب یہ دیکھنا چاہیے کہ نکاح خوانی کی آمدنی کون قسم مین داخل ہے تاکہ اس کا ویسا ہی حکم ہو اگر قسم اول مین داخل کہا جاوے جیسا خود نکاح پڑھنے والے کی نسبت اس کا ظاہراً احتمال ہو سکتا ہے کیونکہ جو خود نکاح پڑھنے نہ جاوے وہان تو اس کا احتمال ہی نہین البتہ نکاح خوان کے اعتبار سے ظاہراً اس کا شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ نکاح خوان کے اس عمل کی اجرت ہے مگر غور کرنے کے بعد یہ احتمال صحیح نہین رہتا کیونکہ صحت اجارہ کے لئے شرعاً چند امور لازم ہین وہ یہ کہ کام لینے والے کو پورا اختیار ہو جس سے چاہے کام لے اور کام کرنے والے کو پورا اختیار ہو کہ کام کرے یا نہ کرے اور اسی طرح مقدار اجرت ٹھیرانے مین کام لینے والے کو پورا اختیار ہو کہ جس قدر چاہے کم کہہ سکے اور نہ زیادہ پر راضی نہو اور کام

کرنے والے کو بھی پورا اختیار ہو کہ جتنا چاہے زیادہ مانگے ان امور مین اپنی آزادی و اختیار سے منتفع ہونے مین ایک پر دوسرے کی طرف سے کوئی طعن یا ملامت مانع نہو اور یہ سب امور مسئلہ مبحوث عنہا مین مفقود ہین کیونکہ گو کام لینے والے کو اس مین تو آزادی حاصل ہے کہ کسی سے مفت نکاح پڑھوا لے لیکن اگر وہ اجرت پر کسی نے شخص سے نکاح پڑھوا لے مثلاً مجمع حاضرین مین سے کیفما اتفق کسیکو کہدے کہ تم پڑھ دو اور وہ اجرت تم کو دین گے یا اسی مقرر نکاح خوان سے کہے کہ تم دوسری جگہہ اتنا لیتے ہو ہم تو اس سے نصف دینگے اگر نہین پڑھتے تو ہم کسی دوسرے کو بلالین گے یا اسی طرح اگر کام دینے والا نہ تو خود جاوے اور نہ اپنی طرف سے کسی کے بھیجنے کا اہتمام کرے بلکہ صاف جواب دیدے کہ کچھ ہمارے ذمہ نہین یا یون کہے کہ گو اور جگہہ سے ایک روپیہ لیتا ہون مگر یہ تیسے دس لونگا چاہے لے چلو چاہے نہ لے چلو تو ضرور ان چارون صورتون مین ایک دوسرے کی طرف بھی اور عام سننے دیکھنے والونکی طرف سے سخت ملامت ہوگی کہ لو صاحب ہمیشہ سے تو اس طرح چلا آرہا ہے انھون نے یہ نئی بات نکالی اور سب قایل معقول کرکے اسی رسم قدیم پر اس کو مجبور کرینگے پس جب صحت اجارہ کے شرایط مفقود ہین تو اجارہ مشروع نرہا پھر اجرت لینے کی گنجایش کہان رہی پھر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح خوان بلانے والے کا اجیر نہین سمجھا جاتا بلکہ خود اصل قاضی کے خیال مین بھی اور دوسرے عوام کے خیال مین بھی اصل قاضی کا نوکر سمجھا جاتا ہے چنانچہ وہ قاضی اس کو جب چاہے معزول کر دیتا ہے اور اس صورت مین اس کا غیر مشروع ہونا اور زیادہ ظاہر ہے کیونکہ نوکر کسیکا اور اجرت کسی کے ذمہ یہ خود باطل ہے اور شرع مین اسکی کوئی نظیر نہین اور اگر قسم سوم مین داخل کیا جاوے جیسا خود نکاح نہ پڑھنے والے کی نسبت اس کا ظاہر احتمال ہو سکتا ہے کیونکہ جو شخص نکاح پڑھانے گیا ہے وہان تو مفت ملنے کا احتمال ہی نہین البتہ غیر نکاح خوان کے اعتبار سے ظاہرا علی عکس القسم الاول اسکا شبہہ ہو سکتا ہے کہ یہ اس کو عطیہ و ہدیہ کے طور پر دیا گیا ہے جیسا سوال مین اس سے تعرض بھی ہے مگر غور کرنے کے بعد یہ احتمال بھی صحیح نہین رہتا کیونکہ مشروعیت ہدیہ کے لیے بھی چند امور لازم ہین وہ یہ کہ نہ تو دینے والا اس کو لینے والے کا اور نہ خود لینے والا اس کو اپنا حق سمجھے اور دینا بھی ضروری نہ سمجھا جاوے اور اسی طرح مقدار ہدیہ مین دینے والے کو اختیار ہو کہ خواہ کم دے یا زیادہ دے غرضکہ نہ دینے مین بھی ملامت نہو اور کم دینے پر بھی ملامت نہو اور مسئلہ مبحوث عنہا مین یہ امور بھی مفقود ہین کیونکہ

گو بعضے لوگوں کو اس مین آزادی حاصل ہے کہ بالکل نہ دین چنانچہ جو لوگ اس سے پورے واقف
ہین کہ ان کا کوئی حق نہین وہ بالکل نہین دیتے اور انپر ملامت بھی نہین کیجاتی لیکن عوام مین سے جو لوگ
دیتے ہین وہ بیشک یہی سمجھہ کر دیتے ہین کہ ان کا حق ہے خواہ بوجہ قدامت کے کہ ان کے بڑون سے
یہ بات چلی آ رہی ہے خواہ اس خیال سے کہ ان کو اس کام پر سرکار نے مقرر کر دیا ہے خواہ بوجہ زمینداری
کے کہ ہم انکی رعایا ہین جیسا مختلف مقامات پر مختلف عادات وخیالات ہین غرض دینے والے بھی حق
سمجھتے ہین اور لینے والے بھی بعضے تو ویسے بھی حق سمجھتے ہین چنانچہ بعض اُن مین قرضخواہونکی طرح
مانگ بیٹھتے ہین اور بعضے تدبیرات وتقریرات سے اسکی کوشش کرتے ہین کہ عوام مین یہ خیالات
جاگزین رہین کہ یہ ان کا حق ہے حتے کہ اگر دوسرا ان ہی کی طرح اس کام کو کرنا شروع کردے تو اُس
سے آزردہ اور اُسکے درپے ہوتے ہین کہ یہ ہمارے حق مین خلل ڈالتا ہے اسی طرح اگر کوئی بجائے
روپیہ کے آنہ دو آنہ دینا چاہے تو خود لینے والا بھی اور دوسرے لوگ بھی اس کو طریقہ مقررہ کے خلاف
سمجھکر موجب ملامت قرار دین گے جب مشروعیت ہدیہ کے شرائط مفقود ہوئے پھر ہدیہ کہنے
کی گنجایش کہان رہی جب اس آمدنی کا قسم اول وسوم مین داخل نہونا ثابت ہوگیا پس لامحالہ قسم
دوم یا چہارم مین داخل ہوگی جسکی وجہ قسمین منفیین کی تقریر نفی سے خود ظاہر ہو چکی ہے اور تنبیہ مکرر کے
لیئے اُس کا خلاصہ پھر عرض کیئے دیتا ہون کہ بدون نکاح پڑھے دینا جیسا اکثر منیب کو ملتا ہے یا لوگ
اُنکے جاہ وقدامت وزمینداری کے عوض مین ہے اور یہ سب امور غیر متقوم ہین تب تو یہ دینا رشوت
ہوگا اور یا پابندی رسم کے سبب حق سمجھنے کی وجہ سے ہے تو یہ جبر فی التبرع ہوگا اور نکاح پڑھکر
دینا جیسا اکثر نائب کو اور کہین منیب کو ملتا ہے یہ اجارہ فاسدہ پر مبنی ہے اور خصوصاً جبکہ نائب
نوکر قاضی کا سمجھا جاوے تو یہ آمدنی اجارہ غیر مشروع کی حکماً ربوا ہوگی جب اس کا قسم دوم یا چہارم مین
داخل ہونا ثابت ہوگیا تو ان دونون قسمونکا جو حکم تھا یعنی عدم جواز وہ بھی ثابت ہوگیا اور یہ تقریر
تو اس عمل کی نفس حقیقت کے اعتبار سے تھی اور اگر اسکے ساتھ ایک امر خارجی کو بھی ملاحظہ فرمایا
جاوے جو کہ وقوع مین اس کا مقترن ہے وہ یہ کہ اکثر جگہہ عادت ہے کہ نکاح خوانی کے لیئے بلانے
والا تو دولہن والا ہوتا ہے اور نکاح خوانی دلواتے ہین دولہا والے سے اور وہ بوجہ پابندی رسم
کے خواہ مخواہ دیتا ہے جو کہ شرعاً محض ناجائز ہے کہ بلا وجوب شرعی کسی سے کوئی رقم اُس کو ضروری

ولازم قرار دیگر وصول کیجاوی تو اس عارض کی وجہ سے اس کا عدم جواز اور زیادہ موکد ہوجاویگا
غرض باعتبار نفس عمل کے بھی اور باعتبار اس عارض کے بھی یہ رقم ناجائز ٹھیری اور یہ تمام کلام خود
لینے والے کے اعتبار سے ہے اور دوسرے کو دینا جیسا نائب کے ذمہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ایک بڑا حصہ
اس رقم کا اپنے منیب کو دے سو یہ دینا محض اس بنا پر ہوتا ہے کہ اسنے مجھکو اس کام کے لیئے
اجازت دی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اجازت دینا شریعت مین امر غیر متقوم ہے اور غیر متقوم کے عوض
مین دینا رشوت ہے اور رشوت بلاضرورت دفع ظلم دینا حرام ہے پس اس دینے والے کو ایک گناہ
رشوت دینے کا اور زائد ہوا غرض جو صورتین اسکے متعارف ہین اسمین کسی کو نہ لینا جائز ہے اور نہ دینا
جائز ہے اور اس مین نائب ومنیب اور شادی والے سب آگئے جیسا بوجہ اکمل والبسط اسکی تفصیل
گذر چکی اب ان متعارف صورتونکے علاوہ دو صورتین اور رہگئین جن مین ظاہراً جواز کا احتمال معلوم ہوتا
ہے ایک یہ کہ بطور اجارہ کے قاضی کسی کو نوکر رکھکر اسکی تنخواہ مقرر کردین اور اس سے کام لین جس سے
سوال مین بھی تعرض ہے دوسرے یہ کہ بطور شرکت تقبل کے قاضی مین اور دوسرے کسی شخص
مین باہم قرارداد ہوجاوے کہ دونون نکاح پڑھا کرین اور جو کچھ دونون کو آمدنی ہو وہ فلان نسبت
سے باہم تقسیم کرلیا کرین سو تامل کرنے کے بعد ان مین بھی جواز نہین معلوم ہوتا مثلاً اول
صورت مین اگر اس کو اجیر خاص کہا جاوے تو اس مین دوسری نوکری نہین کر سکتا حالانکہ اسمین نائب کو اسکی
ممانعت نہین ہوتی اور اگر اجیر مشترک کہا جاوے تو اجیر مشترک ہر شخص کا جو کام چاہے کر سکتا ہی حالانکہ
یقینی بات ہے کہ اگر قاضی کو معلوم ہوجاوے کہ یہ نائب کچھ نکاح میری طرف سے پڑھتا ہے اور کچھ دوسرے
شخص کی طرف سے جو اتفاقاً مثل قاضی کے وہ بھی یہی کام کرتا ہو تو یقیناً اس نائب کو معزول کر دیگا
پھر دونون شقون مین محذور مشترک یہ ہے کہ خود قاضی مین اور اہل تقریب مین باہم کوئی عقد اجارہ
نہین ٹھیرا پھر اس قاضی کو اجرت لینا کس طرح جائز ہوگا اور اگر کہا جاوے یہی نائب وکالۃ اہل تقریب
سے عقد اجارہ ٹھیرالے جو مثل قبول قاضی کے ہوگا اس کا جواب ایک تو اخیر دونون شقون کے
جدا جدا محذور سے معلوم ہوگیا کیونکہ جواز اور عدم جواز کے مقتضیات جمع ہونے سے عدم جواز کا مقتضے
موثر ہوگا دوسرا جواب آگے شرکت تقبل کے محذور سوم مین آتا ہے یہ تحقیق تو اول صورت کی ہوئی
اور دوسری صورت یعنی شرکت تقبل اولاً تو ایسا واقع نہین کیونکہ قاضی کو جو ملتا ہے اسمین سے

نائب کو کچھ نہین دیا جاتا دوسرے ہدایہ کتاب القسمۃ مین مصرح ہے کہ جو لوگ تقسیم کا کام اجرت پر کرتے ہون حاکم اسلام کو چاہیے کہ اُن کو باہم شریک نہونے دے کہ عمل تقسیم کی اُجرت گران نہوجاوے یہی حال ہے نکاح خوانی کا کہ ضرورت اسکی دنیا اور دین دونون اعتبار سے ہر شخص کو پڑتی ہے اور اکثر نکاح خوان لوگ باوجاہت ہوتے ہین اگر سب جدا جدا رہینگے ہر شخص ارزان لیگا اور اگر سب شریک ہوگئے تو گران ہوجاوین گے تیسری خرابی وہی ہے جو قسم سوم کی نفی مین مذکور ہوئی ہے کہ یہ عرفاً یہ قاضی کا حق مختص سمجھا جاتا ہے ظاہر ہے کہ اختصاص کا کوئی استحقاق نہین اور جو شخص قاضی یا نائب قاضی کو بلاتا ہے اسی استحقاق واختصاص کی بنار پر بلاتا ہے پس قاضی کا اجیر بننا جب اس بنار فاسد پر مبنی ہے تو خواہ وہ بالانفراد اجیر ہو جیسا ابھی صورت اولی مین مذکور ہوا جس مین حوالہ اسی محذور سوم کا دیا گیا ہے اور خواہ بالاشتراک اجیر ہو جیسا اس صورت دوم مین فرض کیا گیا ہے ہر حالت مین بنار الفاسد علی الفاسد کے سبب ناجائز ہوگا پس سابقہ متعارف صورتین اور اخیر کی غیر متعارف صورتین سب ناجائز قرار پائین البتہ اگر مثل دیگر معمولی اجارات تعلیم اطفال وفرائض نویسی اور دوسری صنعتون اور حرفتون کے اس کی بھی حالت رکھی جاوے کہ جس کا دل چاہے جس کو چاہے بلاوے اور کسی کی خصوصیت نہ سمجھی جاوے اور جس اجرت پر چاہین جانبین رضامند ہوجاوین نہ کوئی اپنے کو اصل مستحق قرار دے نہ دوسرون کے ذہن مین اسکو پیدا کیا جاوے اور اگر اتفاق سے کوئی دوسرا یہ کام کرنے لگے تو اس سے رنج وآزردگی ہو اگر نائب نیابت سے دست بردار ہوکر خود مستقل طور پر یہ کام شروع کردے نہ اسکی شکایت ہو اور شہر مین جتنے چاہین اس کام کو کرین اُن سب کو آزاد سمجھا جاوے ہان جو اس کا اہل نہو اُس کو خود ہی جائز نہوگا وہ ایک عارض کی وجہ سے روکا جاوے گا جیسا کوئی امام اگر قرآن صحیح نہ پڑھتا ہو امامت سے روکا جاوے لیکن جو بہت سے آدمی اسکے اہل ہون تو اُن مین مختلف ومتعدد آدمی اس کام کو کرنے کے مختار سمجھے جاتے ہین اسیطرح اس نکاح کے ساتھ معاملہ کیا جاوے اور نیز بلانے والا اپنے پاس سے اجرت دے دولہا والا نکی تخصیص نہو اس طرح البتہ جائز اور درست ہے غرض دوسرے اجرت کے کامون مین اور اس مین کوئی فرق نہ کیا جاوے یہ تحقیق ہے اس اجرت نکاح خوانی کے متعلق اور جو مضمون اخیر مین مکرر کے عنوان سے لکھا ہے اُس کا جواب بہت واضح ہے کہ دوسرے شخص کے دین سنوارنے کے لیئے اپنا دین بگاڑنا کسی طرح درست نہین ہو سکتا خصوصاً

جبکہ اُس کا دوسرا طریقہ بھی ممکن ہو جیسا کہ احقر نے ابھی عرض کیا تھا کہ اس پیشہ کو عام رکھا جاوے مگر نا اہل کو نہ بلایا جاوے اس کا تو کام لینے والے خود یا کسی و بعلم سے دریافت کر کے انتظام کر سکتے ہیں دوسرے یہ کہ اس انتظام متعارف میں بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ بہت جگہہ نا اہل اس کام کو کر رہے ہیں پھر اس انتظام کی پابندی سے شرعًا کون نفع خاص ہوا اور پابندی نہ کرنے سے کون ضرر خاص ہوا پھر یہ قاعدہ شرعی ہے کہ جب کسی امر مین مفسدہ و مصلحت جمع ہو جاوین مفسدہ موثر ہوتا ہے مصلحت مؤثر نہیں ہوتی پس اگر اس مصلحت کو تسلیم بھی کیا جاوے تو اس قاعدہ کی بنار پر اُس عمل کی اجازت نہ دی جاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ٢١ محرم ١٣٢٤ھ

ف: احکام اجارہ ارض برائے تعمیر

سوال۔ علماء دین و مفتیان شرع متین ابقاہم اللہ الی یوم الدین اس مسائل مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص نے زمین افتادہ ایک دو سال کو کرایہ لیکر اجازت سے چھپر ڈال لیا بعد چند روز چھپر اُتار کر کے بغیر اجازت مالک زمین کے مکان خام بنا لیا جب مالک زمین کو اطلاع ہوئی تو کہا کیون بغیر اجازت میری مکان بنا لیا کرایہ والے نے کہا کہ اپنے آرام کو بنایا ہے یہ مالک زمین اپنی زمین کا ہر سال کرایہ لیتا رہا اب پندرہ برس کے بعد مالک زمین کہتا ہے کہ میری زمین مع ملبہ خالی کر دو تو اب وہ ملبہ مالک زمین کی ہے یا کرایہ والے کا اور جس وقت زمین کرایہ کو لی گئی تھی اُسوقت کوئی وعدہ مقرر نہین کیا گیا تھا کہ ہم دس برس یا پندرہ برس تک کرایہ کو لیتے ہین جب سال گذرا کرایہ دیدیا اوّل جب زمین کرایہ کو لی تب سال بھر کا وعدہ کیا تھا اور سال گذار کرایہ دیدیا اسی واسطے اسقدر عرصہ گذر گیا۔

الجواب۔ فی الہدایۃ ویجوزان یستاجر الساحۃ لیبنی فیہا اولیغرس فیہا نخلا او شجرا ثم اذا انقضت مدۃ الاجارۃ لزمہ ان یقلع البناء والغرس ویسلمہا فارغۃ الا ان یختار صاحب الارض ان یغرم لہ قیمتہ ذلک مقلوعا ویتملکہ فلہ ذلک وہذا برضاء صاحب الغرس والشجر الا ان تنقص الارض بقلعہا فحینئذ یتملکہا بغیر رضاہ اھ وفیہا ومن استاجر دارا کل شہر بدرہم فالعقد صحیح فی شہر واحد فاسد فی بقیۃ الشہور الا ان یسمی جملۃ الشہور معلومۃ فان سکن ساعۃ من الشہر الثانی صح العقد فیہ ولیس للمواجر ان یخرجہ الی ان ینقضی وکذلک کل شہر سکن فی اولہ اھ اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے (١) بدون اجازت مالک زمین کے مکان بنانا چاہیئے نہ تھا (٢) بعد بنانے کے بھی اگر اجازت نہین دی تو مالک زمین کو اختیار ہے

جب چاہے مکان کو اکھڑوا دے ۳؎ اور اگر بعد بنانے کے اجازت ویدی ہو تو اس میں یہ حکم ہے کہ جس روز یہ سال کرایہ کا ختم ہوتا ہے جب وہ روز آوے اُس روز تو زمین خالی کرا لینے کا اختیار ہو اور اگر درمیان سال کے خالی کرانا چاہے تو اُس کرایہ دار کی رضامندی پر خالی ہو سکتا ہے البتہ اگر درمیان سال کے مالک زمین یوں کہدے کہ دیکھیئے یہ سال ختم ہو کر پھر میں کرایہ پر زمین دینے پر رضامند نہیں ہوں کرایہ کو توڑے دیتا ہوں تو سال ختم ہونے کے بعد خواہ عین ختم کے دن خواہ اُسکے کتنے دن بعد مالک زمین کو زمین خالی کرا لینے کا اختیار ہوگا ۴؎ مالک زمین کو بہ تفصیل بالا جس وقت زمین خالی کرنے کا اختیار شرعاً حاصل ہو کرایہ دار کو انکار جائز نہیں ۵؎ جس وقت زمین خالی کرانے کا وقت آجاوے اُس وقت اگر مالک زمین و مالک مکان دونوں اس بات پر رضامند ہوں کہ ملبہ کی جو قیمت بحالت اکھڑے ہوئے ہونے کے ہو وہ قیمت مالک زمین اُس مالک مکان کو دیکر مکان کو کھڑا رہنے دے اور زمین مع مکان لیلے تو بھی جائز ہے اور اگر دونوں اسپر اتفاق نہ کریں تو مکان والا اپنا ملبہ اکھاڑ کر لیجاوے اور زمین والا اپنی زمین لے لے ملبہ زمین والے کا نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب فقط

۵ رجادی الاولے ۲۵ھ

سوال - اگر کسی محصل چندہ کو اہل مدرسہ تحصیل چندہ کے لیئے اس شرط پر مقرر کریں کہ جو آمدنی ہووے تو اُس کا چہارم یا سوم یا پنجم یا نصف یا دو تہائی حصہ ہووے اس زمانہ کی موجودہ حالت اور ضرورتوں کے لحاظ سے شرعاً مباح ہے یا نہیں۔

الجواب حنفیہ کے اصول پر یہ اجارہ فاسدہ ہے اور دوسرے مذاہب کی تحقیق نہیں فقط ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر کسی شخص کو کچھ اجرت دیکر مچھلی پکڑوائی تو کھانا درست ہے کہ نہیں

الجواب - یہ ملک ہوئی پکڑنے والے کی اُس سے بزور لینا جائز نہوگا بخوشی دیدے تو درست ہے اور یہ اجارہ باطل ہے۔ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر کوئی شخص دو آدمی خواہ تین آدمی مقرر کر دیوے کہ تم لوگ مچھلی تالاب سے پکڑا کرو ہم تم لوگوں کو اسقدر مزدوری دیویں گے درست ہے کہ نہیں اور مچھلیوں کا کھانا درست ہے کہ نہیں

الجواب - اجارہ باطل ہے مچھلی آخذ کی ملک ہے اگر بخوشی دیدے کھانا جائز ہے والدلیل علیہ ما فی الدر المختار استاجرہ لیصید لہ او یحتطب لہ فان وقت لذلک وقتا جاز والا لا فی رد المحتار قولہ جاز لانہ

اجیر وحد وشرطہ بیان الوقت قولہ والا لا ای والحطب للعامل طا ج ۵ صہ ۵۹ وفیہ فلو لم یوقت وعین الحطب فسد والحطب للمستاجر وعلیہ اجر مثلہ ۔ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

نوکری کرنے کا مسئلہ ان لوگوں کی جنکی آمدنی حرام یا مخلوط ہے

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین شرع متین اس مسئلہ مین کہ کسی شخص نے ایک کسبی یا سود خور یا مے فروش کی نوکری کی اور تینون کی آمدنی محض حرام ہے تو اب اس کو اس مال حرام سے جو تنخواہ ملی حلال ہے یا نہین یا کسی شخص نے اپنے گیہون یا کوئی اور چیز کسی مے فروش کے ہاتھ فروخت کی اور اُسنے اُس آمدنی ناجائز سے قیمت دی تو اب اُس کو وہ حلال ہے یا نہین اس مسئلہ کی اچھی طرح تشریح فرمائیے ۔ نور الحسن رودولی ۔

الجواب ۔ جنکی آمدنی بالکل حرام خالص ہے جیسے کسبی یا مے فروش یا سود خوار وغیرہم اُنکی نوکری کرنی ناجائز ہی اور جو تنخواہ اُنہین سے ملتی ہو وہ حلال نہین اور اسیطرح اپنی چیز اُنکے ہاتھ فروخت کرکے اُسی مال حرام مین سے قیمت لینی بھی حلال نہین ۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب تو اپنی پاکیزہ مزدوری یا پاکیزہ چیز کو اُس ناپاک مال سے بدلنا ناجائز ٹھیرا ۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل ثمن الکلب ولا حلوان الکاہن ولا مہر البغی صہ ۱۳۴ وقال عم ان اللہ حرم الخمر وثمنہا صہ ۱۳۵ وعن ابن عباس رض قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسًا عند الرکن قال فرفع بصرہ الی السماء فضحک فقال لعن اللہ الیہود ثلاثًا ان اللہ تعالیٰ حرم الشحوم فباعوہا واکلوا اثمانہا وان اللہ تعالیٰ اذا حرم علی قوم اکل شئ حرم علیہم ثمنہ صہ ۱۳۷ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا وموکلہ صہ ۱۲۷ سنن ابی داؤد جلد ثانی وغیر ذلک من الآیات والاحادیث ہان جن لوگونکی آمدنی مشتبہ اور مختلط الحلال والحرام غالب الحلال ہو مثلاً یہی لوگ کسبی وے فروش وسود خوار وغیرہم کوئی دوسرا پیشہ مباح مثل تجارت حلال یا اور کچھ بھی کرتے ہوں اُس وقت اُنکی نوکری اور اپنی چیز اُنکے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ تنخواہ یا قیمت حلال مال مین سے دین یا غیر مشتبہ غالب الحلال سے دین نہانا صلعم عن کسب الامۃ الا ما عملت بیدہا وقال ہکذا باصابعہ نحو الخبز والغزل والنقش ابو داؤد جلد ثانی صہ ۱۳۱ وجہ یہ کہ مشتبہ سے تحرز متعذر یا دشوار ہے پس بضرورت جائز ہے لان الضرورات تبیح المحظورات ولا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا اگرچہ خلاف تقوی ہے کہ دع ما یریبک الی ما لا یریبک وہو الموفق ۔ ۱۳ محرم ۱۳۲۱ھ

سوال - ابواب وحقوق زمینداری جو کاشتکاران کے ذمہ ہمیشہ سے مقرر ہین وہ لینے جائز ہین یا نہین مثلاً جیسے کاشتکار سے غلہ خرید کرتے ہین وہ بازار کے نرخ سے ایک سیر زیادہ لیتے ہین اور اگر دانہ بندی کر کے اپنے حق کے غلہ کے اُن سے دام لیتے ہین وہ بازار کے نرخ سے ایک سیر کم کر کے اُن سے قیمت لیتے ہین یا بابت کاہ چرائی بکرا لیا جاتا ہے یا روغن زرد بذمہ کاشتکاران مقرر ہے یا اور حقوق ہین وہ جائز ہین یا ناجائز۔

الجواب - جو کچھہ حقوق زمینداروں نے کاشتکاروں پر مقرر کر رکھے ہین اگر علاوہ اجرت زمین کے ہین مثلاً چرائی کا بکرا لیتے ہین اُنکے ممنوع ہونے مین تو کچھہ شک نہین قال اللہ تعالے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلاء والنار الحدیث وتحقیقہ فی موضعہ اور اگر یہ حقوق اجرت زمین مین داخل ہین تو اجرۃ کا معلوم ومتعین ہونا اور وقت عقد تصریح کرنا ضرور ہے۔ ولا یصح (ای الاجارۃ) حتی تکون المنافع معلومۃ والاجرۃ معلومۃ ہدایہ پس ان حقوق مین سے جو غیر معین ہین یا قابلیۃ اجرۃ ہونے کی نہین رکھتے جیسے کاشتکار سے ایک سیر غلہ زیادہ لینا یا اپنا کم کر کے دینا وعلی ہذا القیاس یہ بھی جائز نہین اگرچہ شرط کرے بلکہ شرط کرنے سے اجارہ بھی فاسد ہو جاوے گا اور جو حقوق متعین ہون مثلاً ہم روغن زرد اسقدر لینگے پس یہ حقوق اگر وقت عقد یعنی پٹہ لکھنے کے صراحۃ کہدے اور لکھدے اور وہ راضی ہو جاوے جائز ہین لقولہ تعالے الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ورنہ جائز نہین۔ واللہ تعالے اعلم

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید بکر کا ملازم ہے اور رشوت لیتا ہے ایسی حالت مین وہ تنخواہ معینہ اپنی بکر سے حاصل کرتا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔

الجواب - قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیہ یعنی لوگون کے مال باطل طریق سے مت کھاؤ پس رشوت چونکہ اکل بالباطل ہے حرام ہے اور جو تنخواہ معینہ بمقابلہ نوکری ملتی ہے اگر وہ نوکری خلاف شرع نہین تو چونکہ وہ اکل بالباطل نہین حلال ہے اور اگر خلاف شرع ہے تو وہ نوکری ہی حرام ہے اُسکی تنخواہ بھی حرام ہے ۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۳ھ

سوال سررشتہ مسکرات مثل آبکاری وامثال وغیرہ مین اہل اسلام کو نوکری کرنا کیسا ہے

اور ایسے ملازم قابل امامت ہین یا نہین -

الجواب - نوکری کرنا ایسے کارخانون مین جائز نہین کہ اعانت علی المعصیۃ ہے قال اللہ تعالیٰ و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان وعن انس قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرہا ومعتصرہا وشاربہا وحاملہا والمحمولۃ الیہ وساقیہا وبایعہا وآکل ثمنہا والمشتری لہا والمشتری لہ رواہ ترمذی وابن ماجہ خیر المواعظ اور افیون کا استعمال جس صورت مین ناجائز ہے اُسکے اعتبار سے تو اُس کا حکم مثل خمر کے ہے فالمعین فی ذالک کالمعین فی ہذا لقولہ علیہ السلام الا ان کل مسکر حرام وکل مفتر حرام و کل مخدر حرام رواہ ابو نعیم خیر المواعظ اور جس صورت مین استعمال جائز ہے اُسکے اعتبار سے اُسکی بیع سے روکنا دوسرون کو ظلم ہے اور ظلم کی اعانت بھی حرام ہے غرض ہر حال مین یہ شخص بھی معین ہے فعل ناجائز کا اور یہ لوگ بھی فاسق ہین انکی امامت بھی مکروہ ہے ۱۴ محرم ۲۵ھ

اے قدم برداشتہ از راہ دین	از چہ شد ماکول و ملبوست چنین
چند مال شبہ ناک آری بکف	چند جاکٹ پوش باشی خوش علف
عاقبت سازد ترا از دین بری	این تن آرائی و این تن پروری

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

سوال - ایک شخص کے زمین بیس بیگہہ ہے اُس کو اکتالیس روپیہ اس اقرار پر دیئے کہ عرصہ دس برس تک اس کا پیداوار ہم لیتے رہین اور جو محصول سرکاری پڑتا ہے اصل مالک ادا کریگا مگر روپیہ اکتالیس بعد دس برس کے مالک زمین سے کھانے والا پیداوار زمین کا واپس نہ لیگا اور بعد دس برس کے مالک زمین اپنی زمین پر قابض ہو جاوے گا اس طرح کا کھانا درست ہے یا نہین -

الجواب - معلوم نہین کہ اُس زمین مین کوئی چیز پیداواری کی موجود ہے یا یہ کہ بطور کرایہ کی زمین لی ہے کہ اسمین جس طرح چاہے جوتے بووے اور پیداوار لے پس اگر دوسری صورت ہے تو یہ عقد اجارہ ہو دس برس کی میعاد تک وہ زمین بمقابلہ اکتالیس روپیہ کی اجارہ لی ہے یہ جائز ہے کچھ حرج نہین اختیار ہے جو چاہے بووے اور حاصل کرے مگر اس مین شرط یہ ہے کہ یہ اجارہ بدون دباؤ قرض کے ہو اور اگر مقصد اکتالیس روپیہ کا قرض لینا تھا اور قرض دینے والا قرض پر نفع حاصل کرنے کی غرض سے یہ حیلہ کرے کہ یہ زمین جسمین منفعت زیادہ ہے بمقابلہ اس اکتالیس روپیہ کے

ف معاوضہ گروی پیداوار زمین کا درست معلوم ہوتی ہے ۔ منہ

دیدو تو بوجہ اسکے کہ یہ رعایت قرض کے دباؤ مین ہوئی ہے حرام اور سود ہے اور اگر اس زمین مین کوئی
چیز آمدنی کی مثل باغ وغیرہ موجود ہو تو یہ عقد جائز نہین کیونکہ اجارہ تو ہو نہین سکتا کہ اجارہ مین تملیک منافع
کی ہوتی ہے اور یہ تملیک عین ہے نہ رہن مجری ہو سکے کیونکہ رہن مجری مین بعد حصول پیداوار
اسکی قیمت لگاتے ہین اور یہان پہلے طے ہو چکی دوسرے اس مین کوئی مدت نہین ہوتی بلکہ جب تک
مجرا نہو لے وصول کئے جائے پھر چھوڑ دے یہان مدت ٹھیری ہے نہ بیع پیداوار کی ہو سکتی کیونکہ
وہ معدوم ومجہول ہے اور بیع موجود ومعلوم ہونی چاہئے پھر زمین پر قبضہ بے معنے ہے پس جب عقود صحیحہ
مین سے کچھ نہین ہو سکتا تو معاملہ باطل ٹھیرا حاصل یہ کہ اگر اس زمین مین کوئی چیز پیداواری کی موجود
نہین اور روپیہ والا دس برس تک بطور اجارہ کے رکھکر اس سے منفعت حاصل کرے جائز ہے
مگر اس مین وہی شرط ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اگر کوئی چیز موجود ہے تو یہ معاملہ باطل ہے اور
اگر کچھ زمین بطور اجارہ ہے اور کسیقدر زمین کوئی چیز موجود ہے پس اگر ہر ایک کا جدا معاملہ کرین تو
معاملہ اجارہ کا جائز ہوگا اور دوسرا معاملہ باطل اور دونون کا ایک معاملہ کرین تو بسبب شیوع فساد
کے سب باطل ہوگا۔ واللہ اعلم فقط ۵ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ جس شخص کا دل نوکری کو
بسبب قواعد کے کہ اسمین نماز فرضی قضا ہوتی ہے اور انگریزی زبان سیکھنی اور بولنی پڑے اور اصل
مقصود اس قواعد وغیرہ سے یہ ہو کہ جب کہین لڑائی درپیش ہو تو قواعد دان بھیجے جاوین نہ چاہتا
ہو اور والدین واسطے چھوڑنے کے ازبس ناراض ہین اور نوکری کرنے مین خوش ہین اسکے جواب سے
سائل کو معزز فرماوین۔

الجواب۔ یہ نوکری بوجہ اسکے کہ نماز فرض فوت ہوتی ہے اور وقت مقابلہ کفار ومسلمین کے تائید
کفار کی کرنی پڑتی ہے اور وقت پر انکار ہو نہین سکتا ناجائز ہے اسکا چھوڑ دینا چاہئے اگرچہ والدین
ناراض ہون خدا تعالیٰ کے سامنے کسیکی اطاعت نہین ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ الآیہ وایضا
قال جل شانہ وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعہما الآیہ وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق الحدیث واللہ اعلم فقط ۱۰ محرم جمعہ سنہ ۱۳۳۱ھ

سوال۔ حضرت علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص نے مثلاً اپنی زمین

جس مین درخت ڈھاک کے ہین کسی کو دو سال پر ٹھیکہ پر دیدیے اور جس کو دیدیے اُس سے یہ کہا کہ اتنی مدت تک یہ زمین تیرے قبضہ مین ہے تجکو اختیار ہے کہ تو ان درختوں کو کاٹ یا رکھ بعد انقضاء مدت معہودہ یہ زمین مین تجھ سے لے لونگا تو آیا یہ معاملہ اُسکو کرنا جائز ہو یا نہین اور بوجہ عدم جواز کے کیا ہو سکتی ہے

الجواب - یہ معاملہ صحیح نہین کیونکہ معنی کلام کے یہ ہوئے کہ دو سال تک جتنے درخت تو کاٹ لیگا وہ تیرے ہاتھ بیع ہین اور تعداد اُن درختوں کی معلوم نہین کہ دو سال مین کتنے کٹینگے تو بیع مجہول کی ہوتی اور یہ جائز نہین - سلخ محرم ۱۳۱۰ھ

کتاب الدعوے

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ عمرو نے بوجہ بغاوت حاکم وقت اپنی جائداد بغرض محفوظی زید اپنے برادرزادہ حقیقی کے نام کرادی اور ہمیشہ وہ جائداد بقبض و تصرف عمرو رہی اور کبھی قبضہ زید کا مالکانہ اُسپر نہین ہوا اب زید بعد وفات عمرو فقط اس وجہ سے کہ وہ جائداد اُسکے نام بغرض مذکور کرادی تھی وارثان عمرو سے دعوی ملکیت کرتا ہے تو اس صورت مین ملک اُسکی ہو سکتی ہے یا نہین اور یہ دعوی اُس کا صحیح و درست ہے یا نہین -

الجواب - اس صورت مین عمرو نے محفوظی جائداد کے واسطے ایک حیلہ کیا ہے پس زید کسی طرح اُس جائداد کا مالک نہین ہو سکتا کیونکہ نہ تو استیلاء حاکم اُس جائداد پر پایا گیا کہ یون کہہ سکین کہ حاکم کی طرف سے زید کی ملکیت ہو گئی اور نہ قبضہ زید کا اُس جائداد پر مالکانہ پایا گیا پس دعوی زید کا غلط ہے اور وہ جائداد وارثان عمرو کی ہے - فقط

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مرد مسلمان جو کچھ نقد و جنس اپنی آمد و تجارت یا نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے پیدا کر کے بغرض حفاظت اپنی زوجہ کے تحویل مین رکھے یا کوئی جائداد بغرض انتظام و حفاظت اپنے روپیہ سے خرید کرے اور بیعنامہ مین زوجہ کے نام تحریر کراوے اور اُس جائداد کی آمدنی بھی اپنے خرچ خانگی مین صرف کرتا رہے اور جب زوجہ مذکور بمقتضای الٰہی انتقال کر جائے تو وہ مرد مسلمان اُس جائداد کو اپنے قبضہ و تصرف مین رکھے تو ایسی حالت مین اُس شخص کے پسر جو اُس زوجہ کے بطن سے پیدا ہوئے ہین اپنی والدہ کا

ترکہ سمجھ کر کہ بجنیاسہ مین زوجہ کا نام لکھادیا تھا اپنے باپ سے واپس مانگتے ہین اور شوہری حصہ ایک جمع دیتے ہین لہذا وہ جائداد شرعاً اُس مرد مسلمان کی ہے یا اُسکی زوجہ کی اور مہر زوجہ ادا ہو گیا تھا اُس کا جھگڑا اس مین کچھ نہین۔

الجواب۔ اگر واقعہ مطابق صورت مذکورہ سوال کے ہے تو زوجہ کے حق مین کوئی امر اسباب ملک سے نہین پایا گیا یعنی نہ وہ مشتری ہے اصالۃً یا وکالۃً اور نہ یہ ہے کہ شوہر نے بطور اشتراء فضولی کے اُسکی طرف سے خریدا ہو اور اُس نے اس بیع کو اپنی طرف سے جائز رکھا ہو پھر خواہ ثمن خود دیتی یا تبرعاً کوئی دوسرا دیدیتا اور نہ زوج کی طرف سے کوئی صیغہ ہبہ پایا گیا اور نہ زوج کی جانب سے کوئی اقرار اس کا کہ یہ جائداد زوجہ کی ملک ہے پایا گیا اور یہی اسباب ملک کے اس صورت مین ہو سکتے تھے جب سب منتفی ہین تو جائداد ملک زوج کی ہے زوجہ کی نہین البتہ اگر اسباب مذکورہ مین سے کوئی امر باقرار زوج کے یا ورثہ زوجہ کے بینہ یعنی گواہ قائم کرنے سے ثابت ہو جاوے تو اُسوقت جائداد ملک زوجہ کی ہے اور میراث جاری ہوگی وہذا کلہ ظاہر واللہ تعالے اعلم ۲ جمادی الاخری ۱۳۲۵ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے بکر سے کہا کہ فلانی زمین میرے دادا کی تیرے دادا نے بزور اپنے قبض و تصرف مین کر کے کچھ غلہ مقرر کر لیا تھا وہ ملتا بھی رہا اب عرصہ چالیس ۴۰ پینتالیس ۴۵ سال سے وہ بھی نہین ملا بکر نے جواب دیا کہ اس حال کی مجھکو بالکل خبر نہین نہ مین نے کبھی اپنے مورثون سے سنا نہ کوئی کاغذ ایسا دیکھا اور نہ کسی سے ثابت ہوا اور زمانہ حیات مورث مین کیون دعوی نہ کیا اور اس زمانہ مین بکر کے دادا کی جائداد ورثہ پر تقسیم بھی ہو گئی ہم اگر زید کا دعوی صرف بکر سے ہے اس بنیاد پر اگر بغیر سبب وجھوٹ کوئی مقدمہ عدالتی حکام وقت زید بکر پر قائم کر کے نقد روپیہ وصول کرے تو اُس کو جائز ہے یا نہین۔ فقط ظہیر الدین از انبہٹہ

الجواب۔ اگر زید اس دعوی مین سچا ہے تو جس حالت مین کہ وہ زمین سب ورثہ مین منقسم ہے فقط بکر پر دعوی کرنا جائز نہین مدعا علیہم سب ہین سب سے دعوی کر کے اول تو اگر کسی طرح پر ممکن ہو تو وہ زمین ہی لے لے اور اگر نہو سکے تو جھوٹا مقدمہ قائم کر کے نقد روپیہ وصول کرنا جائز نہین ہان بقدر اپنے حق کے روپے ورثہ سے چھین لے یا چرا لے یا کسی حیلہ سے لے لے مثلاً قرض کے بہانہ لیکر پھر نہ دے یہ جائز ہے یعنے جتنے جتنے کسی وارث کے پاس ہے بقدر اُسکی قیمت کے اُس سے لیلے

مگر احتیاط کرنا یعنی روپیہ نہ لینا بہتر ہے کیونکہ صاحب حق کا خلاف جنس سے لینا مختلف فیہ ہے
فی کتاب الحجر من الشامی قال الحموی فی شرح الکنز نقلا عن العلامۃ المقدسی عن جدہ الاشقر عن شرح
القدوری للاخصب ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانہم لمطاوعتہم فی الحقوق والفتوی
الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمداومتہم العقوق قال الشاعر عفا
علی ہذا الزمان فانہ زمان عقوق لازمان حقوق ٭ وکل رفیق فیہ غیر مرافق ٭ وکل صدیق فیہ غیر صدوق +
ج ۵ ص ۹۵ ۔ ولیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع ۱۲ در مختار قولہ و
جوزہ الشافعی قدمنا فی کتاب الحجر ان عدم الجواز کان فی زمانہم اما الیوم فالفتوی علی الجواز ۱۲ شامی جلد
خامس ص ۲۷۱ ۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ ہجری

سوال ۔ قدیم زمانہ میں جب کہ معاملات کے انفصال کا شریعت پر حصر تھا تمام معاملات اور دعوی
میں سوائے اوقاف اور ایسے دعاوی کے جو منافع عام کے متعلق ہیں سماعت کے لئے پندرہ سال تک
تحدید کردی گئی تھی جس کو علماء شریعت نے (مرور زمان) سے تعبیر کیا ہے اور عملدرآمد اسی پر رہا ہے
کہ اگر مدعی علیہ اسقدر میعاد گذر جانے کی وجہ سے قابل سماعت نہ رہنے کا عذر پیش کرتا تھا تو عذر اسکا
مسموع ہوتا تھا بالفعل عثمانی حکام شریعت اور حکام عدالت دیوانی اس تحدید کے پابند ہیں سہولت
کے لئے چند معتبر کتب مشہورہ کا حوالہ بھی ذیل میں دیا گیا ہے ۔ اگر جناب کے نزدیک بھی عملدرآمد اسی کا
ثابت ہوجاوے اپنے قلم یا مہر سے اس پرچہ کو مزین فرماویں ۔ فی فتاوی القبالی لا تسمع الدعوی
بعد ست وثلاثین سنۃ ولکن المختار الآن ان لا تسمع بعد خمس عشرۃ سنۃ الا بامر السلطان
وعلیہ الفتوی بزازیہ من کتاب الدعوی وبالامر من السلطان بعدم سماع حادثۃ لہا خمس عشر
سنۃ وقد افتیت بعدم سماعہا انتہیہ من البحر الرائق فی کتاب الدعوی القضاء یجوز
تخصیصہ وتقییدہ بالزمان والمکان واستثناء بعض الخصومات کما فی الخلاصۃ فعلی ہذا
لو امر السلطان بعدم استماع الدعوی بعد خمس عشرۃ سنۃ لا تسمع الاشباہ والنظائر
فی الظہیریۃ لان السلطان لو نہی عن سماع الدعوی بعد خمس عشرۃ سنۃ فیکون لا
بقول الشامی علی القانون فقط

الجواب ۔ فی الدر المختار (فرع) القضاء مظہر لا مثبت ویتخصص بزمان ومکان وخصو

تحقیق عدم سماع دعوی بعد میعاد

حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسة عشر فسمعها لم ینفذ قلت فلا تسمع الآن بعدها الا بامر الخ۔ اس روایت سے حکم مسئول عنہ کی لم اور حقیقت اور مبنی اصلی منکشف ہوگیا یعنی چونکہ ولایت قاضی کی مستفاد ہوتی ہے امر سلطانی سے توجسقدر سلطان نے اسکو اختیارات دیے ہین اُنسے زائد مین وہ قاضی ہی نہین اسلئے اُسکے احکام اُن امور مین نافذ نہو نگے پس جب سلطان نے اُس کو کہدیا کہ اتنی مدت کے بعد تم دعوی مت سننا اور بتصریح روایت فقہیہ قضاء کی تقئید مکان و زمان کے ساتھ جائز ہے اسلئے معنے کلام سلطان کے یہ ہوئے کہ تمہاری قضا خاص ہے اُن ہی واقعات کے ساتھ جو اس میعاد کے اندر کے ہون اور دوسرے واقعات مین ہم تم کو قاضی نہین بناتے۔ یہ وجہ ہے قضا نافذ نہونے کی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ واقع مین صاحب حق کا حق زائل و باطل ہوجاوے یا خود سلطان کو اس قید کا رفع کرنا جائز نہو چنانچہ قول الا بامر خود اس کا صریح مؤید ہے اور جب اس حکم کی علت معلوم ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ تقئید اُسی وقت اور اُسی شخص کے حق مین ہے جو اُس سلطان کا محکوم ہو اور جب تک وہ سلطان زندہ رہے اور اپنے اسی حکم پر قائم رہے اور اگر کوئی حاکم و قاضی اُس سلطان کے دائرہ حکومت سے خارج ہو یا وہ سلطان مرجاوے جسکے مرنے سے بتصریح فقہاء اُس کا حکم مرتفع ہوجاتا ہے یا خود وہ سلطان اپنا حکم منسوخ کردے ان صورتوں مین یہ حکم نہین خلاصہ یہ ہے کہ یہ حکم مقصود شرعی نہین بلکہ شعبہ ہے توکیل بامر خاص کا چنانچہ عبارت سوال مین سے یہ قول لان السلطان لم یوکل الخ اسکی صریح دلیل ہے اس بناء پر غیر حدود سلطنت عثمانیہ مین ان روایات کو حکم فقہی سمجھکر عمل کرنا جائز نہین اور حدود عثمانیہ مین بھی صرف قضاۃ کو عمل واجب ہے نا اہل حقوق پر۔

کتاب القضاء

شرط بودن سلطان مسلم براے حکم قضاء

سوال۔ قاضی درین ملک نصاری در کسے جا موجود ست یا نہ و قاضی چگونہ میشود اگر مردم قصبہ کلان اہلی اسے جمع شدہ امام جمعہ و جماعت و عیدین یکے عالم را سازند آن عالم کار قاضی کردن میتواند یا نہ مولانا رشید احمد صاحب درجواب نوشتہ بودند کہ نابالغہ نکاح کردہ برادر چون بالغہ شد و بفور علامت حیض انکار کرد نکاح فسخ میشود پس یکی نابالغہ خاندان ما کہ از بیوقوفی و تعصب قوم بنکاح صغیرہ در آمدہ بود بالغ شدہ انکار کرد پدر نابالغ را راضی کردہ بحکم ساختہ از حکم فسخ کنانیدیم و بدیگر خویش

نکاح کردیم بعض اقوام ما معترض اند ہستند درین حکم چیست فقط

جواب - قاضی آن کہ برای فصل خصومات حاکم ساختہ شود و برای عموم نفاذ احکامش دو طریق ست تولیت از سلطان گو کافر باشد و تولیت از عامۂ مسلمین و اگر در واقعہ خاصہ صرف متخاصمین بر نفس خود ہا او را والی سازند آن حکم ست و در حق نفس آنہا مثل قاضی ست نہ در حق غیر آنان پس بناءً علیہ درین ملک آن حکام کہ برای این غرض از سرکار مامور کردہ می شوند اگر مسلمان باشند در حکم قضاۃ ہستند مثل ڈپٹی وغیرہ فی الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ وفیہ ولو فقد وان بغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعۃ فتح پس آنکس کہ مسلمانان او را محض برای اقامت اعیاد و جمعہ ہا قائم کردہ اند در حکم قاضی نیست البتہ او را متخاصمین حکم میتوانند ساخت پس در صورۃ مسئولہ اگر شوہر نابالغہ بشرطیکہ خود بالغ باشد و منکوحہ مذکورہ کسے را حکم ساختند قضایش بر ایشان نافذ گردیدی و پدر شوہر اگر کسے را حکم سازد نا معتبر ست چرا کہ حکم حکم بر غیر محکم نافذ نمے شود فی الدر المختار ہو (ای التحکیم) تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما وفیہ لا یتعدی حکمہ الی غیرہما پس چون از شوہر تحکیم صادر نشد لہذا قضای حکم نافذ نہ گردیدہ واللہ اعلم ۲ رجب سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - متعلق جواب بالا - قاضی درین ملک چنانچہ فرمودند مفقود ست لاکن حاکم وقت علاقہ ما بعض وقت اسسٹنٹ و تحصیلدار و جج کسے نہ کسے مسلمان می باشند اما او شان چنین فیصلہ قضا یعنی فسخ نکاح ہرگز ہرگز نے کنند و اگر تقدیرا کنند و نخواہند کرد مگر علمایان این طرف نیم علم خطرۂ ایمان بالکل نے علم و کم فہم و متعصب اند این حاکمان را حکم کفر در پردہ و عاملان را کفر ظاہر خواہند داد و علی ہذا القیاس قاضی حنفی مقرر سرکار و عوام مردم کہ در ضلع دیگر باشد از خوف خلاف مذہب قطعا حکم فسخ نکاح مفقود الزوج نخواہد کرد آرے در پنجاب شہرے قاضی حنفی بود اہلحدیث شدہ است لاکن بر فیصلہ ہا اجرت نے اندازہ می گیرد اگر جائز باشد از و فتوی گرفتن مفقود الزوج از و حکم گیرد و دیگر عالم اہل حدیث ہم است چیزے نخواہد گرفت و قریب ست اگر جائز باشد از و حکم گیریم و اگر جاے اینچنین قاضی لایق فتوی معلوم باشد اطلاع فرمایند تا از و رجوع کردہ شود؟

جواب اگر قاضی عرفیست شرعا قاضی نیست و اگر قاضی شرعیست کہ براے فصل خصومات مقرر کردہ شد قضایش نافذ مے شود اگرچہ اجرت گرفتن او را جائز نباشد فی رد المحتار وأما اذا ارتشی ای ہو قولہ فعلی

مافی الحمادیۃ فیہ ثلثۃ اقوال قیل ان قضاءہ نافذ فیما از شئی فیہ وفی غیرہ والاول اختار البزدوی واستحسنہ فی الفتح الی ان قال وینبغی اعتمادہ للضرورۃ فی ہذا الزمان اھ مختصراً لاکن بمحض فتوی گرفتن از کسی کافی نیست کما نقلہ المفتی سعد اللہ المرحوم الرامفوری فی فتاواہ وعبارتہ ہکذا قال البزازی فی فتاواہ قال السرخسی ہذا شرط آخر وہو ان یصیر حادثۃ فیجری بین یدی القاضی من خصم علی خصم حتی لو فات ہذا الشرط لاینفذ القضاء لانہ فتوی اھ ۷ رشعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

ف عدم کفایت فتوی از نکاح مفقودۃ الزوج

سوال - اگر حنفیہ مفقودۃ الزوج را از شافعی عالم فتوی گرفتہ عمل کردن جائز باشد مطلع فرمایند از نام ومقامش تا رجوع باو کنند۔

جواب - فتوی محض کافی نیست لما مر فی الجواب عن السوال الاول وایضاً فی فتاوی المفتی المرحوم ما نصہ ایضاً فیما کان بمنزلۃ الفتوی منہ فلا یرفع الخلاف فصار وجودہ کعدمہ فاذا رفعت الحادثۃ الی حنفی فانہ یحکم بمقتضی مذہبہ ولا یمنعہ حکم المالکی من ذلک فانہ فتوی ولیس بحکم اھ پس ازین عبارت نیز معلوم شد کہ فتوی صرف در تخصوص کافی نیست واللہ اعلم ، رشعبان ۱۳۲۱ھ

ف اجرۃ دہانیدن حاکم قاضی یا شاہدان را از فریقین

سوال - اگر سرکار برضامندی فریقین عالمی را برائے فیصلہ شرعی منصف سازد واجرت از فریقین دہاند یا مسلمان راکہ عالم باشد منصف فریقین برای تصفیہ شان سازد واجرت از فریقین این منصف را دہاند یا فریقین خود یکی را حاکم سازد وچیزے اجرت فیصلہ دہند گرفتن جائز ست وعلی ہذا القیاس شاہدان را از مدعی خرچہ وخرجہ می دہانند شاہدان را گرفتن جائز۔

الجواب - اولاً فقہاء رزق القاضی را جائز نوشتہ اند اگر این اجرت بقدر کفایت حوائج باشد داخل رزق القاضی ست در جوازش شبہ نیست وہمچنین شاہدان را بقدر خرچہ راہ وخوراک سفر گرفتن جائز ست وزیادہ ازین اجرت ست بر شہادت چون شہادت عبادت ست مثل قضا بران اجرت گرفتن جائز نباشد ۱۷ رشعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

ف اشتراط قاضی برائے فسخ نکاح

سوال - ہندہ نابالغہ کا نکاح ایسے ولی کی ولایت سے ہوا کہ جسکے فسخ کا اختیار بعد بلوغ ہندہ کو حاصل ہے مگر نفاذ فسخ کے واسطے چونکہ تراضی اسے القاضی شرط ہے اور آج کل ہندوستان میں سلطنت کفار کی ہے کوئی قاضی اسلام ایسا مقرر نہیں جو تمام قصاص وحدود وغیرہ شرعیہ کا نفاذ کرے کہیں پر تو کفار خود نزاعات بین المسلمین کا فیصلہ کرتے ہیں اور کہیں کفار کی جانب سے ایک مسلمان حاکم ہے

کہ نزاع باہمی کا فیصلہ کرے اور کسی جگہہ انکی طرف سے عالم مقرر ہے کہ بعض نزاع بین المسلمین کا موافق شرع کچھ فیصلہ کردیا کرے اور کہین کوئی مقرر نہین بلکہ وہانپر مسلمان کسی عالم کو اپنے امور کا حکم بنا لیتے ہین آیا صورۃ اولے مین اگر فسخ نکاح ہوا تو وہ فسخ شرعا معتبر ہے یا نہین اور صورۃ ثانیہ وثالثہ ورابعہ کا کیا حکم ہے آیا اُن لوگونکا فیصلہ فسخ نکاح مین جوکہ موافق حکم شرعی ہوا ہو معتبر ہوگا یا نہین اور ان سب صورتون مین حکم واحد ہے یا کچھ تفصیل ہے اور بوجہ معدوم ہونے قاضی اسلام کے ہندہ کو خود فسخ کا اختیار ہے یا نہین نیز اسوقت مین جملہ امور مین جوکہ مفوض بقضاء قاضی ہین پیش آتے ہین انمین کیا تدبیر کیجاے

الجواب - فی الدر المختار فی خیار الفسخ بشرط القضاء للفسخ فی رد المختار ای ہذا الشرط انما ہو للفسخ لا للثبوت الاختیار الخ جلد ۲ صـ ۵۰۲ وفی الدر المختار کتاب القضاء یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا اھ وفی الہدایۃ ولا تصح ولایۃ القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشہادۃ اھ ای من العقل والبلوغ والاسلام فی الہدایۃ فاذا حکم رجلان رجلا لحکم بینہما ورضیا بحکمہ جاز لان لہما ولایۃ علی انفسہما فصح تحکیمہما و ینفذ حکمہ علیہما قال العینی لا علے غیرہما حتے لو ظفر المشتری بعیب فحکم ہو والبائع رجلا فرد علی البائع بحکمہ لم یکن للبائع ان یردہ علی بائعہ آہ ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے اول صورت اولی مین فسخ معتبر ہو گا صورۃ ثانیہ مین معتبر ہوگا اور صورۃ ثالثہ مین اگر اس عالم کو حاکمانہ اختیارات دیئے گئے ہین تو مثل صورۃ ثانیہ کے فسخ معتبر ہوگا اور اگر صرف درجہ مفتی مین ہے تو معتبر نہوگا اور صورت رابعہ مین جن لوگون نے حکم بنایا ہے اُنکے حق مین معتبر ہوگا دوسرون کے حق مین نہوگا پس مقضی لہ ومقضی علیہ دونون کا حکم بنانا شرط ہے ۲۔ خود ہندہ کو اختیار نہین ۳۔ سب ملکر حاکم وقت سے درخواست کرین کہ ایسے امور کے لئے ایک مسلمان حاکم مقرر کردے واللہ اعلم ۲۴ صفر ۱۳۲۵ ہجری

سوال - ہندو را مبالغ دادم منکر شد تنہا بودم منکر شد در شرع باو حلف اگر آید چہ حلف دادہ آید

الجواب - فی الدر المختار والوثنی باللہ تعالیٰ لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اھ ازین روایت مفہوم شد کہ ہندو راکہ بت پرست بود حلف باللہ کافی ست واللہ اعلم ۷ رشعبان ۱۳۲۱ھ

کتاب الشہادۃ

سوال - رویت ہلال ماہ شوال و یا ذی الحجہ کی و یا طلاق وعقد نکاح کی اگر صرف چار پانچ عورتین

ف عدم کفایت شہادت محض زنان در حقوق [illegible]

شہادت دین تو ان امور میں انکی شہادت مقبول ہو یا نہیں یعنی چار پانچ عورتوں کی شہادت سے طلاق وعقد نکاح وماہ شوال وماہ ذی الحجہ ثابت ہو جاوے گا یا نہیں۔

الجواب۔ ثابت نہوگا فی الدر المختار اول کتاب الشہادات بعد ذکر نصابہا فی الزنا والحدود والقصاص والولادۃ والبکارۃ وعیوب النساء ما نصہ ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح و وطلاق الی قولہ رجلان او رجل وامرأتان ثم قال ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل۔ واللہ تعالی اعلم ۶ رجب ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص نے دو امر کے دعوے کیے اسکے ثبوت میں شہادت پیش کی دو شخصوں نے ایک امر کی شہادت دی اور دو نے دوسرے امر کی اول دو شخصوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ مجھے دوسرے امر کا علم نہیں اور وہ اسی جلسہ میں تھا مگر یہ نہیں معلوم ہوا کہ اول سے آخر تک یا تھوڑی دیر پس اس صورت میں دوسرے امر کی شہادت ثابت ہو جاویگی یا نہیں نصاب شہادت موجود ہے اس شخص کا انکار ہے اور تردد ہے کہ تمام جلسہ میں رہا یا نہیں۔

الجواب۔ فی الہدایۃ باب الاختلاف فی الشہادۃ واذا شہد شاہدان انہ قتل زیدا یوم النحر بمکۃ وشہد آخران انہ قتلہ یوم النحر بالکوفۃ واجتمعوا عند الحاکم لم یقبل الشہادتین لان احدہما کاذبۃ بیقین ولیست احدہما باولی من الاخری۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جہاں دو دو شاہد ایسے دو امر پر ہوں جن میں تنافی نہو دونوں شہادتیں مقبول ہیں پس صورت مسئولہ میں دونوں شہادتیں مقبول وثابت ہیں وہذا ظاہر جدا واللہ اعلم۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ جب عیدین میں مثل معاملات کے شہادت رجلین اور رجل وامرأتین مشروط ہے تو کیا وجہ کہ کتاب القاضی الی القاضی کے تمام شرائط عیدین میں معتبر نہوں۔

الجواب۔ عبارات وجزئیات فقہ سے تصریحا ثابت ہو کہ عیدین من کل الوجوہ مثل معاملات وحقوق العباد کے نہیں بلکہ من وجہ دیانت ہے اس لئے اسکے بعض احکام مثل دیانات کے ہیں پس کتاب القاضی کے شرائط کا معتبر ہونا ضروری اور لازم کسی دلیل سے نہیں وتلک الجزئیات ہذہ فی الدر المختار وشرط للفطر نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد لکن لا یشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ فی رد المحتار والفطر وان کان فیہ حق عبد لکن فیہ حق اللہ تعالی لحرمۃ صومہ ووجوب صلوۃ العید وہو بعتق الامۃ اشبہ فلا یشترط فیہ الدعوی صفحہ ۱۴۶

جلد ثانی وفی الدر المختار ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین فی العلۃ المذکورۃ فی رد المحتار ای ضرورۃ عدم وجود الحاکم یشہد عندہ جلد ۱۴۶ جلد ثانی فی رد المحتار فی تعبیر المصنف کغیرہ بالظن اشارۃ الی جواز التسحر والافطار بالتحری الی قولہ لان التحری یفید غلبۃ الظن وہی کالیقین جلد ثانی صفحہ ۱۵ فقط

۱۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ

کتاب الغصب

سوال ۔ کسی چور یا چور کے دوست کے پاس مال مسروقہ رکھا ہے اب اللہ نے چور کے دل مین یا جس کو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کر دیا ہے یہ بات ڈالی کہ یہ مال ہمارے لیے حرام ہو اس کو واپس کرنا چاہیے یا اگر وہ مال خرچ ہو گیا ہے تو اسکی قیمت مالک تک پہونچانا چاہیے مگر چور اور چور کے دوست جس کو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کیا ہے دونون کو اندیشہ ہے کہ اگر مال یا مال کی قیمت مالک تک پہنچائینگے تو حال کھلجائیگا اور بیعزتی کے علاوہ قید کا خوف ہے تو کیا حیلہ کرے جس سے مالک کو مال یا قیمت پہونچ جائے اور چور اور چور کے دوست کی بیعزتی بھی نہو۔

الجواب ۔ پوشیدہ طور پر وہ مال مالک کے قبضہ مین جس تدبیر سے چاہے پہونچا دینے سے یہ بری الذمہ ہوجاویگا مالک کو اسکی اطلاع کی حاجت نہین کہ فلان شخص نے یہ میرا حق دیا ہے فی الدر المختار کتاب الغصب ویبرأ بردہا ولو بغیر علم المالک الی قولہ وکذا لو سلمہا الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء اھ واللہ اعلم ۔ ۱۸ ۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال ۔ زید کا ایک اسلامی ریاست سے بطور تنخواہ کے کچھ مقرر ہے زید اس بات کو خوب جانتا ہے کہ ریاست اسلامیہ مین روپیہ بوجہ موافق احکام شرعیہ کے رعایا سے وصول نہ کیے جانے کے ظلماً وصول کیا جاتا ہے اور استیلاء مسلم علی مال المسلم موجب ملک نہین پس اس صورت مین زید کی یہ آمدنی جائز ہوگی یا نہین اور اسی بنا پر ایسی ریاستون کی نوکری بھی جائز ہے یا نہین ۔

الجواب ۔ ہرچند کہ غصب وظلم کا مال اپنے مال مین یا دوسرے مغصوب مال مین ملا دینے سے ملک غاصب مین داخل ہوجاتا ہی مگر وہ ملک خبیث ہوگی نہ اس کو خود اس کا صرف کرنا جائز ہے نہ دوسرون کو اس کا قبول کرنا جائز ہے جب تک کہ غاصب اس کا ضمان ادا نہ کردے پس صورت مسئولہ مین زید کی آمدنی جائز نہوگی نہ ایسی ریاست کی نوکری جائز ہوگی والروایات ہذہ اما التملک بالخلط بمال نفسہ

براءت ذمہ از حق واجب بدون اطلاع مالک

ملازمت ریاست

او غیرہ فلما فی الدر المختار ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه فتجب الزکوٰة فیه ویورث عنه لان الخلط استهلاک اذا لم یمکن تمییزه عند ابی حنیفة وقوله ارفق اذ قلما یخلو مال من غصب ۱۳۵ وفیه اما اذا اخذ من انسان مائة ومن آخر مائة وخلطهما ثم تصدق لا یکفر لانه لیس بحرام لعینه بالقطع لاستهلاکه بالخلط ۱۳۵ قلت وافاد ایضاً کون ہذا المخلوط حراما خبیثا ولو حراما لا لعینه ۱۲ واما حرمة الانتفاع به فلما فیه ایضاً فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمه واعظم منافعه او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازه او یمکن بحرج ضمنه وملکه بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانه ای رضاء مالکه باداء او ابراء او تضمین قاض والقیاس حله وهو روایة فلو غصب طعاما فمضغه حتی صار مستهلکا یبتلعه حلالا فی روایة حراما علی المعتمد حسما لمادة الفساد ۲۶۶ واما حرمة قبول الغیر له فلما فیه ایضاً وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا والا لم یحل ۳۱۹ قلت والفرع بعد تمهید الاصول ظاہر حکمه واللہ اعلم فقط

سوال - جس زمین کو کوئی کاشتکار بارہ سال تک کاشت کرے تو قانون سرکاری سے اُس کو ایک حق حاصل ہو جاتا ہے کہ اُس اراضی سے بیدخل وغیر قابض نہیں ہو سکتا پس کاشتکار کا اس زمین کو اپنے قبضہ مین رکھنا اور اُس سے منتفع ہونا جائز ہے یا نہین اور للہ خیرات کرنا اور امید ثواب کی رکھنا یا کسیکو ہدیہ دینا اس آمدنی سے جائز ہے یا نہین -

الجواب - فی کتاب الغصب من الهدایة ومن غصب عبدا فاستغله فنقصت الغلة فعلیه النقصان ویتصدق بالغلة اھ اس سے معلوم ہوا کہ شے مغصوب سے جتنا نفع ہوتا ہے اُس سے انتفاع اس غاصب کو درست نہین اور جب یہ غاصب ہے تو اس لیے جسقدر اس کا خرچ ہوا ہے اُسقدر تو پیداوار مین سے رکھ سکتا ہے اور جو زائد نفع ہوا ہے اُس کا نہ تو خود استعمال درست ہے نہ کسی کو ہدیہ وغیرہ دینا اُس مین سے جائز ہے بلکہ مالک زمین کی طرف سے غریب محتاجون کو دیدے اور خود امید ثواب کی نہ رکھے یہ تو پیداوار کا حکم ہوا اور زمین کے لیے یہ حکم ہے کہ آیندہ کے لیے اُس کو چھوڑ دے ورنہ ظلم وغصب کے گناہ مین مبتلا رہے گا واللہ اعلم ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۵ ھ

سوال - پانی پرنالہ ہمسایہ کا اپنی چھت یا صحن مین لیکر اور حق متعلقہ آبچک مالک پرنالہ کے بزور بازو یا بزور عدالت زائل کرانا جائز ہے یا نہ فقط منشی ظہیر الدین از انبہٹہ

حکم زمین موروثی کاشتکاران

حق مسیل

الجواب - سیل یعنی پرنالہ و بدرو وغیرہ نکالنا حقوق ملک سے ہے جو شخص اُس جگہہ کا مالک ہو اُس کو ہر طرح کا تصرف پہونچتا ہے پس یہ شخص جو حق پرنالہ ہمسایہ کو زائل کرنا چاہتا ہے اگر وہ پرنالہ گرنے کی جگہہ اس شخص کی مملوک ہے اور اب تک بطور تبرع و احسان و رعایت ہمسایہ کو پانی ڈالنے کی اجازت دے رکھی تھی اور اب زائل کرنا چاہتا ہے اور پرنالہ بند کرتا ہے یہ جائز ہے اپنی ملک کا اختیار ہے اور اگر وہ جگہہ ہمسایہ کی مملوک ہے تو اس شخص کو اُس کا پرنالہ بند کرنا جائز نہیں کہ یہ غصب ہے ومن اشتری بیتا فی دار او منزلا او مسکنا لم یکن لہ الطریق الا ان یشتریہ بکل حق ہولہ او بمرافقہ او بکل قلیل وکثیر وکذا الشرب والسیل ہدایہ ج ۲ ص ۴۹ واللہ اعلم ۲۳ جمادی الاولی سنہ ۱۳۱۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مین کہ مسمے امیر احمد نے مسماۃ وزیر النساء سے بعوض اُس اپنے روپیہ کے کہ اُسنے بشمول اراضی ملکیت اپنی کے ۱۵ درعہ اراضی ملکیت مسماۃ عید وزوجہ کلو و حمن پسر کلو کے خرید کری تھی ایک زمین تعدادی تیرہ درعہ لی کہ جس کا مسمے رشید احمد شفیع ملاصق ہو کہتے ہین کہ جو وزیر النساء نے اکتالیس درعہ نوگرہ اراضی بذریعہ بیعنامہ سابق بنام امیر احمد بیع کی تھی اُسمین اُنیس درعہ اراضی کی کمی بسبب ثبوت استحقاق غیر یعنی عید و وغیرہ کے امیر احمد کو پڑی وزیر النساء نے اُس تعداد اراضی اکتالیس درعہ نوگرہ مذکور مبیعہ سابق کو اس تیرہ درعہ اراضی سے پورا کر دیا پس یہ معاوضہ کمی بیعنامہ سابق ہے کوئی بیع جدید نہیں کہ جو رشید احمد کو شفعہ پہونچے اب رشید احمد کو شفعہ بموجب شرع شریف کے لینا پہونچتا ہے یا نہین اور یہ معاوضہ اقرار نامہ بیع ہے یا نہین -

الجواب - صورت مسئولہ مین جو وزیر النساء نے امیر احمد کے ہاتھ زمین فروخت کری اور اُس مین غیر کا حق نکل آیا اور اسکی وجہ سے اُس مبیع مین کمی ہو گئی تو بقدر اُس کمی کے وزیر النساء پر امیر احمد کا روپیہ واپس کرنا واجب ہوا لیکن وہ دونوں باہم راضی ہو گئے ہین اور اُس روپیہ کے عوض کچھ زمین وزیر النساء نے امیر احمد کو دیدی پس یہ بیع جدید ہوئی کہ مبادلہ مال بمال ہے اور اس مین رشید احمد شفیع کو شفعہ شرعاً پہونچے گا اور بظاہر اگرچہ یہ بیع تکمیل بیع اوّل کی معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت مین بیع اول سے کچھ علاقہ نہین بیع جدید ہے کیونکہ جب بوجہ استحقاق غیر اُس زمین مین کمی آ گئی تو بقدر اسکی کمی کے وزیر النساء بائعہ پر مشتری کا روپیہ لوٹانا واجب ہوا اور مشتری وہ روپیہ اس بائع سے جبرے لے سکتا ہے بائعہ کو مجاز نہین کہ روپیہ نہ دے اور عوض مین زمین دے اور

شفعہ کا استحقاق شفعہ در زمین کہ بعوض کمی سابق بوجہ استحقاق غیر در بیع باشد دادہ شود

اور اسی طرح اگر بائعہ روپیہ دے تو مشتری کو مجاز نہیں کہ روپیہ لینے سے انکار کرے اور زمین
عوض میں طلب کرے غرض اصل واجب الاداء روپیہ مذکور ہے زمین کے دینے لینے پر بائعہ و مشتری
مجبور نہیں بلکہ زمین کا معاوضہ تراضی طرفین پر موقوف ہے تو اگر یہ بیع اول ہوتی تو بوجہ ایجاب
وقبول وتراضی سابق بائعہ ومشتری پر زمین کے دینے لینے میں جبر کیا جاتا اور روپیہ کا دینا یا لینا
بلا رضاء مشتری و بائعہ کے جائز نہ ہوتا کیونکہ روپیہ کا واپس ہونا فسخ ہوتا اور فسخ بیع بلا رضاء جانبین جائز
نہیں تو جب زمین کے معاوضہ میں کسی پر جبر نہیں اور روپیہ لینا دینا بجبر جائز ہے تو معلوم ہوا کہ یہ
بیع اول نہیں بیع جدید ہے کہ تراضی طرفین کی حاجت پڑی پس جب بیع جدید ہوئی تو استحقاق
شفعہ سے اب کون مانع ہے یہ بات بہت ظاہر ہے ذرا تامل سے معلوم ہوسکتی ہے ۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

شفعہ شرکاء کا سب کے واسطے برابر ہونا

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد مشاع غیر منقسم ہے اس میں کئی شخص
شریک ہیں اگر ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیع کرے تو دیگر شرکاء کو دعوے
شفعہ کا پہونچتا ہے یا نہیں اور سب کو برابر پہونچتا ہے یا کم وزیادہ ۔ فقط

الجواب ۔ دیگر شرکاء کو دعوی شفعہ کا پہونچتا ہے کیونکہ سب کا استحقاق جائداد میں برابر ہے
اور سب شرکاء کو برابر حق پہونچے گا کم وزیادہ نہیں ۔ واذا اجتمع الشفعاء فالشفعۃ بینہم علی عدد رؤسہم
ولا یعتبر اختلاف الاملاک ۔ ہدایہ ج ۲ ص ۳۸۳ واللہ اعلم ۱۵ صفر ۱۳۳۱ھ

کتاب الرہن

عدم جواز انتفاع بالمرہون

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس میں کہ مرتہن کو انتفاع مرہون سے باذن راہن جیسا آج کل
مرہونوں میں رائج وشائع ہے جائز ہے یا نہیں ۔

الجواب ۔ انتفاع مرہون سے اگر مشروط یا معروف ہو جیسا آج کل ہے ربوا حرام ہے اور ربوا
اذن سے حلال نہیں ہوتا ۔ قال فی المنح وعن عبداللہ محمد بن اسلم السمرقندی وکان من کبار علماء
سمرقند انہ لا یحل لہ ان ینتفع بشیء منہ بوجہ من الوجوہ وان اذن لہ الراہن لانہ اذن لہ فی الربا لانہ یستوفی
دینہ کاملا فتبقی لہ المنفعۃ فضلا فیکون ربا وہذا امر عظیم (ثم قال بعد سطر) قال الطحطاوی قلت و
الغالب من احوال الناس انہم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراہم وہذا بمنزلۃ

الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع واللہ تعالےٰ اعلم انتہیٰ شامی جلد خامس مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۱۱ وصفحہ ۳۱۱ واللہ اعلم ۱۳۲۰ھ

سوال - ایک شخص زید اپنا گاؤن فروخت کرتا ہے لیکن اس شرط پر کہ ایک میعاد معین کے اندر اگر زر ثمن واپس کردے تو گاؤن مبیعہ واپس لے لے ایسا معاملہ اور استفادہ اس گاؤن سے مشتری کو شرعاً جائز ہے یا نہین (۲) ایک شخص اپنا گاؤن واسطے اطمینان قرضہ کے دائن کے قبضہ مین دیتا ہے اور یہ معاہدہ ہوتا ہے فریقین مین کہ تا ادائیگی قرضہ کے وہ اُس گاؤن پر قابض اور متصرف رہے اور اُس کا انتظام اور حفاظت اور سرکاری مطالبہ اور جملہ نفع ونقصان جو کچھ بھی ہو وہ ذمہ دائن کے ہوگا مدیون کو نفع و نقصان سے کچھ سروکار نہ ہوگا اور حال یہ ہے کہ ایسی صورت مین بظاہر اکثر فائدہ اور گاہے نقصان ہوتا ہے مثلاً خشکسالی ہوجاوے مزارعان فرار ہوجایئن سرکاری مطالبہ دینا لہٰذا ایسا معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہین -

الجواب - صورت مندرجہ سوال اول ظاہراً بیع وقصداً رہن ہے اور صورت مندرجہ سوال ثانی صریح رہن ہے سو رہن صریح مین تو اگر انتفاع مرتہن کا مشروط یا معروف ہو بلا اختلاف حرام ہے فی الدر المختار ثم نقل عن التھذیب انہ یکرہ للمرتھن ان ینتفع بالرھن وان اذن لہ الراھن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلمؒ من انہ لایحل للمرتھن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انھا تحریمیۃ فتاملہ ام قلت ھذا فی المشروط وقد تقرر ان المعروف کالمشروط اور رہن قصداً و بیع ظاہراً کو بیع الوفا کہتے ہین سو اصل قواعد مذہب کی رو سے یہ بھی رہن ہے اور انتفاع اُس سے حرام ہے اور اگر وہ بیع ہے تو بوجہ مشروط ہونے کے بیع فاسد ہے تب بھی حرام ہے لیکن بعض متاخرین نے اجازت دی ہو پس بلا اضطرار شدید تو اس کا ارتکاب نکرے اور اضطرار شدید مین بائع کو اختیار ہے کہ فتوے متاخرین پر عمل کرے اگرچہ مشتری کو کوئی اضطرار نہین والتفصیل فی الدر المختار قبیل کتاب الکفالۃ فقط واللہ اعلم ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

حکم فک رہن جائداد مرہونہ کہ سرکار بعلت بغاوت راہن ضبط کردہ نیلام نمود

جب سرکار نے زید راہن کی جائداد ضبط کرلی تو مثل اصل راہن کے اُس جائداد کے مالک اور مرتہن کی مقروض ہوگئی کیونکہ تسلط سے ملک اور مالک کو قرضہ سے بری کرکے خود اپنے ذمے لے لیا

سے مقروضیت ثابت ہوئی پھر جب عمرو نے وہ جائداد سرکار سے خرید لی تو یہی حال عمرو کا ہو گیا جو کہ سرکار کا تھا کہ جائداد کا مالک بھی ہو گیا اور مرتہن کا مقروض بھی ہو گیا جسکے مقابلہ مین وہ جائداد مرتہن کے پاس محبوس ہے جو حاصل ہے رہن کا غرض عمرو راہن ٹھیرا اور جو مرتہن تھا وہ بدستور مرتہن رہا پس رہن کا جو حکم ہے کہ جب راہن زر رہن ادا کر دے مرتہن پر واجب ہوتا ہے کہ روپیہ لیکر شے مرہون کو چھوڑ دے وہ حکم اس راہن اخیر اور مرتہن کے درمیان بھی ثابت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۸ صفر ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید نے اپنی جائداد رہن کر کے عمرو سے کچھ روپیہ قرض لیا منشا الفاظ رہن یہ تھے۔ میعاد اس رہن کی صرف ایک مہینہ قرار پائی ہے بعد انقضائے میعاد مذکور فوراً باداے کل زر رہن یکمشت جائداد مرہونہ کو فک رہن کرالونگا۔ اگر منمقر بعد انقضائے میعاد ایک ماہ فوراً زر رہن ادا کر کے جائداد کو فک نکرالون تو یہی دستاویز رہن نامہ بجائے بیعنامہ کے اور یہی زر رہن بجائے زر ثمن کے متصور ہوگا اور جائداد مرہونہ بیع شدہ سمجھی جاوے گی اور اسی وقت سے قبضہ جائداد مرہونہ پر مرتہن کا مالکانہ ہو جاوے گا اور مرتہن مثل میرے ان تمام حقوق کے مالک کامل مشتریانہ ہو جاوینگے جو جو مجھکو جائداد مرہونہ مین اس وقت حاصل ہین لہذا یہ چند کلمے بطور دستاویز بیع بالوفا کے لکھ دیئے بعد اس رہن کے عمرو مرتہن کا قبضہ جائداد مرہونہ پر ہوا اور جائداد مرہونہ کا کرایہ عمرو مرتہن کرایہ دارون سے وصول کرتا رہا مگر جزو جائداد مرہونہ پر زید راہن کا قبضہ رہا اور زید راہن بھی عرصہ تک کرایہ اُس جزو جائداد مرہونہ کا جسپر اُس کا قبضہ تھا عمرو مرتہن کو ادا کرتا رہا ساڑھے چار برس کے بعد عمرو مرتہن نے زید راہن کو ایک نوٹس دیا جس کا مضمون بعبارتہ یہ ہے۔ بموجب دستاویز بیع بالوفاء مورخہ (تاریخ وماہ سنہ) آپنے مبلغ (تعداد کل زر رہن) بہ رہن املاک واسطے میعاد ایک ماہ کے قرض لئے اور چونکہ معاملہ رہن کا باقبضہ تھا اسوجہ سے بعض املاک مرہونہ کو بکرایہ آپنے اپنے قبضہ مین رکھا چنانچہ اب مبلغ (تعداد کل زر رہن) اصل زر رہن اور مبلغ (تعداد) بابت زر کرایہ لغایت (ماہ سنہ) (تعداد روپیہ) آپ کے ذمہ واجب الادا ہین لیکن آپ نے ادا نہین فرمایا اندر میعاد پندرہ یوم ادا بیباق کر دیجئے (یہ صورت واقعہ کی ہے آپ حضرات علمار کرام مدظلہم سے یہ سوالات بکمال ادب ہین) ۱۔ صورت مذکورہ مین جائداد مرہونہ بیع ہو گئی یا نہین ۲۔ جو کرایہ جائداد مرہونہ کا کرایہ دارون اور زید راہن سے عمرو مرتہن کو وصول ہوتا رہا وہ اصل زر رہن مین ادا ہوتا گیا یا نہین ۳۔ عمرو مرتہن کو

اب اسی قدر اصل روپیہ رہن کا حلال ہے جو بعد مجرا کرانے کرایہ وصول شدہ کے باقی ہو یا کل زر رہن
رہن بدون وضع کرایہ وصول شدہ کے لینا حلال ہے ؎۲ جس وقت زید راہن اسقدر روپیہ جو بعد
وضع کرایہ وصول شدہ کے عمرو مرتہن کا اصل زر رہن مین باقی ہو ادا کر دے تو عمرو مرتہن پر جائداد مرہونہ
چھوڑ دینا واجب ہے یا نہین

الجواب - فی فتح القدیر لایجوز تعلیق البیع کان یقول اذا دخلت الدار فقد بعتک کذا بمائة فقبل الآخر
لایثبت البیع عند الدخول - فی الکفایة عن الزهری ان اهل الجاهلیة کانوا یرتهنون ویشترطون علی
الراهن انه ان لم یقض الدین الی وقت کذا فالرهن مملوک للمرتهن فابطل رسول الله صلی الله علیه وسلم
ذلک بقوله لایغلق الرهن - وقیل لسعید بن المسیب اهو قول الرجل ان لم یات بالدین الی وقت کذا
فالرهن بیع بالدین فقال نعم وفی الدر المختار وبیع الوفاء ذکرته ههنا تبعا للدرر وصورته ان یبیعه العین
بالف علی انه اذا رد علیه الثمن رد علیه العین وفی الدر المختار عن الاشباه کل قرض جر نفعا فهو حرام فکره للمرتهن
سکنی المرهونة باذن الراهن وفی الدر المختار نقل عن التهذیب انه یکره للمرتهن ان ینتفع بالرهن وان اذن
له الراهن قال المصنف وعلیه یحمل ما عن محمد بن اسلم من انه لا یحل للمرتهن ذلک ولو باذن لانه ربوا قلت
وتعلیله یفید انها تحریمیة فتامله وفی الدر المختار اباح للمرتهن نفعه بل للمرتهن ان یوجره قال لا قیل فلو آجره
ومضت المدة فالاجرة له او للراهن قال له ان آجره بلا اذن وان باذنه فللمالک وبطل الرهن وفی الدر
المختار ویبطلها (ای الشفعة) صلحه منها علی عوض وعلیه رده لانها رشوة اه وفی الهدایة الکتابة والاجا
والرهن بمنزلة البیع لانها تبطل بالشرط الفاسدة - ان روایات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا ا صورت
مسئولہ مین یہ جائداد بیع نہین ہوئی کیونکہ تعلیق بیع باطل ہے بلکہ یہ صورت غلق رہن کی ہے جو کہ
حرام اور باطل ہے اور بیع بالوفا کی یہ صورت نہین ہے بلکہ اس مین فی الحال بیع ہوتی ہے اور اقالہ
کا وعدہ جس مین خود ہی کلام ہے سو یہان یہ صورت نہین ہوئی لہذا یہ رہن ہے اور رہن بھی فاسد
کیونکہ اس مین شرط فاسد لگائی گئی ہے ؎۲ اور چونکہ کرایہ ملک راہن کی ہے اور مرتہن کو بوجہ اشتراط
فی الرہن اس کا لینا حرام ہے لہذا یہ واجب الرد ہے ؎۳ اس لیے جسقدر روپیہ کرایہ مین مرتہن کو
وصول ہوا ہے اسی مقدار مین مقاصہ ہو گیا یعنی ذمہ راہن سے ساقط ہو گیا بقیہ روپیہ کا مطالبہ
راہن سے کرنا مرتہن کا حق ہے ؎۴ جب اس باقی روپیہ کو راہن ادا کر دیگا مرتہن کا دین رہن ادا

ہو جاویگا پھر جائداد مرہونہ کا چھوڑ دینا مرتہن پر واجب ہوگا۔ ۲۰ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۱ھ الجواب صحیح
بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

سوال۔ باغ مرہون کے پھل مشتری کو جائز ہین یا نہین اگر ناجائز ہین تو کیون اس لئے کہ مرتہن تو مامور ہے کہ اثمار فروخت کرکے قیمت جمع رکھے اور شئے مرہون کے ساتھ واپس کرے پھر اُس کا خریدنا اور کھانا کیون ممنوع ہے رہا فساد عقد سو مشتری بربیع فاسد کا ہدیہ جائز ہے۔

الجواب۔ مرتہن کے مامور بالبیع ہونے مین راہن کا وہ اذن معتبر ہے جو بہ نیت تملک باطل مرتہن کے نہو ورنہ وہ ربوا ہے اور وہ اذن غیر معتبر ہے لہذا وہ تصرف شئے غیر مملوک مین ہوگا جس طرح متعارف سود مین ماہوار بنام نہاد سود جو دیا جاوے حالانکہ بروئے حساب اصل مین شمار کیا جانا واجب ہے مگر پھر بھی جب تک اس نام سے لیا جاوے گا محرم الاستعمال ہے بخلاف مقیس علیہ کے کہ وہ تصرف اپنی ملک مین ہے اسلیے مقیس مین مشتری کے لیئے بھی ناجائز ہے اور مقیس علیہ مین ہدیہ لینا مثلاً جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ رہن بالقبض مین اگر راہن نے بلا منشا سود ایک رقم مرتہن کو معاف کردی ہو اور یہ کہا ہے کہ باقی منافع سے تم اپنا قرض ادا کرلو تو جائز ہے یا نہین۔

نمبر ۲۔ راہن نے ایک رقم خوشدلی باقی مرتہن کو معاف کردی اور یہ کہا کہ باقی منافع تم لو جب مین یہ قرض ادا کرلونگا منفک کرالون گا مثلاً راہن نے ایک ہزار منافع کی جائداد پانچ ہزار مین مکفول کی شرط یہ ہوئی کہ سالانہ اس ایک ہزار مین سے دوسو مجھے دیا کرو باقی تمہارا جب مین پانچہزار ادا کرلون گا منفک کرالون گا یہ دوسو کی رقم قرض مین نہین ادا ہو رہی ہے بلکہ مرتہن کی جیب مین جاتی ہے جائز ہے یا نہین

الجواب۔ چونکہ یہ یقینی بات ہے کہ یہ دونون رعایتین قرض کی وجہ سے ہین اس لئے ناجائز ہین اور کل قرض جر نفعا کے کلیہ مین داخل اگر عقد رہن مین مشروط ہین تب تو ظاہر ہی ہے اور اگر مشروط بھی نہون لیکن چونکہ متعارف ہین اسلیے حسب قاعدہ المعروف کالمشروط کے وہ بھی ناجائز ہے البتہ بلا اشتراط و بلا تعارف ایسی رعایتین جائز ہین۔ واللہ اعلم ۹ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ رہن لینے مین جو آسانی ہوتی ہے اُسکی کوئی صورت شرعا پیدا ہوسکتی ہے یا نہین کیونکہ

فرض کیجئے کہ ایک موضع میں میرا حصہ پندرہ آنہ ہیں ایک آنہ والا حصہ دار بضرورت قرض لینا چاہتا ہے مجھسے رہن بالقبض یا بلاقبض کی درخواست کرتا ہے اگر میں نہیں لیتا تو دوسرے کے قبضہ میں جاتا ہے جس سے پھر ملنے کی امید نہیں اور گویا مجموعی انتظام میں ہزاروں طرح کے رخنے پڑنے کا احتمال ہے یا مثلاً کوئی زیادہ قیمت کی جائداد تھوڑے روپیوں میں ہمارے پاس رُک جاتی ہے جسے ہم سمجھتے ہیں کہ راہن میں ادا کرنے کی قوت نہیں ہے پھنس جانے پر رفتہ رفتہ ہم قیمت ادا کر دیں گے اور اسطرح ہمارے پاس ایک معقول جائداد ہوجاویگی آسانی صرف اسقدر ہوئی کہ یکمشت قیمت نہ دینی پڑی)

جواب۔ صرف اسقدر ممکن ہے کہ مدت رہن کے اندر جو منافع حاصل ہوں اُن کو امانةً جمع رکھے اور جب وہ زمین فروخت ہوجاوے تب وہ امانت اُس راہن کو واپس کردیجاوے زمین بھی آسانی سے آجاویگی اور منافع رہن کے استعمال سے بھی محفوظ رہیگا البتہ اس صورت میں اتنا امر کھٹکتا ہے کہ اس صورت میں اگر راہن کو اطلاع ہوجاوے کہ اتنا واپس ملے گا تو امید ہے کہ وہ فک کراسکے تو اطلاع نہ کرنا یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے جس میں گناہ کا اندیشہ ہے البتہ سود کھانے کا گناہ اُسکو نہیں ہوا۔ واللہ اعلم ۲۴ جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید نے زمین بکر کے پاس پانچ برس کو رہن رکھی اور یہ اقرار کیا کہ اس زمین کو میں جوتوں گا اور جو منافع رہن صریح ہوگا وہ میں لونگا پہلے مدت کے اگر راہن روپیہ ادا کرے تب بھی ندوں گا نفع پیداوار زمین مرہونہ کا مباح ہے یا حرام۔

(۱) رہن ان بعض اجل و شرط انتفاع

الجواب۔ اس رہن میں دو فساد ہیں ایک تو مدت پانچ برس مقرر کرنا کہ اس سے پہلے فک پر قدرت نہو کیونکہ معنی رہن کے شرع میں یہ ہیں کہ کسی شئے کا دین کے بدلے میں محبوس کرنا فی الدر المختار ہو حبس شئے مالی بحق یمکن استیفاءہ منہ کالدین پس جب محبوس بوجہ دین کے ہے تو جسوقت راہن دین ادا کردے گا مرتہن کو حق حبس باقی نہ رہے گا خواہ پانچ برس سے پہلے ہو یا بعد ہو اب یہ شرط ٹھیرانا کہ اگر راہن روپیہ بھی ادا کردے تب بھی ندوں گا شرط فاسد ہے دوسرا فساد شرط انتفاع کی لگانا کیونکہ بمقتضائے حدیث کل قرض جر منفعۃ فہو ربا مرتہن کو انتفاع مرہون سے بالکل جائز نہیں خصوصاً جبکہ مشروط ہو اُس وقت تو ربوا صریح ہے اگرچہ راہن اذن دیدے کیونکہ ربوا اذن سے حلال نہیں ہوتا

لا یحل لہ ان ینتفع بشئ منہ بوجہ وان اذن لہ الراہن لانہ اذن لہ فی الربوا۔ شامی مجتبائی ج ۵ صفحہ ۳۱

کتاب الھبۃ

سوال - زید نے بلا تصریح وا علان بتبرع و دین کے کسقدر روپیہ عمرو عم حقیقی اپنے کو دیا کہ ایک نشستگاہ اندر زمین اپنی کے بنالو عمرو نے اس روپیہ سے اپنی زمین مملوکہ مین اپنی خشت سے ایک مکان بنالیا اب زید وارثان عمرو سے بعد وفات عمرو طالب اُس زر کا ہے جو مزدوری مزدوران و معماران مین صرف ہوا ہے پس عند اللہ و عند الرسول استرداد اس روپیہ کا زید کو وارثان عمرو سے آتا ہے یا نہین

الجواب - صورت مسئولہ مین زید نے جو عمرو کو روپیہ دیا ہے عند الشرع ہبہ ہے اگرچہ کوئی تصریح نہین مگر ظاہر اقرینہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے اور ہبہ مین قرینہ بھی تملیک کے لیے کافی ہو قلت فقد افادان التلفظ بالایجاب والقبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک کمن دفع الی الفقیر شیئا وقبضہ ولم یتلفظ واحد منہما بشیٔ انتہی درمختار ص۵۰۰ اور جب ہبہ متحقق ہوگیا اور عمرو وفات پا چکا ہے اب زید کو وارثان عمرو سے کچھ دعویٰ نہین پہونچتا اور استرداد اس کا ہرگز جائز نہین کیونکہ موت احد المتعاقدین مانع رجوع ہبہ ہے والمیم موت احد المتعاقدین درمختار باشامی ص۵۱۰ واللہ اعلم

سوال - میت کے تین وارثون سے ایک وارث نے کہا کہ میرا حصہ بقیہ دو لوگون کو دیدو مین خود لے کر کیا کرونگا یون نہین کہا کہ مین نے اپنا حصہ چھوڑا اپنا حصہ مین نہ لونگا تو اس طرح کہنے سے بھی یہ تخارج ہوجاویگا یا یہ ہبہ ناجائز ہے وہبہ مشاع ہوجاوے گا۔

الجواب - اگر خود ان وارثون سے کہا کہ مین نے تم کو دیا تو ہبہ ہے اور جو اور کسی سے کہا کہ دیدو تو یہ توکیل بالہبہ ہی بہرحال یہ تخارج نہین جسکی حقیقت تصالح علی الاقرار ہے جو حکم بیع مین ہی اور چونکہ ہبہ مشاع کا ہے لہذا جہان مشاع ہونا مانع صحت ہے وہان جائز نہو گا فقط

سوال - روپیہ اشیا غیر منقسمہ مین سے ہے یا منقسمہ سے یعنی دو شخصون کو ہبہ کرنا درست ہے یا نہ چونکہ چاندی آج کل ارزان ہی لہذا روپیہ بیچ سے تقسیم کردینے سے وہ نفع نہین رہسکتا لہذا یہ بھی غیر منقسم ہوئے لیکن اگر چاندی گران ہوجاوے تو کیا اُس وقت حکم بدلجاوے گا۔

الجواب - روپیہ اشیاء غیر منقسمہ سے ہے خواہ چاندی ارزان ہو یا گران کیونکہ اُس کا نفع موضوع لہ باقی نہیں رہتا و ہو المراد بنفعہ وعدمہ در مختار مین جزئیاً مذکور ہے (فروع) قبیل باب الرجوع فی الہبۃ وھب لرجلین درھما ان صحیحا صح وان مغشوشا لا لانہ مما یقسم لکونہ فی حکم العروض فقط واللہ اعلم

سوال - زید ملازم بادشاہ وقت تھا پس جب اُسکو تنخواہ ملتی تھی وہ سب کی سب لاکر اپنی بیوی ہندہ کے حوالہ کر دیتا تھا اور ہندہ جو چاہتی تھی وہ کرتی تھی وہ اصلا پرسان نہین ہوتا تھا بلکہ یہ حالت بھی کہ زید کو اگر آنہ دو آنہ یا روپیہ دو روپیہ یا کچھ کم و بیش کی حاجت ہوتی تھی تو ہندہ سے مانگتا تھا اگر ہندہ نے دے دیا تو خرچ کیا ورنہ چپ ہو رہتا تھا پس اسی تنخواہ کے روپیہ سے ہندہ نے زید کی حیات مین جائداد اپنے نام سے خریدی اور روقت خرید سے اس وقت تک وہی اُسپر قابض ہی اور زید نے اس سے اصلا تعرض نہین کیا اب عرصہ چار پانچ سال کا ہوتا ہے کہ زید انتقال کر گیا بس یہ جائداد علی ما فی الشامی وغیرہ ہبہ مین صرف قرائن دالہ علی التملیک کے بھی کافی ہونے کی وجہ سے ہندہ کی قرار دیگی یا زید ہی کی سمجھی جاکر اُسکے کل ورثہ اس مین سے حصہ پاوین گے۔

الجواب - ہر چند ہبہ قرائن سے ثابت ہو جاتا ہے لیکن صورت مسئولہ مین اسی مین کلام ہی کہ یہان قرائن ہبہ کے ہین یا نہین سو جہان تک غور و تامل کیا گیا یہ دینا ہبہ نہین معلوم ہوتا بلکہ بی بی کو محض تحویلدار سمجھتے ہین اور محض اس وجہ سے سب کمائی اُسپر د کر دیتے ہین کہ اُس کو امور خانہ داری مین تجربہ کار سمجھتے ہین تو اس کو دیدینا ایک گونہ انتظام کی سہولت سمجھتے ہین یہی وجہ ہے کہ جو عورتین سلیقہ شعار نہین سمجھی جاتین اُن کو اس طرح کے اختیارات نہین دیے جاتے اسی طرح اگر یہ معلوم ہو جائے کہ بیوی اپنے رشتہ دار کو دیتی ہے تو یقیناً شوہر ناخوش ہوتا ہے ان سب قرائن سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ ہبہ نہین محض توکیل و ایداع ہے رہا نہ پوچھنا اور تعرض نہ کرنا یہ اس وجہ سے نہین کہ اُس کو مالک کر دیا ہے بلکہ محض اسوجہ سے ہے کہ زوجہ پر اعتماد ہے کہ بے موقع صرف نکریگی بہر حال روپیہ بچا ہوا تو شوہر ہی کی ملک ہوگا جب اُسنے جائداد خریدی گویا مغصوب روپیہ سے خریدی لہذا جائداد زوجہ کی ملک ہو گی اور پھر روپیہ ترکہ زوجہ سے وصول کر کے سب ورثہ زید کو تقسیم ہوگا جس مین خود زوجہ بھی داخل ہے پس بقدر اسکے حصے کے تو ساقط ہو جاوے گا بقیہ روپیہ بقیہ ورثہ کے لئے وصول کیا

تحقیق قرائن ہبہ و عدمہ

جاویگا البتہ اگر شوہر کو یقیناً یہ معلوم ہو کہ یہ میرے ہی روپیہ سے خریدی گئی ہے اور بی بی نے اپنے ہی لیئے خریدی ہے اس مین میرا کوئی حق نہین یہ سکوت البتہ دلیل ہبہ کی ہے مگر جب تک یہ احتمال باقی ہو کہ شاید شوہر کو اسکے اطلاع نہو کہ یہ میرے روپیہ سے خریدی گئی ہے یا یہ کہ اطلاع ہو مگر اُسنے یہ سمجھا ہو کہ گو اپنے نام خرید لی ہے مگر اُس کو میری ہی سمجھتی ہے اور میرے بعد میرے ورثہ کو محروم نہ کرے گی یا اس لئے وہ خاموش ہو گیا ہو کہ اسکے نام ہونے سے جائداد محفوظ رہے گی میرے پاس سے شاید کوئی نیلام قرضہ مین کرالیوے تو ان احتمالات کے ہبہ ثابت نہو گا خلاصہ یہ کہ جب تک مجموعہ قرائن کی تفتیش و تعیین نہو حکم ہبہ کا مشکل ہے۔ واللہ اعلم ۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

زیور صرف کردن در مکان بلا اجازت زوجہ

سوال۔ بروقت تعمیر اور مکان طیار ہونے کے بعد حاجی صاحب مرحوم نے بہت دفعہ کہا کہ یہ مکان مسماۃ .... زوجہ ثانیہ کے لئے بنوایا گیا ہے اور اسی ہی وجہ سے چارسو روپیہ کا زیور مسماۃ مذکورہ کا حاجی صاحب نے فروخت کرکے اس مین لگایا آیا یہ اس مکان مین میراث جاری ہوگی یا اور سب وارثون مین تقسیم ہوگا یا مسماۃ .... کا ہوگا۔

الجواب۔ اگر اس کو ہبہ مان لیا جاوے تو ہبہ اُس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ہبہ کرنے والا بالکل اُس مکان کو اپنی چیزون سے خالی کرکے موہوب لہا کو قبضہ کرادے اگر ایسا ہوا ہے تو بعد اقامتہ شہود ہبہ صحیح ہوگا ورنہ نہین فی الدر المختار وتتم الھبۃ بالقبض الکامل ولو الموہوب شاغلا لملک الواھب لامشغولا بہ الی قولہ فلو وھب جرابا فیہ طعام الواھب او دارا فیہا متاع او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذلک لاتصح وبعکسہ تصح اھ اور زیور اُس مین لگانا غایۃ مافی الباب قرینہ ہبہ کا ہوگا مگر ہبہ مین جو شرط ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے جیسا اوپر بیان ہوا پس جب تک ہبہ صحیح نہو گا وہ زیور بطور احسان کے زوجہ کی طرف سے سمجھا جاوے گا۔ فقط واللہ اعلم

تفضیل بعض الاولاد

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید کی اولاد مین چند لڑکے اور لڑکیان ہین اُن مین سے کبیر سن اولاد کی تعلیم اور شادی وغیرہ مین حسب لیاقت روپیہ صرف کر چکا ہے اور صغیر سن اولاد کی نہ تعلیم ہوئی ہے اور نہ شادی اب زید اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اپنی حیات مین ورثہ کو شرعی طور پر مال و اسباب تقسیم کرنا چاہتا ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ صغیر سن اولاد کی تعلیم اور شادی وغیرہ کا صرف اُن کو مثل اولاد کبیر سن کے

علاوہ ترکہ کے شرعاً دے سکتا ہے یا نہیں اور جنکی حفاظت مین صغیر سن اولاد کو کرنا چاہتا ہے اُن کو ترکہ غیر منقسم مین سے کچھ دے سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب فی الدر المختار قبیل باب الرجوع فی الہبۃ عن الخانیۃ لاباس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ سوّی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی فی رد المحتار ای علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثی افضل من التثلیث الذی ہو قول محمد رملی چونکہ صورت مسئولہ مین بعض اولاد کو بغرض شادی وتعلیم کے زیادہ دینے سے مقصود دوسری اولاد کو ضرر پہونچانا نہین بلکہ ایک ضرورت ومصلحت سے زیادہ دیتا ہے بنا بر روایت بالا اس مین کچھ حرج نہین اس زائد کے علاوہ اور جو کچھ ترکہ ہو سب اولاد ذکور واناث کو برابر تقسیم کردینا چاہیے لیکن صحت تقسیم کے لیے ہر حصہ کا جُدا کردینا اور بالغین کا قبضہ بھی کرادینا ضروری ہے۔ اور آخر مین جو پوچھا ہے کہ جن کی حفاظت مین الخ۔ ان سے مراد اجنبی ہے یا وارث اُسوقت جواب ہوسکتا ہے واللہ اعلم ۱۴ جمادی الاولے ۱۳۲۳ھ

سوال . کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مسمے زید نے مسمے خولید کو اپنے مال کا ہبہ کیا اور اُسکی تحریر بھی کردی ہے لیکن تحریر ہبہ نامہ مین مال واسباب وجائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مفصل ذکر نہین کیا بلکہ صرف لفظ کل مال زیور وبرتن کا تحریر ہے اُس زیور وبرتن سے قدرے مال خولید کے پاس ہے باقی کل مال واسباب وجائداد منقولہ وغیر منقولہ زید کے قبضہ مین ہے اور مکان مین بھی ابتک زید ہی رہتا ہے اب زید اُس ہبہ سے رجوع کرکے اپنا مال جو خولید کے پاس ہے واپس لینا چاہتا ہے آیا زید کا اس ہبہ کی طرف رجوع کرنا درست ہے یا نہین بموجب حکم شرع شریف مفصل تحریر فرماوین۔ بینوا توجروا۔

الجواب . جسقدر خولید کے پاس ہے اُس کا ہبہ صحیح ہوگیا اور جسقدر زید کے قبضہ مین ہے اُس کا ہبہ صحیح نہین ہوا اور جس کا ہبہ صحیح ہوچکا اُس مین رجوع کرنا اُس وقت درست ہے کہ موانع رجوع بھی نہ پائے جاوین اور خولید بھی رضا مند ہوجاوے یا کوئی حاکم دلادے اور اگر نہ حکم حاکم ہوا اور نہ خولید واپس کرنے پر راضی ہو تو زید کو رجوع کرنا حرام ہے اور اگر اس طرح رجوع کرے گا غاصب ہوگا فی الہدایۃ ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم قال العینی لو استردہا بغیر قضاء ولا

رضا رکان غاصبا فلو ہلک فی یدہ یضمن قیمتہ للموہوب لہ واللہ اعلم - ۸ رمضان ۱۳۲۴ھ

سوال - زید نے بحالت صحت وثبات عقل اپنی مملوکہ مقبوضہ جائداد غیر منقولہ زرعی وسکنی کو منجملہ چار ذکور وتین اناث اولاد صلبی کے صرف لڑکون کے نام ہبہ نامہ لکھدیا اور رجسٹری کرادیا لڑکیون کے رنجیدہ ہونے پر زبانی یہ ظاہر کیا کہ لڑکیون کو محروم الارث کرنا مقصود نہین ہے بمصلحت ایسا کیا گیا ہے ہبہ نامہ رجسٹری ہونے کے بعد زید جب تک زندہ رہا موہوبہ جائداد پر خود ہی قابض رہا اور ہر چہار موہوب لہم مین جائداد مشترک رہی نہ موہوب لہم قابض ہوئے نہ باہمی حصص منقسم ہوئے اب زید کا انتقال ہوگیا اور لڑکیان میراث کی خواہشمند ہین شرعاً حصہ مل سکتا ہے یا نہین -

ثانی - صورت مذکورہ مین بجای ہبہ نامہ کے اگر لڑکون کے نام باپ نے فرضی بیعنامہ لکھکر رجسٹری کرادیا اور باقی صورت بجنسہ ہے پس یہ ہبہ یا بیع فرضی شرعاً معتبر ہے یا نہین -

الجواب عن الاول فی الدر المختار وہب اثنان دارا لواحد صح وبقلبہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اما ما لا یحتملہ کالبیت فیصح اتفاقا قیدنا بکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال الکبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا فی رد المحتار قولہ لم یجز والحیلۃ ان یسلم الدار الی الکبیر ویہبہا منہما بزازیہ وافاد انہا للصغیرین تصح لعدم المرجح لسبق قبض احدہما وحیث اتحد ولیہما فلا شیوع فی قبضہ ج ۴ صفحہ ۷۶۲ عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ عنہا مین سب موہوب لہم وقت ہبہ کے اگر نابالغ تھے تب تو یہ ہبہ صحیح ہوگیا اور صرف واہب کا یہ کہنا کہ بمصلحت ایسا کیا گیا ہے معتبر نہین اور اس صورت مین جائداد موہوبہ مین میراث جاری نہوگی اور اگر سب کبیر یعنی بالغ تھے یا بعضے کبیر اور بعضے صغیر تھے تو یہ ہبہ بوجہ فقدان شرائط صحت ہبہ کے صحیح نہین اور اس صورت مین زید کی لڑکیان بھی مستحق میراث ہین -

الجواب عن الثانی فی الدر المختار بیع التلجیۃ قبیل کتاب الکفالۃ - ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اصطلحا بنائہ علی التلجیۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر یہ شخص جس کے نام بیع یا ہبہ ہے اقرار کرتا ہو کہ یہ فرضی تھی تو بیع وہبہ کالعدم ہو ورنہ نافذ ہے واللہ اعلم ۱۷ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال - جاء فی الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواہب احق بہبتہ ما لم یثب منہا کذا فی القسطلانی پس امام صاحب کے نزدیک قرابت محرمیہ مین رجوع کس دلیل سے جائز نہین -

الجواب - وہ دلیل یہ ہے قال علیہ السلام اذا کانت الہبۃ لذی رحم محرم لم یرجع منہا رواہ البیہقی و

الدارقطنی فی سننہا والحاکم فی المستدرک کذا فی حاشیۃ الہدایۃ عن علی قاری شرح نقایہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال - اوصی لرجل بثلث مال ومات الموصی فصالح الوارث من الثلث بالسدس جاز الصلح وذکر الاسلام المعروف بخواہر زادہ ان حق الموصی لہ وحق الوارث قبل القسمۃ غیر متاکد یحتمل السقوط بالاسقاط الخ شامی جلد ۴ کتاب الصلح فصل فی التخارج قول اول اشباہ والنظائر مین ہے جس کا حوالہ قول مذکور مین دیا ہے ولو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ اذا لملک لایبطل بالترک صہ ۵۶۳ مطبوعہ کلکتہ اسکی شرح حموی مین ہے اعلم ان الاعراض عن الملک ضابطتہ انہ ان کان ملکا لازما لم یبطل بذلک کما لومات عن ابنین فقال احدہما ترکت نصیبی عن المیراث لم یبطل لانہ لازم لایترک بالترک بل انکان عینا فلابد من التملیک وانکان دینا فلابد من الابراء بظاہر دونون عبارتون مین تعارض ہے تعجب یہ ہے کہ شامی نے خود اشباہ کا حوالہ دیا ہے جو اسکے خلاف ہے قیاس کے مطابق قول اشباہ معلوم ہوتا ہے البتہ یہ کہ جب یہ تملیک ہے تو چونکہ تملیک مجانا ہے اس لیئے ہبہ مین داخل ہونا چاہیئے اور شرائط مثل قبض وعدم شیوع شرط ہوگا البتہ اگر وہ شے قابل تقسیم نہو تو بظاہر ہبہ صحیح ہونا چاہیئے شبہہ یہ ہے کہ اگر متروک میت مین سے ایک ایک چیز مختلف جنس سے ہے مثلاً ایک الماری ہے ایک کرسی ہے یا اور کوئی چیز جس کو ملا کر تقسیم کیئے جانے پر مجبور نہین کیا جاسکتا اور ہر چیز کو علحدہ علحدہ تقسیم کرنے سے وہ شے منتفع بہ نہین رہتی ایسی چیز اگر ایک وارث دوسرے کو ہبہ کردے تو یہ ہبہ صحیح ہوگا یا نہین ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ہوجاوے کیونکہ مثلاً اس کا الماری مین علحدہ حصہ ہے اور وہ بھی قابل تقسیم نہین پس شیوع مانع صحت ہبہ نہوا علحدہ کرسی مین علحدہ حصہ ہے اور وہ بھی قابل تقسیم نہین اگر یہ تمام باتین صحیح ہین تو پھر یہ اور جواب طلب ہے کہ کتبہائے مختلفہ خواہ ایک فن کی ہون مثلاً شرح وقایہ ہدایہ یا مختلف فن کی ہون ان کا کیا حکم ہے مثلاً ایک مولوی نے انتقال کیا اور اپنا کتب خانہ چھوڑا تمام ورثہ نے اپنا اپنا حصہ خاص ایک وارث کو دیڈالا تو یہ ہبہ بطریق سابق صحیح ہوسکتا ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر کتاب مین تمام ورثہ کا حصہ ہے اور چونکہ ہر کتاب علحدہ قابل تقسیم نہین اس لئے وہ ہبہ صحیح ہوگیا البتہ اگر کتاب کے دو نسخہ ہون تو صحیح نہو کیونکہ قابل تقسیم ہے اور آیا عدم صحت ہبہ (جبکہ کتاب کے دو نسخے ہون) اسی وقت ہوگا جبکہ دو وارث ہون اور زائد ہونے سے پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کتابین صرف دو ہین اسلئے قابل تقسیم نہین یا کہ تمام کتابون کو ایک ساتھ شامل کر کے سبکو ایک نوع قرار دیدیا جاوے گا اور ہر صورت مین ہبہ صحیح نہوگا اس مسئلہ کی نسبت بڑا تردد اور پریشانی ہے توضیح کی وجہ سے تطویل ہوگئی

الجواب۔ میرے نزدیک دونون مین تعارض نہین کیونکہ لم یبطل حقہ الخ اُس صورت مین ہی جب بالکلیہ دست بردار ہوجاوے جیسے ہندی بہنین اپنا حق بھائیون سے بہنین یقینین اور تحمل السقوط اُس صورت مین ہے کہ جب اپنے حق سے کم پر صلح کرے چنانچہ جاز الصلح کی دلیل مین بیان کرنا اسکا قرینہ ہوا در حجت بیان یہ ہے کہ اپنے حق سے کم پر صلح کرنے کا جواز مخصوص معلوم ہوتا ہے دین کے ساتھ اور یہان یہ صلح عن العین ہے پس محتمل تھا عدم جواز کو اسلئے تصریح کردی اب تدافع نہ رہا اور جن امور کو لکھکر آپ نے لکھا ہے کہ اگرچہ تمام باتین صحیح ہین الخ سو واقع مین یہ سب باتین صحیح ہین اور ظاہر یہی ہے کہ کتب مختلفہ اجناس مختلفہ ہین اور ایک کتاب کے مختلف نسخے جنس واحد کے مختلف افراد ہین مگر جب وارث زیادہ ہون اور نسخے کم ہون تو مجموعہ قابل تقسیم نہوگا واللہ اعلم ۱۷ رجب ۱۳۲۵ھ

سوال۔ عمرو زید ہر دو ایک مکان مشترک مین رہتے تھے لیکن قبضہ وار مسکن ہر فریق کا جداگانہ طور پہ تھا حصہ عمر باعلان نصفی مکان بحالت بغاوت حاکم وقت نیلام ہوگیا زید نے بوقت نیلام روپیہ اُسکے نیلام کا عمرو کو بلا تصریح کسی امر کے کہ وہ چچا اُس کا حقیقی بھی تھا دیا کہ وہ نیلام خرید کرلے عمر نے وہ مکان اپنے نام پر خرید کرلیا اور تا حیات عمرو کے قبض و تصرف مین رہا اور بعد وفات عمرو اسکے وارثان کے اور اس قسم کے تبرعات زید عمر کے ساتھ اکثر کرتا رہا اب زید وارثان عمرو سے دعوی اس امر کا کرتا ہے کہ مکان میرے روپیہ سے خرید ہے شرعاً یہ دعوی زید کا جائز ہے یا ناجائز اور استرداد اس روپیہ کا زید کو پہنچتا ہے یا نہین۔

الجواب۔ صورت مسئولہ مین زید نے جو عمرو کو روپیہ واسطے خرید نیلام کے دیا اور عمرو نے اپنے نام پر خریدا اور قبضہ مین عمرو ہی کے رہا پس یہ روپیہ دینا ہبہ ہے اگرچہ تصریح ہبہ نہین کی مگر قرائن ظاہرہ ہبہ پر دالالت کرتے ہین اور وہ ملکیت عمرو کی ہے اور جب عمرو مرگیا اب رجوع ہبہ کا نہین ہوسکتا۔ فقط

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت کی کوئی جائداد مملوکہ بلا شرکت غیرے ترکہ مادری یا پدری سے ہے اور اُس عورت کی ایک پسر دو دختر موجود ہین اگر وہ عورت بحالت صحت برضا و رغبت اپنی کل جائداد اپنی دختروں کو ہبہ کردے اور بوجہ ناراضی کے پسر کو نے حق کردے اور نہ دے اور پسر صاحب جائداد بھی ہے تو آیا شرعاً اس امر کا اختیار رکھتی ہے یا نہین اور وہ پسر دعویدار ہوسکتا ہے یا نہین۔

الجواب - وہ عورت اختیار رکھتی ہے کہ اپنی زندگی مین بحالت صحت کل جائداد اپنی دخترون کو ہبہ کردے اور پسر کو کچھ نہ دے پسر کو کچھ دعوی نہین پہونچتا باقی گناہ ہونا نہونا دوسری بات ہے اگر کسی وجہ شرعی سے مثل نافرمانی وایذا رسانی وفسق وظلم وغیرہ پسر کو محروم کیا ہے گناہ بھی نہوگا اگر بیوجہ کیا تو گناہ ہوگا مگر حاکم دونون صورتون مین اس تصرف کو جائز ونافذ رکھے گا۔ رجل وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز فی القضاء ویکون آثما فیما صنع کذا فی فتاوای قاضیخان وانکان فی ولدہ فاسق لاینبغی ان یعطیہ اکثر من قوتہ کیلا یصیر معینا فی المعصیۃ کذا فی خزانۃ المفتین ولوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ہذا خیر من ترکہ کذا فی الخلاصۃ عالمگیری نولکشوری ج ۳ صہ ۱۰۶۴ و ۱۰۶۵ واللہ اعلم فقط ۳ صفر سنہ ۱۳ ہجری

سوال - زید کو ایک دربار سے تعلق تھا اُسکے صلہ خدمت مین وہانسے بطور اراضی وغیرہ کے بہت کچھ انعام ملا بعد ازان آقا و نوکر کے درمیان مین مخالفت واقع ہوئی پس آقا نے جو کچھ دیا تھا واپس لے لیا زید بھی ناخوش ہوکر دوسری جگہہ چلا گیا بعد مدت دراز کے اولاد زید سے دو لڑکے پھر اُسی بستی مین گئے اور اُسی سرکار مین نوکر ہوئے اور منجملہ عطیہ مذکورہ پھر اُن کو دیا گیا اب اُس مین باقی زید کی اولاد شریک ہوسکتی ہے یا نہین اور یہ ہبہ جدید ہے یا قدیم بعد اسکے سرکار کی عادت یون ہی رہی کہ دو چار برس کے لئے وہ زمین چھوڑ دیا کرتی پھر ضبط کر لیا کرتی اور پھر مہینہ دو مہینہ بعد چھوڑ دیتی آخر کار یہ بات ہوئی کہ اُن دونون بھائی مین سے ایک بھائی کی تنخواہ مین لکھدی اب اُس کا مالک کون ہے۔

الجواب - اگر آقا نے زید کو بطور عاریت اراضی مذکور دی تھی تو استرداد جائز ہے لقولہ علیہ السلام العاریۃ مؤداۃ والمنحۃ مردودۃ رواہ الترمذی اور اگر بطور ہبہ دی تھی تو بعد وجود شرائط جواز ہبہ بحکم حاکم یا رضای زید استرداد جائز ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے اور بلا حکم حاکم یا رضاے زید استرداد ناجائز ہے۔ ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ درمختار۔ اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ آقاے واہب اگر خود حاکم ہے تو رجوع بحکم حاکم پایا گیا کیونکہ حکم حاکم کا اُسکے نفع کے لئے نافذ نہین ہوتا وفیہا لا یقضی القاضی لنفسہ و لولدہ درمختار۔ البتہ اگر واسطہ حکم کے کسیکو نائب کرکے اُس سے فیصلہ کراتا تو نافذ ہوجاتا اذا وقع للقاضی حادثۃ او لولدہ فاناب غیرہ نقض نائب القاضی لہ او لولدہ جاز قضاءہ درمختار علی ہذا القیاس زید کے دو لڑکے کون کو جو دیا گیا اُس مین بھی یہی تفصیل ہے اگر عاریۃ دیا تو استرداد جائز اور اگر ہبۃ بدون تقسیم دیا تب بھی استرداد

جائز کیونکہ ہبہ غیر مقسوم کا صحیح نہین وہب اثنان دار الواحد صح وبقلبہ لکبیرین لا در مختار البتہ اگر وہ دونون محتاج ہون تو بدون تقسیم بھی صحیح ہے قولہ لکبیرین ای غیر فقیرین والا کانت صدقۃ فتصح شامی اور اگر بعد تقسیم دیا تو بحکم حاکم یا برضاء ہر دو شخص استرداد جائز ورنہ ناجائز پس صورتہاے مذکورہ مین سے جس صورت مین زید سے استرداد جائز نہین اُس صورت مین اگر زید زندہ ہے تو وہ ورنہ اُسکے ورثہ مالک اُسکے علی قدر الحصص الشرعیہ ہونگے نہ تخصیص ہر دو پسران کی نہ اسکی جسکی تنخواہ مین لکھدیا اور جس صورت مین زید سے استرداد جائز تھا لیکن اُن دونون لڑکون نے جائز نہ تھا اس صورت مین صرف وہی دونون مالک ہین نہ ورثہ زید کے مستحق ہین نہ وہ خاص جسکی تنخواہ مین لکھدیا اور جس صورت مین اُن سے بھی استرداد جائز ہو اُس صورت مین صرف وہی مالک ہے جسکی تنخواہ مین لکھدیا واللہ اعلم

سئوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مادر حقیقی نے اپنی ایک دختر کو کل جائداد از آن خاص منقولہ اور غیر منقولہ بمقابلہ اعزا و اقربا کے جمع کرکے ہبہ کر دیا اور بعض جائداد اُس مین جو منقولہ تھی جیسے ڈگری عدالت وغیرہ اُسکے کاغذات سپرد موہوب لہ کے کردیئے اور بہ نسبت جائداد غیر منقولہ جیسے حصص دیہات وغیرہ اُسکی تحصیل پذیرآمدنی اور اداے مالگذاری سرکار وغیرہ کار ضروری متعلق زمینداری سپرد موہوب لہ کردیا اور اجازت عام دیدی کہ تم جانو اور یہہ جائداد جو شے موہوب ہے جلنے مین تم کو دیچکی تو ایسی ہبہ لسانی شرعًا جائز ہے کہ نہین اور موہوب لہ نے موہوب کو قبول کیا -

الجواب - روپیہ کا ہبہ محض کاغذات کے دینے سے صحیح نہین ہوا کیونکہ موہوب کا موجود ہونا ضروری ہے تملیک العین (ف؟) بلکہ اُس کو روپیہ وصول کرکے مالک ہوجانے کی اجازت دی ہے پس یہہ توکیل بالاقتضا ہے پس اگر قبل معزول ہونے کے روپیہ وصول کرکے اُسپر قبضہ کرتی جاوے تو مالک ہوجاویگی اور بعد عزل مالک نہوگی اور معزول ہونے کی کئی صورتین ہین منجملہ اُنکے یہ بھی ہے کہ وہ موکلہ معزول کردے یا موکلہ مرجاوے ان دونون صورتون مین وہ کیلہ معزول ہوجاویگی اور وصول کرنے کی مجاز نہین بلکہ سب ورثہ اپنے حصص مین برابر استحقاق رکھتے ہین (ب؟)

(ف؟) واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت در مختار ای ویکون وکیلا عنہ فیہ ۱۲ شامی فللموکل العزل متی شاء ۱۲ وینعزل بموت احدہما ۱۲

(ب؟) یہ جب ہے کہ حالت صحت واہبہ مین وصول کرکے قبضہ کرلیا ہو اور اگر واہبہ کے مرض الموت مین یا بعد الموت قبضہ کرلیا تو بدون اجازۃ ورثہ صحیح نہوگا ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لانہ کافر

ان اسلم اور دیگر اشیاء موجودہ منقولہ یا غیر منقولہ جو ہبہ کی ہین انمین دیکھنا چاہیے کہ یہ لڑکی صغیرہ نابالغہ ہے یا کبیرہ بالغہ اگر نابالغہ ہے تو دیکھنا چاہیے کہ کس کی تربیت مین ہے اگر باپ دادا یا اُن کا وصی موجود نہین یا موجود ہے لیکن سفر مین ہے اور بالفعل نانی کی ولایت مین ہے تب تو محض زبانی کہدینے سے ہبہ صحیح ہوگیا اور اگر بالغہ ہے یا نابالغہ ہے لیکن باپ دادا یا وصی موجود ہے تب یہ ہبہ زبانی کہدینے سے تام نہوگا تاوقتیکہ قبضہ باپ دادا کا یا لڑکی یا اُسکے نائب کا نہو وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ تتم بالعقد ۱۲ وان وہب لہ اجنبی یتم بقبض ولیہ وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرہم وعند عدمہم ولو بالغیبۃ المنقطعۃ تتم بقبض من یعولہ اور جس صورت مین ماں کا قبضہ کافی نہین ہے یہ بھی شرط ہے کہ جو چیز قابل تقسیم ہو اُس کو جدا کرکے اُس کو یا اُسکے ولی ونائب کو قابض کردے اور قبضہ محض حساب وکتاب دینے سے نہین ہوتا تاوقتیکہ تسلط تام نہو جس کو عرف قانون مین دخلیابی کہتے ہین وتتم الہبۃ بالقبض الکامل وکل الموہوب لہ رجلین لقبض الدار فقبضاہا جاز ۱۲ خانیہ البتہ جو چیز ہین قابل تقسیم نہین اُس مین اشتراک واشاعۃ مضر نہین فی محوز مقسوم ومشاع لایقسم لافیما یقسم ولو لشریکہ والروایات کلہا من الدر المختار واللہ اعلم فقط

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین رحمہم اللہ تعالی اجمعین اس مسئلہ مین کہ مثلاً زید نے اگر اپنے بیٹے عمرو کے نام کسی مصلحت سے بعوض اپنے مال کے کوئی معاش خرید کی جیسا کہ فی زماننا اکثر رائج اور عرف مین بنام اسم فرضی مشہور ہے تو آیا وہ معاش زید کی ملک ہوگی یا عمرو کی اور بھی زید کو اس مین اختیار نقل وتصرف مثل بیع وہبہ وغیرہ کا ہے یا نہین - بینوا توجروا

الجواب - رکن بیع کا ایجاب وقبول ہے جنکے درمیان ایجاب وقبول ہوا مبیع اُسی کی ملک ہوگی پس زید نے اگرچہ بمصلحۃ اپنے بیٹے کے نام سے معاش خرید کی زید ہی کی ملک ہوگی نظیر اسکی بیع تلجیہ ہے کہ دو شخص کسی وجہ سے بیع ظاہر کرین اور مقصود بیع نہو سو وہ بیع مفید ملک نہین ہوتی جب باوجود ایجاب وقبول کے بوجہ عدم قصد ثبوت حکم کے ملک نہین ہوتی تو جسکے ساتھ ایجاب وقبول تک نہین ہوا اور نہ اُسکے ہاتھ بائع کا بیچنے کا قصد ہے نہ اُسکے لئے مشتری کا خریدنے کا قصد ہے اسکی ملک کیونکر ہوسکتی ہے فی الدر المختار وبیع التلجئۃ ہو ان یظہر اعقدا وہو لا یریدہ یلجا الیہ لخوف عدو وہو لیس بیع فی الحقیقۃ بل کالہزل اھ پس مشتری ہی کی ملک ہوگی اور اُس کو تصرفات مالکانہ جائز ہون گے

تا وقتیکہ کوئی سبب صحیح موجب انتقال ملک جس سے عمرو کی ملک ہوجائے نہ پایا جاوے ہان بعض اشیا
مین بوجہ عرف کے نفس اشترا رے مشتری لہ کی ملک ہوجاتی ہے جیسے چھوٹے بچے کے لیے کپڑے بنائے
جاوین نفس اتخاذ سے اسکی ملک ہوجاتے ہین - فی الدر المختار عن الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او تلمیذہ ثیابا
ثم اراد دفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک مالم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ انتہے - نہ اس وجہ سے کہ اشترا لہ موجب
ملک ہے بلکہ اس وجہ سے کہ قرائن دال ہین ہبہ پر اور ہبہ للصغیر مین باپ کا ایجاب اگرچہ دلالۃ ہو کافی
ہے یہی وجہ ہے کہ اگر اعادہ کی تصریح کردے تو صغیر کی ملک نہین ہوتی کما مر اور یہی وجہ ہے کہ کبیر
کے لیے اگر کپڑے بنائے تو قبل تسلیم اسکی ملک نہون گے - فی رد المحتار تحت قولہ لولدہ ای الصغیر و
اما الکبیر فلا بد من التسلیم کما فی جامع الفتاوی انتہے - اور زمین وغیرہ خریدنے مین جب قرائن عدم ہبہ ہر
حال مین تو ہبہ بھی صحیح نہوا پس نہ بیعًا نہ ہبۃً کسیطرح بیٹے کی ملک نہین خواہ صغیر ہو یا کبیر واللہ علم
وانما اطلنا الکلام فی ہذا المقام لانہ من مطارح الاعلام فکم من اقدام فیہ زلت وکم من افہام فیہ ضلت واللہ
ولی العصمۃ -

کتابُ الشرکۃ

سوال - ہندوستان کے عام رواج کے موافق زید اور اسکے تمام ورثہ ایک ہی مین رہتے سہتے
کھاتے پیتے ہین عمرو نے زید سے کوئی چیز خریدی اور ابھی قیمت نہین دی تھی کہ زید کا انتقال ہوگیا انتقال
کے بعد عمرو نے قیمت ورثہ زید مین سے ایک وارث کو دیدی ہر ہر وارث کو ان کے حصون کے موافق
نہین دی تو کیا عمرو اپنے بار سے سبکدوش نہین ہوا اور کیا دوبارہ ہر ہر وارث کو انکے حصون کے
موافق دینا چاہیے زید کے ورثا اب تک بدستور سابق ایک ہی مین رہتے سہتے کھاتے پیتے ہین اور
انکے اموال باہم مشترک ہین اور زید کے بعد اسی اشتراک اور ایک مین ہونے کے سبب زید کا کچھ
ترکہ تقسیم نہین ہوا اور نہ آیندہ ہونے کی امید ہے -

جواب - یہ شرکت املاک ہے شرکت عقد نہین جسمین ہر شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے پس جب
شرکت املاک مین وکالت نہین تو ایک وارث کو دینے سے دوسرے ورثہ کا مطالبہ اپنے اپنے حصہ کا
باقی رہیگا البتہ اگر سب ملکر اس وارث کو اذن دیدین یا میت اس وارث کو اپنا وصی بنا گیا تھا تب
بیشک اس کا قبض سب کا قبض ہے البتہ اگر دوسرے ورثہ عمرو سے مطالبہ کرین تو عمرو اس وارث سے

باستثنار اُسکے حصے کے بقیہ رقم واپس لے سکتاہے۔ ۲۷ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال - مجھے کچھ روپیہ قرض لینے کی ضرورت پڑگئی ہے ایک صاحب روپیہ دینے پر تیار ہین مگر کہتے ہین کہ تجارت مین مجھکو بھی شریک کرلو بہت سے امور ایسے ہین جنکی وجہ سے مین کسیکی شرکت پسند نہین کرتا لیکن اسوقت ایسی مجبوری ہوگئی کہ لامحالہ چند روز کے لیئے مجھے اس کو منظور کرنا پڑا مگر خواہش یہہ ہے کہ شرکت ایسے طریقہ سے کیجائے کہ روپیہ جلدی ادا ہوکر علحدگی ہوجائے لہذا اُسکے واسطے مین نے یہہ صورت تجویز کی ہے کہ جسقدر روپیہ کی مجھکو ضرورت ہو وہ مین لے لون اور جن کتابون کی خواہش ہے ان کو خرید لون اور اپنی کل تجارت مین ان صاحب کو شریک کرلون تاکہ روپیہ جلدی ادا ہوجائے اور مین سبکدوش ہوجاؤن ورنہ اگر چند کتابون مین شریک کرونگا تو روپیہ بہت دنون مین ادا ہوگا اور فی روپیہ ۱۲ر نفع طے پایا ہے مثلاً مین نے ۵؎ لیکر کتابین منگوالین اب ۱۲ر کے حساب سے ۵؎ مین ۱ نفع کے ہوے ۲ر اصل و نفع ملاکر ۶؎ ہوئے اب اگر ۵؎ کی کتابین علحدہ وجار کھی جاوین تو مدت مین نکلینگی اسلیئے روپیہ لیکر مین کتابین اپنی ضرورت کی منگواونگا باقی اس خیال سے کہ روپیہ جلدی ادا ہوجائے اپنی کل کتابون مین انکی شرکت کیے لیتا ہون اور اس امر کی اطلاع انکو کردیگئی ہے وہ اسپر راضی ہین اگر یہہ صورت شرعًا جائز ہو تو اجازت مرحمت فرمائی جاوے اور اگر ناجائز ہو تو کوئی ایسی آسان صورت اطلاع فرمائی جاوے کہ میری ضرورت بھی نکل آوے اور روپیہ آسانی کے ساتھ جلدی ادا ہوجاوے کل تجارت سے میرا یہہ مقصود ہے کہ جو کتابین میرے پاس پہلے سے موجود ہین اور جو کتابین اس روپیہ کے ساتھ خریدونگا دونون کو ایک ہی مین ملاکر شرکت کرلون قدیم وجدید دونون ذخیرے ایک کردیئے جاوین۔

جواب - فی الدر المختار كتاب الشركة وشرطها اى شركة العقد كون المعقود عليه قابلا للوكالة وعدم ما يقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لانه قد لا يربح غير المسمى وفيه واما عنان الى قوله ويصح التفاضل فى المال دون الربح وعكسه وببعض المال دون بعض وفيه ولا يصح مفاوضة وعنان بغير النقدين والفلوس النافقة والتبر والنقرة اهـ ان روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہہ صورت شرکت عنان کی ہے اور شرکت عنان مین دو شرطین ہین وہ یہان نہین ہین کیونکہ ایک کا مال نقد ہے دوسرے کی کتابین اور نقد والے کا نفع معین ہے لہذا یہہ شرکت ناجائز ہے اور یہہ نفع معین

بسود ہے جو ایک حیلہ سے قرض پر لینا مقصود ہے۔ ۱۲ رجب ۱۳۲۲ھ

کتاب القسمۃ

سوال۔ عمرو زید ہر دو ایک مکان مشترک مین رہتے ہین اور ہر فریق کی تعمیر جداگانہ قبضہ وار علحدہ علحدہ ہے اور صحن مکان و زینہ و پاخانہ و دروازہ مشترک ہے اور صحن مشترکہ جنوباً شمالاً ۲۰ گز ہے اور شرقاً غرباً ۵۰ گز اور مکان ہر فریق کے جنوباً شمالاً بنے ہوئے ہین زید چونکہ ایک تونگر آدمی ہے بغرض ایذا رسانی عمرو کے یہ کہتا ہے کہ نصف صحن مین ایک دیوار کرلو اور دروازہ و پاخانہ و زینہ بھی تقسیم کرلو چونکہ زید کے پاس بوجہ امارت و دولت ظاہری اور مکان بھی ہین لہذا بعد تقسیم زید کو تنگی مکان مضر نہوگی اور عمرو کے پاس بجز اس مکان کے کوئی دوسرا مکان نہین اُس کو تنگی صحن باعث ایذا و مضر صحت ہوگی زید کا تقسیم پر مصر ہونا بغرض ایذا رسانی عمرو شرعاً جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ منجملہ شرائط تقسیم کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بعد تقسیم کے اُس شے مشترک کی منفعت مقصودہ فوت نہو پس اس صورت مین صحن کی تقسیم تو جائز ہے کیونکہ بعد تقسیم بھی منفعت صحن کی باقی رہتی ہے اور پاخانہ اور زینہ اور دروازہ کی تقسیم جائز نہین کیونکہ بعد تقسیم انکی منفعت باقی نہین رہسکتی وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم نحو حائط وحمام درمختار وقال الشارح تحت قولہ المنفعۃ۔ ای المعہودۃ وہی ما کانت قبل القسمۃ اذ الحمام بعدہا ینتفع بہ کنحو ربط الدواب شامی صد ۱۶۱ ہان اگر دونون شریک تقسیم چاہین درست ہے فقط ایک کے اصرار پر جائز نہین اما اذا رضی الجمیع صحت شامی صد ۱۶۱ فقط

کتاب الزراعۃ

سوال۔ جو درخت کہ کاشتکار لگاتے ہین اُنکے لاپتہ ہوجانے یا مرجانے پر زمیندار کو کوئی حق مثل قبضہ و فروخت یا فروخت ثمر حاصل ہے یا نہین اور جائز بھی ہے یا نہین۔

الجواب۔ چونکہ درخت کا مالک وہ شخص ہے جو اُس کو لگاوے لہذا ایسے درخت زمیندار کی ملک نہونگے البتہ زمیندار کو یہ اختیار ہر وقت حاصل ہے کہ کاشتکار کو مجبور کرے کہ ہماری زمین خالی کرو اگر وہ نہ مانے یہ اکھاڑ کر پھینک سکتا ہے اگر لگانے والا مرجاوے اُسکے وارث مالک ہون گے

اور اگر کوئی وارث بھی نہو یا جو وہ نہ نشان ہوجاوے تو پہلی صورت مین وہ مساکین کا حق ہی اُسکو یا ثمر کو جب فروخت کرینگے دام مساکین کو دینے ہونگے اور اگر زمیندار خود کھاویگا تو بھی اُسکے دام لگا کر خیرات کرنا ضروری ہوگا اور دوسری صورت مین یعنی جب بے نشان ہوجاوے اُس کو نوّے سال کی عمر تک کا انتظار کرکے اب کہینگے کہ وہ مرگیا اگر اُسکے وارث ہون تو اُن کا حق ہے ورنہ پھر مساکین کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ

سوالات متعلق جواب بالا

(۱) کاشتکار جو درخت لگاتے ہین اُسکی صورت یون ہے کہ اُنھون نے زمیندار سے یہ کہکر زمین حاصل کی کہ آپ کوئی زمین بتادیجیے جسپر مین چار درخت لگادون جس کا مطلب رواجاً یہ ہوتا ہو کہ درخت لگانے والا اپنی زندگی تک اُس کا پھل کھائیگا اُسکے مرنے یا لاپتہ ہونے پر زمیندار کو اُسپر قبضہ کا حق حاصل ہے یہ جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) اگر زمیندار لگائے ہوئے درخت پر بجبر قبضہ کرلے تو بھی گوارا ہوسکتا ہے بمقابلہ اسی جبر کے کہ دس بارہ برس تک جن درختون کو کاشتکار نے نہایت جانفشانی سے بچون کی طرح پرورش کی ہو اُس سے زمین خالی کرالی جائے اگرچہ کاشتکار کو دبانے کا بھی جائز طریق ہو لیکن کیا اُسکی نقصان رسانی کی منشار کے ساتھ بضرورت ہی ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہین

جوابات

(۱) غایۃ ما فی الباب اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ایک امر واقع فی المستقبل پر زمیندار کے مالک ہونے کو معلق کیا ہے سو تملیکات مین اس تعلیق کی صلاحیت نہین ہوتی تمار کی حقیقت شرعاً یہی ہے البتہ اگر کاشتکار تصریح وصیت کی کردے کہ جب مین مرجاؤن یہ درخت زمیندار کے ہین تو یہ وصیت ہوجاویگی اور جسقدر احکام وصیت کے ہین سب جاری ہونگے مثلاً ہر وقت کاشتکار کو اس وصیت کے واپس لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور مثلاً اس زمیندار کے اول مرجانے سے یہ وصیت باطل ہوجاوے گی اور مثلاً ثلث ترکہ سے زائد مین جاری نہوگی اور مثلاً یہ تبرع محض ہے اسمین جبر یا شرط لگانا جائز نہوگا اور مفقود کا حکم اُسکی نوّے سال کی عمر ہونے سے پہلے احیاء کا ہے اُس کا مال امانت رہے گا اور بعد اس مدت کے وہ میت ہے اُسوقت وصیت کے احکام

مذکورہ ملحوظ ہون گے۔

۵ جب زمین کا خالی کرالینا جائز ہے واقع مین یہہ جبر ہی نہین اگر کاشتکار اس کو جبر ناگوار سمجھے اُس کا کوئی اعتبار نہین اور بجبر قبضہ کرلینا چونکہ ناجائز ہے اجازت تو اسلئے نہین ہو رہا کاشتکار کا اس کو گوارا کرلینا یہہ دلیل طیب خاطر کی نہین کیونکہ حقیقۃً اس کو گوارا نہین بلکہ واقع مین تو ناگوار ہی ہے لیکن دوسری ناگواری سے یہہ ناگواری کم ہے جب ناگواری ثابت ہے اسلئے گوارائی کو علت اجازت نہین قرار دیسکتے البتہ اگر اس کو سچ مچ گوارا ہے تو صاف لفظون مین کہدے کہ مین آپ کو بخوشی ہبہ کرتا ہون بشرطیکہ قرائن سے معلوم بھی ہے کہ واقع مین طیب خاطر ہے اور یہہ عبارت سمجھ مین نہین آئی لیکن کیا اُس کی نقصان رسانی لئے قولہ یا نہین اگر اس جواب کے بعد بھی شبہ باقی ہو اُسکو ذرا واضح عبارت سے مکرر پوچھا جاوے شاید یہہ مطلب ہو کہ گو یہ طریق جائز ہو لیکن اگر نیت نقصان رسانی کی ہے تب بھی جائز ہے یا نہین اگر یہہ مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ طریق مروت کے خلاف ہوگا مگر گناہ بالکل نہوگا واللہ تعالیٰ اعلم جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲

کتاب اللقطہ

سوال۔ ایک شخص کے پانچ روپیہ ہمارے ذمہ باقی ہین اور اُس کا کہین پتہ نہین ملتا اور ہمارا اسباب اُسکے پاس ہے قیمت تخمیناً پانچ روپیہ سے زیادہ ہوگا تو یہہ قرضہ اسباب سے ادا ہوسکتا ہے یا نہین۔

جواب۔ وہ پانچ روپیہ اسباب مین نہین لگ سکتے آپ کو چاہیئے کہ اللہ واسطے مسکینون کو اُسکی طرف سے تقسیم کردین جب وہ شخص ملے اور مانگے تو اُس کو دین اور اپنا اسباب اُس سے لین اور اگر وہ اسباب تلف ہوگیا ہو باوجود حفاظت کے تو آپ اُس سے نہین لے سکتے وجہ یہہ کہ معاوضہ عین اور دین بدون تراضی طرفین جائز نہین! ۱۱ شعبان سنہ ۱۳۲۱ ہجری

کتاب الوصایا

سوال۔ ہندہ کو کچھ زرنقد سرکار سے ملتا تھا اُسنے اُس کو اپنی بہو مسماۃ زینب کے نام جس کا شوہر پسر ہندہ سامنے اپنی مان کے مرگیا تھا ہبہ کردیا اور لکھدیا کہ بعد میرے وہ روپیہ میری بہو کو ملا کرے اور بعد وفات اُسکے میرے ورثہ کو ملا کرے بعد وفات ہندہ کے مقدمہ عدالت مین

پیش ہوکر وہ ہبہ نامہ وصیت نامہ قرار پایا اور ثلث زینب موصی لہا کو دیا گیا باقی دو ثلث ورثاء ہندہ کو اب موصی لہا مسماۃ زینب مرگئی پس وہ ثلث زینب کے ورثہ کو ملے گا یا مسماۃ ہندہ کے ورثہ کو بعض اہل علم کی رائے ہے کہ بموجب شرط ہبہ نامہ (جو وصیت نامہ قرار پایا) ورثہ ہندہ کی طرف منتقل ہوجاویگا اور بعض کی رائے ہے کہ وصیت تملیک ہو لہذا جو شرط اسکے خلاف ہوگی وہ باطل ہے پس اُس ثلث کی مالک مستقل زینب ہے اسکی وفات کے بعد اُسکے ورثہ کو ملے گا۔

الجواب ۔ چونکہ وصیت یا ہبہ دونون خاص ہین ملک موصی و واہب کے ساتھ جیسا شرعاً ظاہر ہے اور جو روپیہ سرکار سے ہندہ کو ملتا ہے وہ تبرع محض ہے قبل قبض اُس ہین کوئی ملک یا حق تملک اُس کو حاصل نہین لہذا ہندہ کا یہ کہنا نہ وصیت ہو نہ ہبہ ہے بلکہ تصرف حق غیر مین ہے لیکن جب سرکار نے ایک ثلث زینب کو دیا اور دو ثلث ہندہ کے ورثہ کو چونکہ یہ ابتداءً تبرع ہے اسلئے یہ دینا اور لینا بھی درست ہوگیا گو اسکی یہ بنا کہ اسکو وصیت قرار دیا صحیح نہین ہے اب بعد وفات زینب کے بھی بنا برعلے الوصیت کسی کا حق نہین جیسا بیان ہوچکا بلکہ سرکار جسکو جسقدر روپیہ دے اُس کو اُسیقدر لے لینا درست ہے وہ سب تبرع مبتدا ہوگا پس بعض کا یہ کہنا کہ ہندہ کی شرط کے موافق منتقل ہوجاوے گا یا بعض کا یہ کہنا کہ وصیت تملیک ہے الخ اسلئے صحیح نہین کہ شرط و تملیک دونون مخصوص ہین ملک وحق ملک کے ساتھ اور یہان یہ مفقود ہی جیسا مذکور ہوا اور قول ثانی اسلئے بھی صحیح نہین کہ اگر یہ تملیک واقعی بھی ہوتی تو چونکہ موصی بہ عین نہین حق محض ہے اور حقوق مین وصیت کا بقا موصی لہ کی حیات تک رہتا ہے اُسکی موت کے بعد وہ موصی بہ ورثہ موصی کی طرف عود کرآتا ہے فی الدر المختار ورد المحتار وبموت الموصی لہ بعد موت الموصی یعود العبد والدار ای خدمۃ العبد وسکنی الدار وغلتہا الی الورثۃ ای ورثۃ الموصی بحکم الملک ای ملک الموصی او ورثۃ فلا یعود الی ورثۃ الموصی لہ اھ ملخصا ومثلہ فی الہدایۃ ۹ ذی الحجہ

سوال۔ زید نے مرض الموت مین ایک وصیت نامہ لکھا کہ میرے ترکہ سے ایک ثلث مین وصیت ہے کہ ایک سو روپیہ تجہیز وتکفین والیصال ثواب اور ایکسو روپیہ فلان عمرو کو اور بقیہ فلان فلان پانچ شخصون کو جو وارث شرعی نہین بحصہ مساوی دیا جاوے اور دو ثلث ورثہ شرعیہ کو تقسیم کیا جاوے اس وصیت نامہ کو سُنکر اور لوگون نے اپنے دستخط کردیئے مگر پانچوین موصی لہ نے دستخط کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھکو لینا منظور نہین ہے یہ سمجھکر کہ یہ مال زکوٰۃ ہے اسپر زید موصی نے کہا کہ تم منظور کرلو پھر لوٹ کر کیجیو

اوپر لگا دینا اور دوسرے موصی لہ نے بھی سمجھایا کہ تم منظور کر لو یہ زکوۃ نہین ہے سب کو ملا ہے اور مین نے بھی لیا کیا مین تمہارے نزدیک زکوۃ کھانے والا ہون تب بھی نہین مانا تب زید موصی نے سمجھانے والے سے کہا کہ تم کیون اصرار کرتے ہو وہ نہین منظور کرتے ہین نہ لین تم ان کا نام کاٹ دو اور چار ہی نام رہنے دو تب دوسرے شخص نے کہا کہ نام کاٹنے سے کاغذ مشکوک ہو جاوے گا تو زید موصی نے کہا کہ ان کے نام پر (ص) بنا دو پھر کہا گیا کہ صاد کا مطلب بھی مشکوک رہے گا تب زید موصی نے کہا کہ انکے نام پر اسے انکار لکھوا لو چنانچہ زید موصی نے خود منکر کے ہاتھ سے اُسکے نام پر اُس کا عذر یہ الفاظ لکھوائے مجھکو لینا منظور نہین فلان بقلم خود پھر زید موصی نے اُس وصیت نامہ پر اپنے دستخط کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور اپنے مرنے سے کچھ پیشتر (منجملہ ان چار شخصون کے جن کو تقسیم مین الشرکاء کے لئے بموجب وصیت نامہ کے مقرر کیا تھا) ایک شخص کے پاس بھیجدیا اُس شخص نے اپنے پاس رکھ لیا اب بعد انتقال زید موصی کے وہ شخص منکر کہتا ہے کہ مین نے زکوۃ کا مال سمجھا تھا اس لئے مین نے انکار کیا تھا اب مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ زکوۃ کا مال نہین ہے اور مین نے مولویون سے پوچھ لیا ہے اور مجھے لینا درست ہے تو علماء دین سے سوال یہ ہے کہ صورت مسئولہ مین بعد انکار و ردبدل منکر کے حق مین یہ وصیت رہی یا کالعدم ہو گئی اور اُس کا یہ عذر کہ مین نے مال زکوۃ سمجھکر انکار کیا تھا قبول ہو سکتا ہے یا نہین اور مال وصیت بعد ادا دو سو روپیہ مصارف تجہیز و تکفین و وصیت درحق شخص واحد بقیہ ان پانچون پر تقسیم ہو گا یا نہین اگر کوئی شخص بلا رضامندی دیگر شرکاء کے تقسیم کر کے پانچوین شخص کو دیوے تو اُس کو حلال ہے یا حرام اور ایسی تقسیم کرنے والا گنہگار ہو گا یا نہین۔ بینوا توجروا

الجواب - الروایۃ الاولی - فی الہدایۃ صـ۱۱ج۴ وقبول الوصیۃ بعد الموت فان قبلہا الموصی لہ فی حال حیوتہ او ردہا فذلک باطل - الروایۃ الثانیۃ فی الہدایۃ صـ۱۱ج۴ ویجوز للموصی الرجوع عن الوصیۃ واذا صرح بالرجوع او فعل ما یدل علی الرجوع کان رجوعًا - الروایۃ الثالثۃ فی الدر المختار باب الوصیۃ بثلث المال والصلہ المعول علیہ انہ متی دخل فی الوصیۃ ثم خرج لفقد شرط لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر کذا ذکرہ الزیلعی - صورت مسئولہ مین اگر موصی بعد رد موصی لہ کے اس باب مین کچھ دخل نہ دیتا تو یہ رد و انکار جوحیات موصی مین ہوا قابل اعتبار

نہوتا بلکہ موت موصی کے بعد جب وہ قبول کرلیتا تو یہہ وصیت بحال خود رہتی بشرطیکہ بعد موت موصی کے نوبت انکار موصی لہ کی نہ آئی ہو تدل علیہ الروایۃ الاولی لیکن جب بعد انکار موصی لہ کے بعد موصی نے کہا کہ انکے نام پر اسنے انکار لکھوالو تو موصی نے اس رد کو منظور کرلیا جو کہ فعل دال علی الرجوع عن الوصیۃ ہے چنانچہ ظاہر ہے اس رجوع سے حق موصی لہ کا باطل ہوگیا تدل علیہ الروایۃ الثانیۃ لیکن اس شخص کا حصہ یعنے موصی بہ کا خمس ان چار باقی کو نہ ملے گا بلکہ حق ورثہ کا ہے البتہ اگر موصی اسکے بعد کہہ دیتا کہ اب یہہ مجموعہ ان چار کو ملے تو یہ خمس بھی ملے السوا ان چاروں کو ملجاتا لیکن اگر نہ کہا ہو تو ان اربعہ کا اس خمس کا مستحق ہونا محتاج وصیت ہے اور وہ پائی نہیں گئی تدل علیہ الروایۃ الثالثۃ البتہ اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور اپنی رضا سے اس کو یہ خمس دیدیں یا جو بالغ ہوں وہ اپنا حصہ اس خمس میں سے اسکو دیدیں تو اس کا لینا جائز ہی ورنہ دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۲۴ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ وارث کے لیے وصیت کی اور ورثہ نے بعد موت موصی اس کو رد کردیا پھر اگر اجازت دیں تو وصیت صحیح ہوجاوے گی اور لازم یا کہ جدید تبرع ہوگا اور دینے نہ دینے کا اختیار ہوگا ۔ اسی طرح موصی لہ نے وصیت کو قبول نہیں کیا تو وصیت صحیح ہوجاوے گی یا نہیں

الجواب ۔ تصریح تلاش کرنے کا وقت نہیں ملا لیکن قواعد سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت اول میں یہ تبرع جدید ہوگا کیونکہ تصرف موقوف قبول یا رد پر منتہی ہوجاتا ہے ولا حکم للشئ بعد انتہائہ جیسا کہ بیع موقوف ونکاح موقوف میں کہ بعد رد اصلا اعتبار نہیں رہتا اور صورت ثانیہ میں بھی اسی طرح وہ وصیت معتبر نہو گی ۔ فقط واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم ۔ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

سوال ۔ ایک مسئلہ کی نسبت یہاں بڑا تردد ہے وصیت کی نسبت فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے کہ اگر دو شخصوں کیلیے وصیت کرے اور ایک کو مال نہ مل سکے تو اگر اس کو ملنے کا احتمال ہی نہو تو کل مال موصی لہ ثانی کو ملجاویگا اور اگر احتمال ہے تو نصف ملے گا مثلا زید اور وارث کے لیے وصیت کی اور وارث کو نملا تو جسقدر مال کی وصیت کی ہے اس کا نصف ملے گا اور اگر زید وعمرو کے لیے وصیت کی اور زید میت ہے تو کل مال عمرو کو ملجاویگا سوال یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے کل مال کی زید اور وارث کے لیے وصیت کی اور بقیہ ورثہ نے اس کو جائز نہ رکھا تو آیا یہ سمجھا جاویگا کہ چونکہ کل مال کی وصیت نادرست ہے تو گویا ثلث مال کی وصیت کی تھی زید ووارث کے لیے حتے کہ زید کو ثلث کا نصف یعنی سدس ملے

وصیت للوارث

وصیت للاجنبی وللوارث

یا یہ نہ سمجھا جاوے گا بلکہ اگر ورثہ راضی نہ ہوئے تو اجنبی کو ثلث مال دلایا جاوے گا فقہاء کے قاعدہ سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جہان تنصیف کیجاتی ہے وہان وجہ یہ ہے کہ موصی کو کل دلانا مقصود نہین بلکہ تنصیف کرنا مقصود ہے اسی لئے اگرچہ کسیوجہ سے ایک شخص کو نہ مل سکا لیکن دوسرے کو اس کا حصہ ندیا جاوے گا اور صورت مسئولہ مین یہ امر مفقود ہے کیونکہ بہر حال اجنبی کو نصف کل مال بلکہ اس سے بھی کم ملے گا اگر ورثہ راضی نہوئے پھر ثلث کے نصف کرنے کی کیا وجہ باوجہ تمام التماس ہو کہ اسکی نسبت جو اعلیٰ حضرت کی راے ہو اس سے مطلع فرمایا جاوے اور اگر بنظر توجہات اعلحضرت کوئی روایت بھی تحریر فرمائی جاوے تو اور بھی اطمینان قلب ہوجاوے گا۔

الجواب - ہدایہ مین ہے ومن اوصی لاجنبی ولوارثہ فللاجنبی نصف الوصیۃ وتبطل وصیۃ الوارث لانہ اوصی بما یملک الایصاء بہ وبما لا یملک فصح فی الاول وبطل فی الثانی اس روایت سے صورت مسئول عنہا کا جواب ظاہر ہے کہ اس مین زید کو نصف ثلث ملیگا کیونکہ تعلیل ہدایہ کی اس مین جاری ہے اوصی بما یملک وبما لا یملک الخ کیونکہ روایت مذکورہ مین ما یملک سے مراد ظاہر ہے کہ وصیت للاجنبی ہے اور ما لا یملک سے مراد وصیت للوارث ہے قطع نظر مقدار موصی بہ سے کہ وہ دوسری دلیل مستقل سے ثابت ہے کہ ثلث سے متجاوز نہوگا اور اگر ثلث سے زائد ہو تو وہ بھی بمنزلہ ثلث کے ہوگا اور وصیت مسئول عنہا مین تفضیل احدہما علی الآخر مقصود نہین پس تساوی کا حکم کیا جاویگا اس بنا پر صورت مسئول عنہا بھی روایت مذکورہ کی ایک جزئی ہوگئی پس حکم مذکورہ بھی اُسکے لیئے ثابت ہوگا۔ قولکم وہان وجہ یہ ہے کہ موصی کو کل دلانا مقصود نہین الی قولکم یہ امر مفقود ہے قلت کل سے مراد کل متروکہ ہے یا کل موصی بہ اگر شق اول ہے تو مسلم نہین کہ یہ وجہ ہے کہ اسکے لیئے حاجت نقل ہے اور اگر شق ثانی ہے تو مسلم ہے لیکن یہ کہنا کہ مفقود ہے مسلم نہین کیونکہ جب دو کے لئے وصیت کی تو زید کو کل موصی بہ دلانا مقصود نہین بلکہ دونونکی تساوی مقصود ہے اور کل مال معنے مین ثلث مال کے ہے پس لوازم تساوی سے زید کو نصف ثلث ملتا ہے آپ مکرر غور فرمایئے اگر کچھ شبہہ رہے پھر لکھیے واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۵ محرم ۱۳۲۴ھ

سوال - مسائل ذیل مدرسہ مین آئے ہوئے ہین اور کوئی قابل تسکین جواب خدام کی نظر سے نہین گذرا اسلیئے اعلحضرت کو تکلیف دیجاتی ہے امید کہ تکلیف فرماکر رفع تردد فرمایا جاوے سوال سوم کی نسبت تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ درحقیقت وصیت انتفاع کی ہے نہ عین شے کی اور انتفاع مین

تعلیق وا ضافۃ وصیت

عین حیات تک وصیت درست ہی اسلئے یہ جائز ہو جاوے وہ سوالات یہ ہین (۱) وصیت مین کسی قسم کی شرط میعاد انتقال ذات شے مین کرے تو وہ وصیت جائز ہے یا نہین (۲) اگر زید ایک ثلث عین کی وصیت بحق اجنبی کرے اور شرط میعاد کی اسطرح کرے کہ بعد میرے پانچ سال تک مثلاً قابض ہوگا بلکہ ورثہ قابض رہین گے اور بعد پانچ سال کے موصی لہ قابض ہوگا یہ میعاد و شرط قابل پابندی ہوگی یا نہین اور وصیت جائز ہوگی (۳) اگر وصیت زید کل مال کی کرے بنام اجنبی کے اور شرط میعاد تا حیات کرے یعنی بعد وفات موصی لہ میرے ورثہ پاوینگے اور حالت حیات مین اجنبی قابض رہیگا تو یہ وصیت جائز ہوگی یا نہین اور ورثہ موصی بعد مرنے کے اسپر راضی ہوگئے۔

الجواب۔ وصیت کی تفسیر در مختار وغیرہ مین ہے تملیک مضاف الی ما بعد الموت اور اس کے شرائط مین سے یہ بیان کیا ہے وکون الموصی بہ قابلا للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال ام معدوما ای وہو قابل للتملیک بعقد من العقود قال فی النہایۃ ولہذا قلنا بان الوصیۃ بما تثمر نخیلہ العام او ابدا تجوز وان کان الموصی بہ معدوما لانہ یقبل التملیک حال حیوۃ الموصی بعقد المعاملۃ وقلنا بان وصیۃ بما تلد اغنامہ لا تجوز استحسانا لانہ لا یقبل التملیک حال حیوۃ الموصی بعقد من العقود اھ ردالمختار اس سے معلوم ہوا کہ سوال اول و دوم مین یہ اشتراط ناجائز ہے کیونکہ حیات مین عین کی تملیک اسطرح ناجائز ہے پس وصیت مین موت موصی کے بعد متّا موصی لہ مالک ہوگا اور جب یہ نہین تو وصیت باطل ہے اور سوال سوم مین وہی جواب صحیح ہے جو آپنے تحریر فرمایا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

سوال متعلق جواب بالا

وصیت کی نسبت جو اعلحضرت نے ترمیم فرمایا ہے صحیح ہے لیکن شبہہ صرف اسقدر ہی کہ فی نفسہ وصیت ثلث جائز ہے باقی شرط غایۃ ما فی الباب فاسد ہے اور وصیت شروط فاسدہ سے فاسد نہین ہوتی وما لا یبطل بالشرط الفاسد القرض والہبۃ والصدقۃ والنکاح والایصاء والوصیۃ والشرکۃ اھ درمختار مختصرا قولہ الوصیۃ کا وصیت لک بثلث مالی ان اجاز فلان عینی وفیہ نظر لانہ مثال تعلیقہا بالشرط ولیس الکلام فیہ وفی البزازیۃ وتعلیقہا بالشرط جائز لانہا فی الحقیقۃ اثبات الخلافۃ عند الموت اھ و معنے صحۃ التعلیق ان الشرط ان وجد کان للموصی لہ المال والا فلا شئے لہ بحر الخ شامی ان عبارت

معلوم ہوتا ہی کہ وصیت شروط فاسدہ سے فاسد نہین ہوتی بلکہ شرط لغو ہوجاتی ہے اور تعلیق بالشرط وصیت مین صحیح ہے یہان چونکہ شرط فاسد ہے اس لیے لغو ہوجاوے اور وصیت صحیح ہو آگے درمختار مین ہے وما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ الخ قولہ والایصاء ای جعل الشخص وصیا والوصیۃ بالمال فانہما لا یفیدان الا بعد الموت فیجوز تعلیقہما واضافتہما ورد المحتار شامی اگر صورت مسئولہ اس مین داخل مانی جاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ دراصل یہان بھی اضافت الی الزمان المستقبل ہے تو پھر اضافت بھی صحیح ہوجانا چاہیے۔ خلاصۃ الامر یہ ہے کہ اس مین تشفی نہین ہوتی آئے اگر خدام اعلیٰ حضرت دوبارہ توجہ فرماوین تو یقین ہے کہ رفع اشتباہ ہوجاوے۔

الجواب۔ اضافت اور تعلیق دونون کا صحیح ہونا ان عبارات سے مفہوم ہوا لیکن مراد اس سے وہ صورت معلوم ہوتی ہے جہان وہ مضاف الیہ یا معلق بہ قبل موت موصی پایا جاوے کہ اس وقت موصی مین قابلیت تملیک ہو جیسا اصولیین نے تعلیقات مین کہا ہے کہ تکلم بالجزاء تقدیراً وجود شرط کے وقت ہوتا ہے پس یون سمجھینگے کہ موصی نے اب وصیت کی ہے بخلاف مسئلہ متکلم فیہا کے کہ وہ شرط ایسے وقت پائی گئی جب کہ موصی مین تملیک کی صلاحیت نہین اور ایصاء کے وقت کا صیغہ تملیک کے لئے کافی نہین یہ فرق ہے مقیس و مقیس علیہ مین اور شرط فاسد سے مراد وہ ہے کہ بعد صحت تملیک کے ہو مثلاً یون کہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ چیز فلان کی ہوجاوے لیکن پانچ سال تک نہ بیچا وے اس مین یہ شرط فاسد اور وصیت صحیح ہوجاویگی اور جب یہ کہا کہ یہ چیز فلان شخص کی پانچ سال کے بعد ہوگی یہان تملیک ہی صحیح نہین ہوئی فاتضح الفرق آپ روایات درمختار و رد المحتار سے اس تقریر کو ملاکر دیکھیے اگر شبہ رہے تو ان عبارتون کا پتہ بھی لکھیے تاکہ مین بھی دیکھ سکون جو عبارتین آپنے لکھی ہین معلوم نہین کہان ہونگی زیادہ فرصت ہوئی نہین کہ تلاش کرون واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال متعلق جواب بالا

سوال اول کی نسبت جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ شامی جلد ثالث کی ہے باب السلم کے بعد باب المتفرقات مین بعنوان ما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ درج ہے حضرت والا ملاحظہ فرماوین جس قدر جوابات اعلیحضرت نے ترقیم فرمائے مین سب کی نسبت اطمینان ہوگیا البتہ جواب اول (وصیت) کی نسبت ابتک کچھ پوری تشفی نہین۔

جواب۔ مین نے کل شامی مین وہ مقام دیکھا اس مین ایک جزئیہ مل گیا جس سے سارا اشتباہ صاف ہوگیا

فی رد المحتار قولہ والوصیۃ الخ وفی الخانیۃ لو اوصی بثلثہ لام ولدہ ان لم تتزوج فقبلت ذلک ثم تزوجت بعد انقضاء
عدتہا بزمان فلہا الثلث بحکم الوصیۃ الی قولہ ووجہہ انہ اذا مضت مدۃ بعد العدۃ ولم تتزوج فیہا تحقق الشرط الخ
۳۵۵ ج ۳ ظاہر ہے کہ معلق بہ عدم تزوج فی العدۃ تو ہے نہین بلکہ عدم تزوج بعد العدۃ ہے اور اُسوقت موصی
زندہ نہین ہے اس سے معلوم ہوا کہ تعلیق وصیت کی ایسی شے کے ساتھ بھی جائز ہے جو بعد مدت موصی کے
تحقق ہو اور تائید اسکی اسی کلیہ سے ہوتی ہے الاضافۃ تصح فیما لا یمکن تملیکہ للحال شامی قبیل باب الصرف
اس کلیہ مین کوئی قید نہین لگائی پس اس جزئیہ اور اس کلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی کا یہ کہنا قابل عمل
ہوگا کہ میرے بعد پانچ سال تک قابض نہو اور پھر موصی قابض ہوا اب مین تحریرات سابقہ سے رجوع
کرتا ہون واللہ تعالیٰ اعلم ۶ جمادی الاولی سنہ ۱۳۲۴ھ

وصیت براے دفن در مکان معین

سوال ایک شخص نے وصیت کی کہ مر جانے کے بعد اس گھر مین جہان مین عبادت کرتا تھا دفن کرنا اب اس
شخص کو بعد مر جانے کے اُسکے عبادت خانہ مین دفن کرنا جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ہذہ السنۃ بالانبیاء اھ
وفی رد المحتار ومقتضاہ انہ لا یدفن فی مدفن خاص کما یفعلہ من یبنی مدرسۃ ونحوہا ویبنی لہ بقربہا مدفنا تامل ج
اص ۹۳۵ وفی الدر المختار قبیل باب الوصیۃ بالخدمۃ فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا
علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ وصیت باطل ہے
اسپر عمل جائز نہین فقط ۔ صفر سنہ ۱۳۲۵ھ

وصیت براے وارث یا اجنبی و اجازت وارث بعد رد

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ کسی مورث نے وصیت کیا ہو قبل تین دن موت کے حالت
بیہوشی مین اپنی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے بیچ تین وارث اور چچیرے مجحوب الارث کے برخلاف شرع
محمدی کے اور انکار کیا ہو کسی وارث نے اُس وصیت کہ جسکی حق تلفی ہوتی ہو بعد موت مورث کے اور پھر
اقرار کرے وہی وارث بسبب جبر و دباؤ کے تو ایسی حالت مین کہ جب اُس نے پہلے انکار کیا ہو وصیت
سے وصیت منسوخ ہو چکی یا نہین اگر وہ منسوخ ہو چکی تو دوبارہ اُسکے اقرار سے پھر جواز اُسکا ہو سکیگا یا نہین

الجواب۔ اگر موصی وقت وصیت بالکل بیہوش لا یعقل ہے تو وصیت صحیح نہین کیونکہ موصی کا عاقل
بالغ ہونا ضرور ہے وشرائطہا کون الموصی اہلا للتملیک در مختار۔ اور اگر اسقدر ہوش ہے کہ قصد کرکے
اور سمجھ کے کلام کرتا ہے تو اگر کسی وارث کے لیے کچھ وصیت اُسکے حق سے زیادہ کی ہے تو باطل ہے

ہان اگر سب ورثہ بالغ ہون اور راضی ہوجاوین تو جائز ہے ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ الا باجازۃ ورثتہ وہم کبار درمختار اور اگر بعض بالغ ہون بعض نابالغ اور بالغین جائز رکھین یا بالغین مین سے بعض جائز رکھین بعض رد کرین تو بقدر حصہ بالغین ومجوزین کے جائز ہے ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ درمختار اور اگر اجنبی غیر وارث کے لیئے وصیت کی ہے تو ثلث تک جائز ہے اگرچہ کوئی وارث راضی نہو اور ثلث سے زیادہ باجازت ورثہ بالغین مع تفصیل مذکور بلوغ بعض وعدم بلوغ بعض وقبول بعض ورد بعض جائز ہے وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذلک لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ وہم کبار درمختار اور اگر بعد اجازت کے رد کرے تو جائز نہین بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبر علی التسلیم درمختار اور اگر بعد رد کے اجازت دی جیسا صورت مسئولہ مین ہوا تو جائز ہے لان المرء یؤخذ باقرارہ اور شرعًا اکراہ وہ ہوتا ہے جو قتل یا قطع یا حبس مدید یا ضرب شدید سے کے ساتھ ہو اس مین مکرہ بالفتح اپنے اقرار سے رجوع کر سکتا ہے اور یہان کوئی صورت اکراہ کی معتبر نہین اسلیئے اقرار لازم ہو جاوے گا فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید او حبس او قید مدیدین حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ او امضی درمختار **تنبیہ** چونکہ صورت سوال بوجہ انتشار بیان سائل متعین نہین اور محتمل وجوہ کثیرہ کو ہے اس لیئے جواب شقوق کے ساتھ تحریر ہوا۔ واللہ اعلم ۲۶ ربیع الثانی دوشنبہ ۱۳۱۳ھ

سوال ترکہ ماموں صاحب مین کئی قسم کی چیزین ہین ایک خاص اُن ہی کے استعمال کے لائق جیسے مردانہ کپڑے وغیرہ یہ تو یقینًا منقسم بین الورثہ ہونگے دوم خاص زنانی چیزین جیسے زنانہ کپڑے وغیرہ یہ تو زوجین مین جو جسکے قبضہ مین ہے غالبًا اُسی کی ملک قرار دیجاوے اور وراثت جاری نہو۔ سوم اثاث البیت جیسے لوٹا پتیلی صندوق تخت چارپائی وغیرہ اسباب خانہ داری قسم ثالث کا یہ حال ہے کہ زوجین مین جو چیز جسکے پاس ہے وہی اُسکے اوپر قابض ہے یہ بھی داخل ترکہ ہے یا نہین کیا یہ کہہ سکتے ہین کہ جو کچھ اسباب و اثاث البیت حیات مین زوجین کو دیئے گئے تھے وہ دینا بطور ہبہ تھا کچھ زنانے تھان زوجہ اولے کے پاس بغرض نکاح اخیر تھے اُن کا کیا حکم ہے۔ ممانی صاحبہ کے دینے کی صورت مین اُن کا لینا درست ہے یا نہین۔

الجواب - فی الدر المختار باب التحالف اختلف الزوجان فی متاع فی البیت فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ مع یمینہ والقول لہ فی الصالح لہما ان مات احدہما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل فالقول فیہ للحی اھ

ف مراد اس سے نوع وزوجہ نہین بلکہ دونون زوجہ ہین۔ کہ میت کے ۲ زوجہ تھین ۱۲

سوال ولد الزنا کو اپنی ماں کی طرف سے تو غالباً ضرور میراث ملے گی البتہ باپ کی طرف سے بوجہ غیر ثابت النسب ہونے کے میراث نہ ملے گی اور غیر ثابت النسب ہونے کا غالباً یہی مطلب ہے کہ باپ سے نسب ثابت نہیں۔ ماں سے تو ثابت ماننا پڑے گا جو دلے حالی ہو ارشاد فرماویں۔

الجواب ماں سے ثابت النسب بھی ہے اور میراث بھی پاویگا فی الدر المختار۔ ولد الزنا یرث من توامہ فقط فمن الامر اولے والعہ اعلم۔ ۱۸۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال زید نے انتقال کیا اور خالد دلیہ عمر و پسران ساجدہ عابدہ دختران حامدہ زوجہ چھوڑی ترکہ زید برصرف خالد قابض رہا اس نے ترکہ زید کو بموجب شرع شریف تقسیم کیا مگر مساۃ عابدہ کو اسکے حصہ کا نصف ادا کیا اور نصف کے دینے کا وعدہ کیا بعدہ مساۃ عابدہ نے انتقال کیا اور ایک پسر اور ایک دختر اور شوہر چھوڑا وارثان متوفیہ نے خالد سے باقی نصف جو زر نقد تھا طلب کیا تب خالد نے ایک ہفتہ مین ادا کر دینے کا وعدہ کیا اسیطرح چہر خالد پر تقاضے ہوتے رہے اور وہ ہفتہ عشرہ مین دینے کا وعدہ کرتا رہا آخر کار خالد نے کہدیا کہ میرے چوری ہو گئی اور میرے مال کے ساتھ نصف حصہ عابدہ جو میرے پاس باقی تھا چوری ہو گیا بعد اسکے خالد نے اپنے لیے جائداد خریدی اب یہ دریافت طلب ہے کہ جو نصف حصہ مساۃ عابدہ کا خالد کے پاس باقی رہگیا ہے وہ از روے شرع شریف خالد کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں۔

الجواب فی الدر المختار من کتاب القسمۃ۔ ورکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتمییز بین الانصباء کالکیل والوزن والذرع وفیہ ایضاً عن الخانیۃ بکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخرین والا لاالخ روایات بالا سے معلوم ہوا کہ تقسیم مین جب تک سب کا حصہ علیحدہ نہو جاوے وہ تقسیم معتبر نہیں بلکہ مال مشترک بدستور مشترک رہے گا اسی طرح اگر بعض شرکا اپنا حصہ علیحدہ کر لین مگر بعض کو اُن کا حصہ تسلیم نہ کیا جاوے تب بھی وہ تقسیم نافذ نہیں ہوتی پس صورۃ مسئولہ مین عابدہ کا نصف حصہ جب اُس کو تسلیم اور ادا نہیں کیا گیا تو وہ مشترک رہا اور سب کا چوری گیا اس لئے تمام ترکہ زید سے اس مقدار کو منہا کر کے جسقدر ترکہ باقی رہا اس کو از سرِ نو تقسیم کر کے دیکھین گے کہ اس باقی مین سے عابدہ کا کتنا حق ہے وہ سب ورثہ سے حصہ رسد اس مقدار حق کے تکمیل کرنے کے لئے مطالبہ کرنیکی مستحق ہے چونکہ مسئلہ ہذا مین وہ وفات پاچکی ہے اسلئے اُسکے ورثا اسی طرح اس مطالبہ کے مستحق ہین۔ فقط والعہ اعلم ۱۶ ربیع صفر سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال زید فوت ہوا ایک منکوحہ بی بی الف دو بیٹیاں ب ج ایک منکوحہ کنیزک د اور ایک بیٹی کنیزک سے ہ جسکی پیدایش قبل از نکاح ہے اور ایک بیٹا اسی کنیزک سے نر اور ایک حقیقی چھوٹا بھائی وارث چھوڑے پھر بیٹا باپ سے پانچ سال بعد فوت ہوا اندرین صورت زید کا ترکہ بروے میراث ہر پسماندہ کو کتنا پہونچے گا

الجواب مسئلہ ۳۲/۹۶ زید

زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت مولودہ قبل نکاح	ابن	اخ
الف	د	ب	ج	ہ	[illegible]	ط
۲/۶	۲/۶	۷/۲۱	۷/۲۱	م	۱۴	م

مسئلہ [illegible] ۱۴

ام	اخت لام	اخت لاب	اخت لاب	عم
د	ہ	ب	ج	ط
۱/۶	۱/۶	۲/۱۴	۲/۱۴	م

۹۶

الاحیاء المبلغ

الف	د	ب	ج	ہ
۶	۱۳	۳۵	۳۵	۷

صورۃ مندرجۂ بالا مین بعد تقدیم ما یتقدم علی الارث مثل تجہیز و تکفین و ادائے دیون جسمین مہر ہر دو زوجہ بھی ہے و تنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ ترکہ زید کا ۹۶ سہام ہو کر الف یعنی زوجہ زید کو چھ سہام اور د یعنے زوجہ ثانیہ کنیزک کو تیرہ سہام اور ب و ج یعنے ہر دو دختران زید کو ۳۵ ۳۵ سہام دلائے جاوین اور ہ یعنے وہ بیٹی جسکی پیدائش قبل از نکاح ہے وہ چونکہ زنا سے پیدا ہوئی ہے اس لیئے شرعاً زید سے اُس کا نسب ثابت نہو گا تو اُس سے تو وارث نہو گی لیکن نر یعنی زید کے پسر کی چونکہ اخیافی بہن ہے اس لیئے اُس سے وارث ہوگی - اُسکے ترکہ سے ہ کو سات سہام ملین گے - ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۲ھ

سوال زید و بکر و عمرو و خالد و ہندہ و زینب حقیقی بھائی بہن ہین زید و بکر کی موجودگی مین عمرو و خالد کا انتقال ہو گیا اُنکی اولاد ذکور و اناث سے باقی رہی اُسکے بعد بکر بھی ایک زوجہ چھوڑ کر مر گیا اُسکے نام جو وظیفہ سرکار سے مقرر ہے اسکی تقسیم مین جھگڑا ہوا زید کا یہ دعوی ہے کہ چونکہ مین حقیقی بھائی ہون - اسواسطے زوجہ کا حق چھوڑ کر باقی کل میرے نام مقرر فرمایا جاوے زوجہ کا یہ ادعا ہے کہ شوہر کا کل ترکہ میرے نام مقرر ہونا چاہیئے اولاد عمرو و خالد اس بات کے دعویدار ہین کہ وظیفہ مذکور سرکار سے بطور پرورش

کل اولاد مقرر ہوا ہے اور ہنگام تقسیم وظیفہ مذکورہ سرکار نے جائداد مکسوبہ قرار نہین دیا ہے بلکہ ایسا وظیفہ جائداد غیر مکسوبہ قرار دیا جاتا ہے ایسی حالت مین تنخواہ مذکورہ ہم کل اولاد کو بھی ملنا چاہیے کیونکہ جو بُعد ہمارے والد اور والدہ کی زندگی کی وجہ سے بکر کے درمیان تھا وہ ہماری والدہ کے فوت ہونے کی وجہ سے جاتا رہا اور مثل زید ہم بھی قرب رکھتے ہین کیا یہ وظیفہ زید کی خواہش کے موافق تقسیم ہوسکتا ہے یا اُسکی زوجہ کی خواہش کے مطابق اور اولاد عمرو وخالد دلیل مذکور کی وجہ سے حصہ پاسکتے ہین۔ یا نہین۔

الجواب چونکہ میراث اموال مملوکہ مین جاری ہوتی ہے اور یہ وظیفہ محض تبرع واحسان سرکار کا ہے بدون قبضہ کے مملوک نہین ہوتا لہذا آئندہ جو وظیفہ ملے گا اُس مین میراث جاری نہین ہوگی سرکار کو اختیار ہے جس طرح چاہے تقسیم کردے۔ البتہ اگر یہ وظیفہ کسی جائداد مملوکہ کا نفع جائز ہے تو اس مین میراث جاری ہوگی اور اس صورت مین بکر کے ترکہ مین اسکی زوجہ کو ربع بوجہ اولاد نہونے کے ملے گا باقی زید اور اسکی دونون بہنون کا حق للذکر مثل حظ الانثیین اور بھائی بہنون کے ہوتے عمرو اور خالد کی اولاد کا کچھ حق نہین ہے۔ ۹ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال وارث علی فوت ہوا اُس نے ایک زوجہ مسماۃ امۃ اللہ اور تین ابن العم ایک ذوالفقار علی دوسرا محمد علی اور تیسرا احمد علی وارث چھوڑے اور احمد علی ابن العم بھی ہے اور ابن الام بھی ہے دو جہت رکھتا ہے پس ترکہ وارث علی کا ان ورثار پر کس طرح تقسیم ہوگا۔

الجواب بعد تقدیم حقوق متقدمہ کل ترکہ ۳۶ سہام پر منقسم ہوکر زوجہ کو ۹ اور احمد علی کو ۱۳ اور ذوالفقار علی اور محمد علی کو سات سات ملین گے فی الدر المختار ویاخذ ابن عم ہو اخ لام السدس بالفرض ویقتسمان الباقی بینہما نصفین بالعصوبۃ حیث لامانع من ارثہ بہما فیرث بجہتی فرض وتعصیب والتخریج ہکذا۔

مسئلہ ۳۶

وارث علی

زوجہ	اخ لام	ابن العم	ابن العم	ابن العم
امۃ اللہ	احمد علی	احمد علی	ذوالفقار علی	محمد علی
۹	۶	۷	۷	۷

سوال شرع محمدی کا مسئلہ یہہ ہے جب عصبہ نہون تو ذوی الارحام وارث ہوتے ہین لیکن یہ امر ناممکن ہے کہ کسی متوفی کا کوئی عصبہ نہو اگر حضرت آدم علیہ السلام کا رشتہ لگایا جاوے یا مثلاً ایک علوی یا صدیقی وغیرہ کا انتقال ہوا ایک غاصب نے متوفی کی جائداد پر قبضہ حاصل کر لیا تب ذوی الارحام نے دعوی متروکہ کا کیا غاصب یہ کہتا ہے کہ تم اُسوقت وارث ہوسکتے ہو کہ جب عصبہ نہو علوی اور صدیقیون کے بہت سے خاندان دنیا مین موجود ہین جب تک وہ موجود ہین تم بحیثیت ذوی الارحام کے وارث نہین ہوسکتے ہو تم

ایسی حالت مین ذوی الارحام کو عصبہ کا عدم کس طرح ثابت کرنا چاہیئے۔ یہ ظاہر ہے کہ عصبہ کا عدم ثابت کرنا قریب محال ہے تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ ذوی الارحام کبھی متوفی کے متروکہ کا وارث نہو یہ بات اگرچہ خلاف عقل ہے لیکن اسکے لیئے فقہ کی کسی مستند کتاب کی ضرورت ہے عنایت فرماکے فقہ کی کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرماکر ممنون فرمایئے۔

جواب اس غاصب کے استدلال باطل کا یہی جواب کافی ہو کہ شریعت نے ذوی الارحام کو بھی وارث بنایا ہے ورنہ اگر عصبہ مین اسقدر تعمیم ہوتی تو ذوی الارحام کے وارث ہونے کے کوئی معنے ہی نہون گے اور اسکو خود شریعت باطل کر رہی ہے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی اور جو ائمہ توریث ذوی الارحام کے قائل نہین ہین انہون نے بھی کبھی یہ دلیل بیان نہین کی اور اسکے بعد کے مستحقین کو میراث دلائی حتے کہ اخیر مین بیت المال مستحق قرار پایا تو یہ سب احکام جو نصًا و اجماعًا ثابت ہین سب باطل ہوجاوینگے اور نص اور اجماع کا باطل ہونا باطل ہے اور جو دعوی مستلزم امر باطل کو ہو وہ خود باطل ہے معلوم ہوا کہ یہہ استدلال اور دعوے غاصب کا باطل ہے تمام کتب فرائض و فقہ کی تصریح کے موافق کل عصبات یہ ہین ابن[1] ثم ابن الابن وان سفل اب[2] جد[3] صحیح وان علا حتی الی آدم علیہ السلام جزء[4] الاب وان سفل جزء[5] الجد یعنی عم ثم ابنہ وان سفل عم[6] الاب ثم ابنہ وان سفل عم الجد ثم ابنہ وان سفل۔ پس اس پر عصبات ختم ہوگئے اور مفہوم لقبا ینفی حسب تصریح علماء حجت ہے معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہین اور مرتبہ ثالثہ مین جد کے عموم وان علا سے دوسرے مراتب مین عموم لازم نہین بلکہ عدم عموم اسلیئے لازم ہے کہ عموم کی صورت مین جزء الجد کے بعد کوئی مرتبہ نہ نکلنا چاہیئے کیونکہ عم الاب اور عم بھی کسی مرتبہ کے جد کے تو جزء ہی ہین اور بعض محشین نے جو جزء الجد مین جد کو عام کہدیا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ بعض متون مین کل مراتب کو چار عنوان مین منحصر کردیا ہے جزء[1] اصل[2] جزء الاب جزء[3] الجد اسپر شبہہ عدم تناول عم الاب و عم الجد کا وارد ہوتا تھا اسکے دفع کے لیئے عام کہدیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عموم سے مراد مطلق عموم نہین بلکہ عموم خاص ہے جو تناول عم الاب و عم الجد پر منتہی ہوجاوے چنانچہ شامی نے اس ایراد کو اسی طرح دفع کیا ہے پس ثابت ہوا کہ دوسرے مراتب مین جد سے خاص اب الاب مراد ہے پس جو شخص میت کے اب الاب کے عم کی اولاد سے بھی ہو وہ عصبہ نہین ہے اور یہ بہت ہی ظاہر ہے لیکن قید بے فہم درکار ہے فبای حدیث بعدہ یومنون واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۳۰ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال زید مرگیا اور اسکے ذمہ کچھ قرض ایک بقال کا تھا اور زید نے اسقدر روپیہ نہین چھوڑا کہ قرض اس کا

ادا ہو احد زید کے مرنے سے پہلے وہ بقال مرگیا تھا صرف اس کا ایک بھتیجا باقی تھا کچھ مدت کے بعد ورثہ زید زید کا ایک مکان بیچ کرکے چاہتے ہین کہ قرضہ ادا کردین لیکن جسوقت ادا کرنا چاہا تو اس بقال کے کوئی وارث نہین اب سوال یہ ہے کہ وہ قرض کا روپیہ کس مصرف مین صرف کیا جاوے تاکہ زید سے اس کا مواخذہ نہو۔

الجواب۔ اصل قرضدار کے نزدیک دور کے رشتہ دارون کی اور اُسکے بھتیجے کے نزدیک دور کے رشتہ دارون کی تحقیق ضروری ہے اگر کوئی موجود ہو تو لکھین تاکہ مسئلہ بتایا جاوے اور اگر کوئی موجود نہو تو یہ روپیہ ایسے کامون مین خرچ کرنا چاہیے مساجد کی مرمت وخدمت تیل بتی لوٹہ بدھنا ڈول رسی موذن وامام کی تنخواہ مدارس اسلامیہ مین علماء کی تنخواہ طلبہ کی اعانت خوراک پوشاک کی اور جو لوگ بلا تنخواہ اللہ کے لیے علم دین پڑہاتے ہین (والدلائل ہذہ) فی کتاب الفرائض من الدر المختار ثم یوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین وفی باب اللقطہ منہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہا توضع فی بیت المال فی رد المختار للنوائب بحر وفیہ قبیل باب المرتد وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی الی قولہ مصالحنا ثم قال وکفایۃ العلماء والمعلمین بتغییر الی قولہ وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح فی رد المحتار ومثلہ بناء مسجد وحوض الی قولہ وکذا النفقۃ علی المساجد کما فی الخانیۃ فیدخل فیہ الصرف علی اقامۃ شعائرہ من وظائف الامامۃ والاذان ونحوہما بحر وفی باب المستامن من الدر المختار فان ادانہ حربی دینا ببیع او قرض وبعکسہ او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم یقض لاحد ویفتی المسلم برد المغصوب وبرد الدین ایضا دیانۃ لا قضاء انتہی مختصرا قلت فحصل من ہذہ الروایات ان الدین الذی ہو من ترکۃ ہذا الرجل الکافر واجب ردہ دیانۃ سواء کان ذمیا او حربیا ویکون علی کل فیئا یصرف مصارفہ فانطبق الجواب علی کلا القولین فی الہند اہو دار الاسلام ام دار الحرب فافہم فقط واللہ تعالیٰ اعلم
التتمہ ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین رحمہم اللہ تعالیٰ عرصہ سولہ برس کا ہوا زید نے انتقال کیا اور سات لڑکے محمود عبدالصمد احمد عبدالحلیم محمد سلیم عبدالمجید محمد شبلی اور دو لڑکی اقلیمہ ونعیمہ اور ایک بی بی سکینہ کو ورثہ چھوڑا لیکن محمود زید کی حیات ہی مین جدا ہو گیا تھا اور ایک مکان زید نے اس کو دے دیا تھا بقیہ لڑکے بعد وفات زید چند روز تک جب لیاقت اپنے اپنے کام پر رہکر کرتے رہے بعد اُسکے عبدالحمید بھی کچھ روپیہ لیکر بلا اجازت عرصہ بارہ برس کا ہوا کنارہ ہو گیا

بعدہ محمد سلیم عرصہ چھ برس کا ہوا کہ کچھ روپیہ بلا اجازت ناجائز طور پر خرچ کرکے کنارہ ہو گیا اور عبد المجید نے عرصہ سات برس کا ہوا کہ انتقال کیا باقی احمد و عبد الحلیم و محمد شبلی ابھی تک ایک جگہہ ہین مگر عبد الحلیم زید کی حیات سے اب تک روزگار کا کام کرتے آتے ہین اور احمد دس برس سے کام کرتے ہین اور محمد شبلی زید کی وفات کے وقت ایک برس کا تھا تین چار برس سے روزگار کا کام کرتا ہے عرصہ تیرہ برس کا ہوا کہ حلیمہ نے انتقال کیا اور عرصہ دو برس کا ہوا کہ مساۃ سکینہ نے انتقال کیا زید کا ترکہ ابھی تک تقسیم نہین ہوا زید کے ترکہ سے اور کچھ مہاجنون سے روپیہ لیکر لڑکون نے روزگار کرکے مال زیادہ حاصل کیا ہو اب اس [illegible] مین مال کیونکر تقسیم ہوگا۔

الجواب بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی المیراث ترکہ زید کا (۱۲۰) سہام پر منقسم ہوکر ساتون لڑکون مین سے ہر لڑکے کو (۱۴) (۱۴) اور دونون لڑکیون کو (۷) (۷) اور زوجہ کو (۱۶) ملین گے اور محمود کو جو مکان زید نے دیدیا تھا اگر مرض موت سے قبل دیا تھا وہ بلا شرکت خالص اُس کا مملوک ہے اور باقی ترکہ بہم حسب حصص بالا مشترک ہے۔ پھر بقیہ لڑکے جو یکجا کام کرتے رہے اگر یہ کام کرنا سب حصہ دارون کی رضامندی سے تھا تو نفع مین بھی سب شریک ہونگے اور اگر بعض ورثہ راضی نہ تھے تو وہ نفع مین شریک نہون گے البتہ یہ نفع بوجہ اسکے کہ مال غیر مین تصرف بلا اذن تھا جائز نہوگا بلکہ اس کا تصدق واجب ہوگا پھر عبد المجید جب کچھ روپیہ لیکر جدا ہوا ہے اس وقت ترکہ زید کا جسقدر موجود تھا اُس مین عبد المجید کا حصہ دیکھنا چاہیے کسقدر تھا اگر دونون برابر ہین تو حساب برابر ہوا اور اگر دونون مین تفاوت ہے تو کمی بیشی کا حساب بقیہ ورثہ سے رہے گا اسی طرح محمد سلیم کے جدا ہونے کے وقت دیکھا جاوے گا پھر عبد المجید کے انتقال کے وقت حسب قاعدہ مذکورہ جس قدر اُس کا ترکہ قرار پاوے گا اُسکے ورثہ شرعیہ مین منقسم ہوگا اسی طرح حلیمہ اور سکینہ کے انتقال کے وقت یہی عملدرآمد ہوگا اور شرکت فی النفع کے لیئے کام کرنے کی ضرورت نہین صرف رضا بشرط تبرع کی ضرورت ہو بس جو لڑکے نابالغ تھے اُن کے مال مین تجارت کرنے کا بھائیون کو حق حاصل نہین اسیطرح جو راضی نہ تھے اس لیئے نہ وہ نفع مین شریک ہونگے نہ اُنپر قرضہ مہاجن کا پڑیگا باقی ورثہ نفع اور قرضہ دونون مین شریک ہون گے واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔

سوال زید جائداد موروثی پر قبضہ اور زوجہ منکوحہ اور چار لڑکی چھوڑ کر فوت ہو گیا اور یہی اُسکے ذمہ دین مہر مقدم ہے تو متوفی کی جائداد مرہونہ سے اُسکی منکوحہ قبل ادائے قرضہ کے دین مہر وصول کر سکتی ہو یا نہین

مگر یہ کہ متوفی کی منکوحہ نے نکاح ثانی بھی کر لیا ہو تو اس صورت میں دین مہر کی سابق شوہر متوفی کی جائداد سے مستحق ہے یا نہیں۔

الجواب فی الدر المختار یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن الے قولہ بتجہیزہ ثم دیونہ الخ فی رد المحتار قولہ کالرہن مثال للعین التی تعلق بہا حق الغیر فاذا رہن شیئا وسلمہ ولم یترک غیرہ فدین المرتہن مقدم علی التجہیز فان فضل بعد شئے صرف الیہ اھ پس صورت مسئولہ میں جس جائداد پر قرضہ ہو اگر وہ مرہونہ اس قرضہ کے عوض میں ہو اور مرتہن کی مقبوضہ بھی کرادی گئی تھی تب یہ دین رہن دین مہر سے مقدم ہے اس کو ادا کرکے اگر کچھ بچے یا متوفی کے پاس اور ترکہ بھی ہو تو اس میں سے مہر ادا کیا جاویگا اور اگر مرتہن کا قبضہ اس پر نہیں ہوا تھا تو وہ اور مہر برابر ہیں اور دین رہن کی وہ مقدار معتبر ہوگی جسقدر اصل قرض بذمہ راہن ہے اور اگر مرتہن کچھ سود لے چکا ہے یا مرتہن اس شے مرہون سے کچھ آمدنی حاصل کر چکا ہے کہ وہ بھی سود ہی تو یہ سود اور آمدنی منہا کرکے جو باقی رہے گا وہ قرضہ شمار کیا جاوے گا اور نکاح ثانی کرنے سے دین مہر ساقط نہیں ہوا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

سوال سماۃ زاہدہ بانو یک برادر زادہ و دو دختر وارث گذشتہ فوت شدہ و سوای زر نقد بابت مہر خود چیزے ترکہ نکردہ پس درین صورت درعوض مہر بیت مزبورہ بدختران چہ قدر میرسد و بہ برادر زادہ چند زر مہر بمال متروکہ محسوب است یا چگونہ بینوا توجروا۔

الجواب زر مہر ہمچو دیگر اموال مملوکہ در مال متروکہ محسوب است در ترکہ شمار خواہد شد پس زر نقد گذاشتہ میت مع مہر ہمہ را ترکہ قرار دادہ بر سہ حصہ منقسم خواہد شد دو ثلث بدو دختر و یک ثلث باقی بہ برادر زادہ خواہد رسید پس مسئلہ از سہ شد و ایشان را اختیار است کہ از زوج متوفیہ تقاضا مہر کردہ وصول کنند واللہ اعلم ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۳۲…ھ

سوال خدمت قضارت حسب فرمان سلطان بنام زید مقرر بود و زید چہار پسر داشت مسمیون عمرو و بکر و خالد و محمود از انجملہ عمرو پسر کلان رو بروی زید بحصول سند سرکار بر انجام خدمت مذکورہ قابض گردیدہ بموجب وصیت زید نصف معاش خدمت مذکورہ در قبضہ خود داشتہ در باقی نصف معاش بہ بکر و خالد و محمود علی السویہ برائے قوت بسری آنہا تقسیم کردہ داد مگر اسناد سرکاری بشروط کلہم معاش بنام عمرو حاصل شد بعد فوت عمرو ابراہیم پسرش بدستور پدر بحصول اسناد سرکاری بشروط کلہم معاش بر نصف حصۂ خود

بالفعل تحریر قابض و متصرف است پس در ملک مشروط الخدمت سوائے عمرو و ابراہیم صاحب سند برادران وا عمام آنہا حصہ از روئے شرع شریف جواری شود یا نہ واگر ابراہیم بموجب سند خود معاش منقسمہ از بکر و خالد و محمود واپس کردن خواہد دعوی ابراہیم در معاش منقسمہ درست می گردد یا نہ و فی زماننا حکام سرکار آصفیہ حصہ در ملک مشروط الخدمت می کنند این چہ جواب موافق کتب ہائے معتبر و فقہ ہائے مسجل زیر سطور ہذا زیب و مزین خواہند فرمود بینوا توجروا۔

الجواب ملک کہ زید قاضی را از سرکار عطا شد اگر سرکار زید را مالک کردہ است بعد وفات در و میراث جاری خواہد شد و ہمہ وارثانش مستحق حصص خود ہا خواہند شد واگر آن ملک از سرکار بمقابلہ ہمین خدمت است پس ہر کہ برآن خدمت مقرر باشد ہمان مستحق است بشرط اذن سرکار آصفیہ و در و میراث جاری نخواہد شد۔ واللہ اعلم فقط۔ ۲۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۰ھ

سوال باپ نے بذریعہ حلال یا حرام کچھ مال حاصل کیا تھا بیٹون کو تحقیق طور سے معلوم ہوا کہ ذریعہ حرام سے مال حاصل کیا اس صورت میں بیٹون کو وہ مال لینا حلال یا حرام۔

الجواب ہرچند بعض فقہائے مطلقا مال حرام کو وارث کے لیئے حلال کہا ہے لیکن یہ روایت صحیح نہین مفتی بہ اور معتمد یہ ہے کہ انکے لیئے بھی حرام ہے پس اگر ارباب حقوق ورثہ کو معلوم ہین تو اگر بعینہ انکی چیز محفوظ ہو اُس کو ورنہ اُسکی قیمت واپس کردین اور اگر معلوم نہین تو اگر مال حرام معین اور متمیز ہے تو اُس کو مالک کی نیت سے تصدق کردین اور اگر مخلوط غیر متمیز ہے تو اگر اُسکی مقدار قیمت معلوم ہے اُس کو تصدق کردین ورنہ تخمینہ کرکے تصدق کردے انشاء اللہ تعالے آخرت مین مواخذہ نہوگا۔ لانا نأخذ بہذہ الروایۃ وبہ حرام مطلقا علے الورثۃ فتنبہ در مختار فی الشامی بعد البحث الطویل الحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیہ والا فان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ صاحبہ وان کان مالا مختلطاً مجتمعا من الحرام والحلال ولا یعلم اربابہ ولا شیئا منہ بعینہ حل حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ انتہی فی الدر المختار علیہ دیون و مظالم جہل اربابہا فعلیہ التصدق بقدرہا وسقط عنہ المطالبۃ فی العقبٰی واللہ اعلم ۴ صفر سنہ ۱۳۲ھ

سوال۔ رمضانی بیگم فوت شد و یک دختر برادر و یک پسر خواہر و یک دختر خواہر دیگر کہ ہمہ از بنی اعیان بودہ اند بگذاشت اندرین صورت بچہ طور ترکہ میت خواہد گشت۔

الجواب

مسئلہ ـــــــــــــــ رمضانی بیگم

بنت اخ	ابن اخت	بنت اخت
۲	۱	۱

جواب دیگر

مسئلہ ـــــــــــــــ رمضانی بیگم

بن اخت	بنت اخ	بنت اخت
۲	۱	۱

جواب دیگر

مسئلہ تصحیح من ۱۲ ـــــــــــــــ رمضانی بیگم

بنت اخ	ابن اخت	بنت اخت
۶	۴	۲

بینہما اثلاثا

اقول وباللہ التوفیق: اس مسئلہ میں ورثہ ذوی الارحام صنف ثالث سے ہین اور قرب اصل میت اور ولد بیت عصبہ وقوت قرابت مین برابر لیکن مختلف الاصول ہین اس صورت مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ ان فروع کا لحاظ کرکے للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم فرماتے ہین اور امام محمد رحمہ اللہ اصول پر تقسیم کرکے ذکور کو ایک طائفہ اناث کو ایک طائفہ فرض کرکے ہر ایک کے فروع کو للذکر مثل حظ الانثیین دیتے ہین وان کانوا من بنی الاعیان او بنی العلات او بنی الاخیافت یقسم علی الابدان عند ابی یوسف رحمہ اللہ وکذلک محمد رحمہ اللہ ان اتفقت اصولہم والا فیقسم علی اصل بالخلاف ثم یجعل الذکور طائفۃ والاناث طائفۃ علی قیاس ما سبق من الشیخ دا العلوی ۱۲ الیس جواب ثانی بنا بر مذہب ابو یوسف رحمہ اللہ کے صحیح ہے اور جواب ثالث بنا بر مذہب محمد رحمہ اللہ کے صحیح ہے اور جواب اول دونون کے خلاف ہے اور دونون مذہبون کی تصحیح و ترجیح مین اختلاف ہے کما یظہر لمن نظر ضیاء السراج لیکن صاحب سراجی نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے وقول محمد رحمہ اللہ اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی اھ قال الشیخ فالعمل بہ اولی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب والحق فی کل باب من شان رب الارباب ۲۶ محرم جمعہ ۱۳۱۳ھ

سوال علماء دین متین اس صورت مین نزدیک شریعت کے کیا فرماتے ہین۔ سوال اول شیخ بشارت علی نے زوجہ اولے کے سامنے مقام راجگڈھ سے روپیہ بصیغہ نوکری پیدا کرکے ایک حویلی پختہ طیارہ کرائی اور ایک نشستگاہ اور ایک ہلخانہ خرید کیا اور زوجہ اولے سے دو لڑکیان پیدا ہوئین اور زندہ ہین زوجہ مذکورہ نے انتقال کیا۔ سوال دوم بشارت علی نے بعد انتقال زوجہ اولے کے نکاح ثانی کیا اور

اُس سے دو پسر اور ایک دختر پیدا ہوئی اور شیخ صاحب نے انتقال کیا اور مقام سندھ سے روپیہ حاصل کیا اور وہ روپیہ حوالہ زوجہ ثانیہ رہا اور دختر زوجہ ثانیہ نے بعد انتقال شیخ صاحب مذکور کے انتقال کیا بعد انتقال شیخ صاحب مذکور کے زوجہ ثانیہ نے اُسی روپیہ سے جائداد اپنے نام سے خرید کی۔ سوال سوم ہر دو زوجہ کا مہر حسب دستور شیخ زادگان مبلغ پانچ پانچ ہزار روپیہ کا مقرر ہوا سوال چہارم کچھ جائداد جدی شیخصاحب موصوف نے چھوڑی اب اس صورت میں ورثہ زوجہ اولے کو کسقدر حصہ پہونچتا ہے اور ورثہ زوجہ ثانیہ کو کس قدر حصہ پہونچتا ہے اور جو جائداد زوجہ اولی کے بھائینے مندرجہ سوال ۱ کے پیدا کی یا طیار کرائی اُس میں کسقدر ورثہ ہر دو زوجہ کو پہونچتا ہے یا نہیں اور جو جائداد زوجہ ثانیہ نے بعد انتقال شیخصاحب مذکور خرید کی اُس میں بھی ورثہ زوجہ اولی کو پہونچتا ہے یا نہیں اور اگر زوجہ ثانیہ دعوی کرے کہ مجکو بطور ہبہ روپیہ دیا ہے تو اُسکے ذمہ گواہ لانے لازم ہیں یا نہیں۔

الجواب جو روپیہ شیخ بشارت علی نے زوجہ ثانیہ کو حوالہ کیا ہے بحکم عرف وہ امانت ہے صرف حوالہ کرنے سے ملک نہیں ہوجاتا اور اگر وہ دعوی ہبہ وغیرہ کا کرے تو گویا ملکیت شوہر کا اقرار کر کے مدعی انتقال ملک کی ہے پس گواہ لانے اسپر لازم ہیں فی الشامی فی بحث اختلاف الزوجین فی متاع البیت بحکمذا و فی البدائع وہذا کلہ اذا لم تقر المرأۃ ان ہذا المتاع اشتراہ فان اقرت بذلک سقط قولہا لانہا اقرت بالملک لزوجہا ثم ادعت الانتقال الیہا فلا یثبت الانتقال الا بالبینۃ انتہے وکذا اذا ادعت انہا اشترتہ منہ کما فی الخانیۃ ولا یخفے انہ لو برہن علی شرائہ کان کاقرارہا بشرائہ فلا بد من بینۃ علی الانتقال الیہا منہ بہبۃ ونحو ذلک ولا یکون استمتاعہا بمشریہ ورضاہ بذلک دلیلا علی انہ ملکہا ذلک کما تفہمہ النساء والعوام وقد افتیت بذلک مرارا بحر ۱۲ شامی جلد رابع صفحہ ۴۴۳ پس کسی شخص دانا کو حکم مقرر کر کے اُسکے رو برو اپنے اس دعوی پر بینہ یعنی گواہ گذرانے اگر وہ بینہ نہ لاسکے تو جو ورثہ اُس سے نزاع اور مطالبہ روپیہ کا کرتے ہیں وہ اُس حکم کے سامنے یہ قسم کھاویں کہ قسم خدا کی ہم کو معلوم نہیں کہ شوہر نے اس کو یہ روپیہ ہبہ کیا ہو۔ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر الحدیث وفی الدر المختار مع الشامی التحلیف علی فعل نفسہ یکون علی البتات ای القطع بانہ لیس کذلک والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم ای انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل بہ غیرہ انتہی جلد رابع صفحہ ۴۲۶ پس اگر اُنھوں نے قسم کھالی تو دعوی زوجہ ثانیہ کا مسموع نہوگا اور وہ امانت ہی قرار دیجاویگی اور اُس میں میراث جاری ہوگی یعنی کل مال متروکہ مع اُس روپیہ کے میراث قرار دیکر حسب تخریج ذیل کل ورثہ میں بقدر حصص تقسیم

ہوگا البتہ اگر وہ اپنے مہر مین رکھنا چاہے بشرطیکہ شیخ بشارت علی نے مہر ادا نہ کیا ہو اور نہ اُس نے معاف کیا ہو تو بقدر پانچ ہزار روپیہ کے رکھ سکتی ہی اُس مین کسی کو دعوی نہین پہونچتا اور اسی طرح زوجہ اولی کا مہر بھی بشرط عدم ادا و عدم ابرا اُسی مال متروکہ مین سے نکالا جاویگا مگر چونکہ وہ شوہر کے سامنے مرگئی ہی اس لیے چوتھائی حصہ یعنے منجملہ پانچہزار روپیہ کے ایک ہزار دو سو پچاس روپیہ شوہر کو میراث مین آکر معاف ہوگیا تین چوتھائی باقی یعنی تین ہزار سات سو پچاس روپیہ اسی مال متروکہ مین سے نکال کر زوجہ اولے کے وارثون کو یعنی اُسکی دونون لڑکیون کو اور جو کوئی اُس کا شرعًا وارث ہو اُنکو اُنکے حصہ فرائض تقسیم کیا جاویگا پس اب دیکھنا چاہیے کہ ترکہ مین دونون مہر نکال کر اگر حساب برابر ہوجاتا ہی یا کمی رہتی ہی تو ادر ورثہ بالکل محروم ہین اور اگر کچھ باقی رہتا ہے تو اُس باقی مین اور ورثہ بحسب تخریج ذیل بشریک ہون گے تخریج حصص کل ورثہ یہ ہے

شیخ بشارت علی مورث

مسئلہ ۱۲ تصحیح ۹۶

زوجہ ثانیہ	بنت من الاولی	بنت من الاولی	ابن من الثانیۃ	ابن من الثانیۃ	ابن من الثانیۃ
الف	بے	جیم	دال	ہے	واؤ
۱/۱۲	۱/۱۲	۲/۱۲	۲/۲۴	۲/۲۴	(۱)

ثم ابن من الثانیۃ ہو او مسئلہ ۱۲

ام	اخ لاب وام	اخت لاب وام	اخت لاب	اخت لاب
الف	دال ۵	ہے	بے	جیم
۱/۲	۵	۵	۱	۱

الاحیاء المبلغ ۹۶

الف	بے	جیم	دال	ہے
۱۴	۱۲	۱۲	۲۹	۲۹

یعنی بعد تقدیم مایجب تقدیمہ شرعا من التجہیز والتکفین وادار الدین کالمہر وغیرہ وتنفیذ الوصیۃ من الثلث ترکہ شیخ بشارت علی مورث کا اس طرح تقسیم ہوگا کہ منجملہ چھیانوے سہام کے زوجہ ثانیہ کو چودہ ایک بنت الاولے کو بارہ دوسری بنت الاولے کو بارہ ایک ابن الثانیہ کو انتیس دوسرے ابن الثانیہ کو انتیس ملین گے

واللہ اعلم وہو یقضی بالحق فقط ۱۴ محرم سلنہ ۱۳ ہجری

سوال خواجہ خضر علیہ السلام درقید حیات ہین یا نہین پانچوین مذہب والے کہتے ہین کہ نہین اگر حیات ہوتے تو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیون نہ کرتے اس کا جواب رقم فرماوین

الجواب حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کا زندہ رہنا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک ثابت

ہ یعنی جبکہ یہ حصے ترکہ مین [illegible]

ف تحقیق حیات خضر علیہ السلام [illegible]

ہے چنانچہ بعد وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے پاس تشریف لائے اور تعزیت فرمائی اور حضرت ابو بکر صدیق وحضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے چنانچہ روایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے ودخل رجل اشہب اللحیۃ جسیم صبیح فتخطی رقابہم فبکی ثم التفت الی الصحابۃ رضی اللہ عنہم فقال ان فی اللہ عزاء من کل مصیبۃ وعوضا من کل فائت وخلفا من کل ہالک فالی اللہ انیبوا والیہ فارغبوا ونظرہ الیکم فی البلاء فانظروا فانما المصاب من لم یجبر وانصرف فقال ابو بکر وعلی رضی اللہ عنہما ہذا الخضر علیہ السلام ۱۲ اس یعنی مستدرک حاکم ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین حامل متن حزب پنجم صـ۱۲ اور اب تک زندہ ہونے پر تمام اہل باطن وصلحاء کا اتفاق ہے اور ہمیشہ ایسے لوگوں سے ملاقات کرتے رہے اور کرتے ہیں مولوی نظامی فرماتے ہیں مرا خضر تعلیم گر بود دوش اور اکثر بزرگوں سے حکایات بمنزلہ خبر متواتر اُنکے زندگی کے منقول ومشہور ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(خط ہدایت نمط نزد عزیزیکہ شکایت عوام از بے طاقتی کرد)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا الطاف نامہ آیا مگر لکھتا ہوں کہ جس کام کو آپنے اختیار کر رکھا ہے یعنی امر بالمعروف دو حال سے خالی نہیں یا اس کا تحمل ہے یا نہیں اگر تحمل ہے تو پھر عوام کی شکایات نے معنی جتنا وقت اس حکایت شکایت میں صرف کیا جاتا ہے اپنے کام میں کیوں نہ صرف کیا جاوے اور اگر تحمل نہیں تو اسکو ترک کر دینا چاہیے کہ صرف مستحب کے لیے اس قدر صعوبت برداشت کرنا ضروری نہیں ہے

سر مدگلہ اختصار می باید کرد + یک کار ازین دو کار می باید کرد + یا تن برضائے دوست می باید داد + یا قطع نظر زیار می باید کرد

فقط کتبہ اشرف علی از تھانہ بھون

سوال لفظ مولے بمعنے اولے بالتصرف در کلام عرب منقول است یانہ ونیز در کتب لغت معنی مولے محبوب ہم آمدہ است یا باین مساسی ندارد اگر آمدہ است در کدام لغت باید جست بینوا توجروا۔

الجواب در منتہی الارب است مولی خداوند و بندہ وآزاد کنندہ وآزاد کردہ وہمنشین وقریب ونزدیک ودوست وہمسایہ وہم سوگند وپسر وبرادر وبہمان فرود آیندہ وانباز وپسر خواہر ویار ومددگار وصاحب وپرورندہ ونعمت دہندہ ونعمت دادہ شدہ ومہربان وپیرو داماد وشوی خواہر مرد وخسر انتہی مختصراً معنی اولے بالتصرف از نظر نگذشتہ ومعنی دوست از منتہی مذکور شد واللہ اعلم۔

سوال جس مسجد میں تاوان ڈنڈ کے پیسے صرف کیے گئے ہوں یعنے اُسکی تعمیر میں وہ تاوان یہ ہے کہ کسی شخص کو عوض بجرمیت ڈنڈ کیا اور چرم قربانی کا پیسا اور دم کا وعقیقہ کے چرم کا اور نکاح کا مسجد میں لگانا جائز

ہے یا نہیں اور اُس مسجد میں نماز ہوتی ہے یا نہیں

الجواب جرمانہ ہمارے علماء حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں تو اسکی آمدنی جائز نہوگی فی الدر المختار لا باخذ مال فی المذہب الی قولہ فی المجتبے انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ اس لیئے ایسا روپیہ مسجد میں لگانا جائز نہیں اور چرم قربانی کی قیمت کا لتصدق واجب ہے فی الدر المختار والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع وحینئذ (ای الہبۃ) تملیک العین مجانا اور مسجد میں لگانے سے تملیک نہیں ہوتی لہذا وہ بھی مسجد میں صرف نہیں ہوسکتا اور لفظ دم عام ہے اگر سوال میں تعیین کیجاوے تو جواب ہو سکتا ہے۔ اور عقیقہ میں احکام قربانی کی رعایت مستحب ہے تو اس اعتبار سے اسکے چرم کی قیمت مسجد میں صرف کرنا خلاف اولی ہوگا اور نکاح پر اجرت لینا جائز ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو طاعۃ مخصوص باہل اسلام نہو اسپر مثل مباحات اخذ اجرت جائز ہے اور نکاح ایسا ہی ہے اس لیئے مالک اگر اپنی خواہش سے مسجد میں لگانا چاہے جائز ہے[1] خلاصہ یہ ہوا کہ جرمانہ اور قیمت چرم قربانی کا مسجد میں لگانا جائز نہیں اور چرم عقیقہ کی قیمت لگانا خلاف اولی ہے اور اجرت نکاح کا لگانا جائز ہے واللہ اعلم۔ ۱۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال ترکہ مرحوم کی آمدنی حاجی ...... صاحب شوہر مسماۃ ...... دختر مرحوم ہی نے وصول کرکے اپنی رضامندی سے بلا کسی شرط کے مسماۃ ...... کو سرکاری مالگذاری مسماۃ مذکورہ کے لیکر دی آیا یہ اُسکے حق میں محسوب ہوگا یا مرحوم کا اسکے ذمہ قرض رہے گا یا کیا صورت ہوگی۔

الجواب کسی ذی حق کو کچھ دینے کی کئی صورتیں[2] ہیں ایک یہ کہ اُس کا جنس حق دیا اور حق سے زائد نہیں دیا اسمیں اُس کا حق ادا ہوگیا دوسرے یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا اور تصریح کردی کہ زائد قرض ہے اس میں بقدر واجب حق ادا ہوگیا اور زائد قرضہ رہا تیسرے یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا۔ اور تصریح قرضہ کی نہیں کی تو بقدر واجب حق ادا ہوگیا اور زائد احسان ہوا چوتھے یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح کردی کہ تمہارے حق واجب کے عوض میں دیا جاتا ہے تو اس میں اُس کا حق ادا ہوگیا جس قدر مقدار حق کے عوض میں دینے کی تصریح ہوئی ہے اور دونوں رضامند ہوگئے ہیں پانچویں یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح نہیں کی تو اس میں یہ دینے والے کا احسان ہوا اصل حق باقی رہے گا پس ان صورتوں میں سے جو واقع ہوئی ہو ویسا حکم ہوگا۔ استیعاب صور کے لیئے شجرہ مذکور ہے۔

[1] یعنی فی نفسہ گو عوارض سے منع کیا جاوے تفصیل اسکی رسالہ اصلاح الرسوم میں ہے ۱۲ منہ

[2] صور متعددہ ادائے حق

عطاء ذی حق

بعض حق — غیر جنس

زائد دیا — غیر زائد دیا

تصریح قرض کی — عدم تصریح قرض — حق ادا ہوگیا

قرض مین محسوب ہوگا — تبرع

غیر جنس: تعیین مبادلہ — بیع

عدم تعیین مبادلہ — [illegible]

سوال یون مشہور ہے کہ تبدل ملک سے اور دام دینے سے حرمۃ زائل ہوجاتی ہی یہ صحیح ہے یا نہین۔

جواب تبدل ملک سے تبدل عین کا ہوجانا اسکے یہ معنی نہین جو عوام سمجھے ہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کسی خاص طریقہ سے کوئی چیز آئی جو اُس شخص کے لیئے وہ طریقہ حلال تھا لیکن اس طریقہ سے اگر دوسرے شخص کے پاس آتی تو اسکے لیے حلال نہوتا اب اس شخص نے اس دوسرے شخص کو کسی دوسرے طریق سے وہ چیز دی جو کہ اُس دوسرے شخص کے لیے بھی حلال ہے سو اب اس مین پہلے طریقہ پر لحاظ نہ کیا جاویگا اور اس کا اثر باقی نہ رہے گا مثلاً غنی کو صدقہ لینا حرام ہے کسی فقیر کو کوئی چیز صدقہ مین ملی اور اس نے ہدیۃً اُس غنی کو دی اب اسکے لیے حلال ہوگی گویا یہ دوسری چیز ہوگی یہ مطلب ہے اس قاعدہ کا اسی طرح جو مشہور ہے کہ دام دینے سے حرمۃ زائل ہوجاتی ہے یہ تو بالکل ہی غلط ہے فقط

سوال رنڈی جو ادنیٰ خانہ باز اعنی کسب حرام والے تائب ہوکر اگر چاہین کہ اپنے مال کو خدا کی راہ مین صرف کرین تو اسکی کیا صورت ہو اگر خدا کی راہ مین صرف ناجائز ہو تو کیا کرے جلادے ڈبادے اور کوئی شرعی حیلہ حلال کرنے کا ہے یا نہین بعض اپنا حلال روپیہ ان حرام روپیہ مین ملاکر زمین خریدتے ہین یہ حیلہ کیسا ہے۔

الجواب وہ مال حرام رہتا ہے جو لوگ فقر و فاقہ سے بہت پریشان ہون ایسون کو وہ مال بہ نیت رفع حاجت دینا چاہیے نہ بہ نیت حصول ثواب اور اگر وہ شخص جس سے وہ مال ان لوگون کو حاصل ہوا ہے وہ بالتعیین و بالتخصیص معلوم ہو تو اُس کو واپس کر دینا چاہیے اور حرام کو حلال کرنے کے لیے کوئی حیلہ مفید نہین اگر دوسرے روپیہ مین ملایا تو حصہ رسد اسکے نسبت سے اُس مین بھی حرمۃ و خباثت پیدا ہو جاوےگی اور اسی طرح جو چیز اس سے خریدی اُسمین بھی فقط واللہ تعالے اعلم

سوال اگر زنے حاملہ انتقال نماید پس بوقت قیام قیامت حشرش بچہ صورت خواہد شد درین امر اختلاف فضلا است بعضے می گویند کہ حشرش بلا تجرید حمل خواہد شد و وضعش عند الصراط خواہد شد و بعضے می گویند کہ از حملش تجرید گشتہ حشرش خواہد شد و وضعش عد قبرش خواہد شد۔

الجواب درین باب دلیلے صریح از کتاب و سنت بنظر نیامدہ لیکن ظاہر آیت و تضع کل ذات حمل حملہا علی التفسیر الراجح و ظاہر حدیث کما تموتون تحشرون مشعر آن ست کہ زنان حاملہ در قیامت حاملہ محشور خواہند شد و از ہول قیامت وضع خواہند نمود واللہ اعلم باحوال عبادہ ۲۰ رجمادی الاخرے ۱۳۲۱ھ

سوال ان دنون ایک کتاب شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مین چھپکر گورکھپور سے شائع ہوئی ہے اسکی روایات دیکھکر مجھے یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ یہ کتاب کسی پیر پرست جاہل کی تصنیف ہے جس نے وقعت قائم کرنے کے لیے کتاب کو بڑے لوگونکی طرف منسوب کر دیا ہے یہ کتاب مین ارسال خدمت کرتا ہون اسکی پوری لغویت تو اسکے ملاحظہ سے ہی معلوم ہو گی مگر بطور مشتے نمونہ از خروارے ایک روایت لکھتا ہون قطب یونینی نے مختصر المرأۃ مین شیخ ابو سعید قیلوی سے روایۃ کی ہے فرمایا کہ مینے حضرت کی مجلس عالی مین انبیا علیہم السلام کو ایک بار سے زیادہ دیکھا پیغمبرونکی مبارک روحون کو آسمان و زمین کے درمیان پھرتے ہوئے دیکھا جس طرح فضار کائنات مین ہوا چلتی ہے مردان غیب کو دیکھا کہ دوڑکر مجلس عالی مین حاضر ہوتے تھے خضرؑ اکثر حاضری دیتے تھے مینے سبب پوچھا تو کہا جسکو فلاح حاصل کرنا ہو حضرت کی ملازمت اختیار کرے ص۲۹ مین دیکھتا ہون کہ جہلار تو جہلار بعض سادہ مزاج علمار بھی اس کتاب کو بڑے لوگونکی طرف منسوب دیکھ کے ان روایات کو صحیح جانتے ہین اس لیے بنظر خیر خواہی اسلام عرض پرداز ہون کہ جس طرح اصلاح ترجمہ دہلویہ اصلاح ترجمہ مرزا حیرت وغیرہ تحریر فرما کے جہلا و علمار کے مذہب کی حفاظت فرمائی گئی ہے اسکی بھی اصلاح تحریر فرما کے جہلا و علمار کے مذہب کی حفاظت فرمایئے۔

الجواب بجز احادیث کے کہ انمین سند کافی کا نہونا حکم بالوضع ظنًا کے لئے کافی ہے دوسرے قصص و حکایات مین جب تک کہ امتناع عقلی یا امتناع شرعی پر دلیل قائم نہو یقینًا تکذیب و انکار کرنا مشکل ہے اور اس امتناع کا حکم بعد تبحر و مہارت علوم شرعیہ و فنون عقلیہ کے ہوسکتا ہے ورنہ اکثر نظر ظاہری مین مستبعدات کو مستحیلات سمجھکر انکار کر دیا جاتا ہے یہ قاعدہ کلیہ معیار کافی ہے باقی مجھکو متن و حواشی کے مفصل دیکھنے کی فرصت نہین جہان جہان ایک آدہ جگہہ دیکھا ہے وہان میری نظر مین ایسا کوئی امر نہین گذرا جس مین صحت کی توجیہ نہو سکے اور شبہات ضعیف معلوم ہوئے اور اگر کوئی مضمون ایسا ہو بھی تو مفصل مواخذہ اُس پر کرنا محتاج فرصت ہے اور ترجمہ قرآن کی اور بات بھی اسپر مدار ایمان ہے اور اگر ہر رسالہ کی تحقیق کیجاوے تو آدمی کسی کام ہی کا نہ رہے طلب حق کے لئے قاعدہ معیار یہ کافی ہے ۔

شبہات مستفتی متعلقہ جواب مندرجہ بالا مع جواب

نوازش نامہ مین جو قاعدہ کلیہ معیار یہ تحریر فرمایا گیا ہے اُسکے عمدہ ہونے مین کیا کلام ہوسکتا ہی لیکن بہ تقاضائے بشریت اُس مین خادم کو جو شبہات واقع ہوگئے ہین اُنکو بعد مین لکھے گا پہلے یہ عرض کرتا ہی کہ اس کتاب پر جو شبہات کیئے گئے اُن کا منشا رکیا تھا کئی سال ہوئے ہندوستان مین ایک اشتہار شائع ہوا تھا اُس کا خلاصہ یہ تھا کہ شیخ عبد اللہ مجاور روضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ حضرت ؐ فرماتے ہین کہ اے عبد اللہ اسکے سال میری امت مین سترہ لاکھ آدمی مرے جن مین صرف ۱۷ با ایمان باقی ہے ۔ اسلیئے امت کو آگاہ کردے کہ اعمال صالحہ مین سعی کرین اس اشتہار کے ساتھ ساتھ دو باتین اور بھی شائع ہوئی تھین کہ شہر سورت کے بعض لوگون کا اعتقاد ہے کہ حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم ارواح مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے اور اُنھون نے حضرت ملک الموت سے زنبیل ارواح چھین لی انتہے مختصرًا ان تینون باتون کا جواب اُسی زمانہ (زمانہ قیام کانپور) مین غالبًا جناب والا نے ارقام فرمایا تھا اور یہ جواب مولوی صادق الیقین صاحب کے نام سے اشتہار کی صورت مین شائع ہوا تھا پہلی بات کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ ۱۷ لاکھ آدمیون مین بہت سے نابالغ بچے بھی ہونگے جو مکلف شرعی نہین اُنکے بے ایمان مرنے کے کچھ معنے نہین دوسری بات کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ روح کے منھ نہین ہوتا و

حضرت عائشہ کے دودھ نہ تھا تیسری بات کا خلاصہ یہ تھا کہ ملک الموت سے زنبیل ارواح چھیننے کی کیا ضرورت تھی اگر حضرت عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو زنبیل ارواح لینے اور ملک الموت کو دینے کا حکم ہوا تھا تو وہ خود ہی دیدیتے چھیننے کی ضرورت نہ تھی اور اگر دینے کا حکم نہیں ہوا تھا تو نہ ان کو لینے کا اختیار تھا نہ اُن کو دینے کا ان تینوں باتوں کے جواب سے جو نتیجہ احقر نے نکالا وہ یہ ہے کہ جو بات عقلاً یا شرعاً مستبعد ہو اُس کو مستحیل سمجھ کے اُس کو تکذیب کرنا صحیح ہے اُس میں توجیہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں اگر توجیہ کی ضرورت ہوتی تو جناب والا ہر ایک کی عمدہ سے عمدہ توجیہ کرسکتے تھے اور اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا کہ قصص وحکایات کا جب تک عقلاً یا شرعاً قوی دلائل سے ثبوت نہو اُس وقت تک اُنکی تکذیب کرنا صحیح ہی ممکن تھا کہ پہلی بات کی یوں توجیہ کیجاتی کہ شیخ عبداللہ مجاور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا وہ صحیح ہے کیونکہ اسکے امتناع پر کوئی دلیل عقلی یا شرعی قائم نہیں رہی یہ بات کہ ۷ لاکھ میں بہت سے نابالغ بچے بھی ہونگے جو مکلف نہیں اُنکے بے ایمان مرنے کی کچھ معنے نہیں اس کا جواب اس حدیث سے نکل سکتا ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جنازۃ صبی من الانصار فقلت یارسول اللہ طوبی لہذا عصفور من عصافیر الجنۃ لم یعمل السوء ولم یدرکہ فقال او غیر ذلک یا عائشۃ ان اللہ خلق للجنۃ اہلا خلقہم لہا وہم فی اصلاب آباہم وخلق للنار اہلا خلقہم لہا وہم فی اصلاب آباہم رواہ مسلم مشکوۃ باب الایمان بالقدر الفصل الاول دوسری بات کی توجیہ یوں کیجاتی کہ حضرت عبد القادر رح نے عالم ارواح میں حضرت عائشہ رض کا دودھ پیا ہے رہی یہ بات کہ روح کے منھ نہیں ہوتا اور حضرت عائشہ رض کے دودھ نہ تھا اس کا جواب اس تقریر سے نکلسکتا ہے کہ دودھ کو علم سے باطنی مناسبت ہے جیسا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینا انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتی انی اری الری یخرج فی اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اولتہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال العلم متفق علیہ مشکوۃ باب مناقب عمر الفصل الاول اور روح سے فیض کا حاصل کرنا صوفیہ کے نزدیک مجرب ہے مطلب یہ ہوا کہ حضرت عبد القادر رہ نے حضرت عائشہ کی روح سے فیوض علمیہ حاصل کیئے تیسری بات کی توجیہ یوں کیجاتی ہے کہ حضرت عبد القادرؒ نے حضرت ملک الموت سے زنبیل ارواح چھین لی رہی یہ بات کہ اُن کو چھیننے کی کیا ضرورت تھی الی آخرہ اس کا جواب اِس تقریر سے نکل سکتا ہے کہ بعض مومن اللہ تعالی کے نزدیک

ملائکہ سے بھی زیادہ اکرم ہین جیسا حدیث مین آیا ہی کبھی اس اکرمیت کو اللہ تعالیٰ ملائکہ پر اس عنوان
سے ظاہر فرماتا ہے چنانچہ اسکی تفسیر حدیث مین موجود ہی وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جاء ملک الموت الی موسے بن عمران فقال لہ اجب ربک قال فلطم موسے عین ملک الموت ففقأہا قال
فرجع الملک الی اللہ فقال انت ارسلتنی الی عبد لک لا یرید الموت و قد فقأ عینی الی آخرہ متفق علیہ
مشکوۃ باب بدء الخلق و ذکر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام الفصل الاول حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ نبی
اولو العزم تھے اسلیے انھون نے طمانچہ مارا اور آنکھ پھوڑ ڈالی حضرت عبد القادر رح چونکہ ولی تھو (نبی کے
برابر اکرمیت نر کھتے تھے) اس لئے زنبیل ارواح چھین لی زیادہ کچھ نہ کر سکے پہلے استفتا مین اس
کتاب کی ایک روایت لکھی تھی جناب والا نے اسکی کوئی توجیہ نفرمائی گو قاعدہ کلیہ معیاریہ کے تحریر فرمانے
کے بعد جزئیات کی طرف توجہ فرمانے کی ضرورت نہ تھی مگر توجیہ دیکھنے سے خادم کو اس کا موقع ملتا
کہ اسی قسم کی توجیہین اور روایات مین کرتا پہلے استفتا مین خادم نے صرف روایت نقل کر دی
تھی اسپر اپنے شبہات نہین عرض کیے تھے ابکی ایک پرچہ مین وہ روایت اور اپنے شبہات قلمبند
کر دیے ہین لفظ **قال** کے بعد روایۃ کے الفاظ ہین اور لفظ **اقول** کے بعد خادم کا شبہہ ہی
اگر جناب والا نے توجہ فرمائی تو خادم کو توجیہ کرنے کا عمدہ انداز معلوم ہو جایگا اب قاعدہ کلیہ معیاریہ پر
جو شبہات ہین اور جنکی وجہ سے دو ہفتون سے سخت خلجان مین گذرتی ہو عرض کیے جاتے ہین قاعدہ
کلیہ کے الفاظ یہ ہین۔ دوسرے قصص و حکایات ہین جب تک کہ امتناع عقلی یا امتناع شرعی پر دلیل
قائم نہو یقیناً تکذیب و انکار کرنا مشکل ہے (شبہہ) تمام قصص و حکایات بمنزلہ دعاوی ہین اور
ہر دعوے کے اثبات پر دلیل عقلی یا شرعی قائم کرنے کی ضرورت ہی نہ اسکے امتناع پر پھر یقیناً
تکذیب و انکار کرنے کی ضرورت نہین ظناً کافی ہی جیسا تمام دعاوی مین ہوتا ہے اگر امتناع ہی پر
دلیل عقلی یا شرعی قائم کرنے کی ضرورت سمجھی جاویگی تو صحیح بات کا دریافت ہونا قیامت تک محال ہو جاویگا
اور ہزارون لاکھون غلط باتون کو صحیح ماننا پڑے گا یا اُن سے سکوت کرنا پڑے گا مثلاً خادم ایک غلط
قصہ بیان کرے اور کہے امام غزالی رح نے اپنی بعض تصانیف مین نہایت صحیح سند سے لکھا ہے کہ
حضرت یوسف ؑ کے زمانہ حکومت مین مصر کے تمام شہرون مین ریل اور تار برقی جاری ہو گیا تھا
یا کہے حضرت عبد القادر رح اور امام ابو حنیفہ رح سے عالم برزخ سے مناظرہ ہوا کہ قرأت فاتحہ خلف الامام

مین مذہب حق کیاہے مناظرہ مین حضرت عبدالقادر رح کو غلبہ ہوا اور اُنھون نے ثابت کر دیا کہ اس باب
مین امام احمد بن حنبل رح کا مذہب حق ہے اسطرح کی لاکھون کروڑون قصے تصنیف ہو سکتے ہین جو
فی نفسہ غلط ہون مگر اُنکے امتناع پر نہ کوئی دلیل عقلی قائم ہو سکتی ہے نہ دلیل شرعی اسکے بعد قاعدہ
کلیہ معیاریہ مین یہ الفاظ ہین" اور اس امتناع کا حکم بعد تبحر و مہارت علوم شرعیہ و فنون عقلیہ کے ہو سکتا
ہے" اسپر یہ شبہہ ہے کہ فی زمانہ تبحر تو عنقا صفت ہی اور ایسے حضرات بھی قریب قریب سات ہی یا
آٹھ کے ہین جو علوم شرعیہ و فنون عقلیہ دونون مین مہارت رکھتے ہین مثلاً جناب والا ہین جناب
مولوی رشید احمد صاحب ہین جناب مولوی محمود حسن صاحب ہین جناب مولوی احمد حسن صاحب
امروہوی ہین جناب مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈہی ہین جناب مولوی عبدالحق صاحب کابلی قاضی
بھوپال ہین جناب مولوی عین القضاۃ ہین ان حضرات کے علاوہ شاید دو چار اور بھی نکلین باقی
حضرات علما ایسے ہین کہ کسیکو تو صرف علوم شرعیہ مین مہارت ہے فنون عقلیہ مین نہین مثلاً جناب
مولوی محمد یحیی صاحب مفتی بھوپال جناب مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب نائب مفتی بھوپال وغیرہ
کسیکو صرف فنون عقلیہ مین مہارت ہی علوم شرعیہ مین نہین مثلاً جناب مولوی فاروق صاحب
چریاکوٹی جناب مولوی احمد حسن صاحب پنجابی کانپوری وغیرہ اور آج کل کے ناولون کو جو بالکل عقل کے
عادت کے موافق ہوتے ہین ان مین کوئی بات مستحیل کیا مستبعد بھی نہین ہوتی گل بکاؤلی کے قصہ کو
امیر حمزہ کے داستان کو طلسم ہوشربا کو نورتن کی حکایتون کو گلفام کے قصہ کو اور اُنکے علاوہ بہت سے
قصون کو یہ کل حضرات علما کیا معمولی عربی فارسی جاننے والے شایستہ اشخاص اس حیثیت سے نہین کہ
وہ مخرب اخلاق ہین بلکہ غلط ہونے کی حیثیت سے منع کرتے ہین اور یہ نہین سُنا گیا کہ کسی شخص نے
بھی اس منع کرنے کو انکار کی نگاہ سے دیکھا ہو معمولی عربی فارسی جاننے والون سے بھی قطع نظر کیجا
جہلا کے گروہ مثلاً لکھنؤ کے افیون مدک باز وغیرہ بھی ان سب قصون کو غلط ہی خیال کرتے ہین مگر چونکہ
دل بہلاؤ ہین اسلئے سُنتے ہین حالانکہ اس قاعدہ کلیہ معیاریہ کی رو سے اُن کو کوئی شخص غلط نہین
کہہ سکتا یا صحیح سمجھے گا یا اُنکی صحیح ہونے سے سکوت کریگا کیونکہ ان قصص وحکایات مین (باستثناء
بعض واقعات) تمام واقعات ایسے ہین کہ اُنکے امتناع پر نہ دلیل عقلی قائم ہو سکتی ہے نہ شرعی
خادم بھی اب تک اپنے گھر کی عورتون مردون کو ان قصص وحکایات سے منع کرتا آیا اور اب بھی

جو کوئی پوچھتا ہے کہ یہ قصص وحکایات کیسے ہین یہی کہدیا جاتا ہے کہ سب جھوٹے اور فرضی ہین اگر واقعی یہ قصص وحکایات جھوٹے اور فرضی نہین ہین تو انکے جھوٹے اور فرضی کہنے مین یقیناً کذب ومعصیت ہے اللہ تعالے معاف فرمائے اس بارہ مین للہ خادم کی تشفی فرمایئے جب سے جناب والا کا نوازشنامہ آیا ہے اپنی بیعلمی وکم فہمی کی وجہ سے نہایت خلجان ہے۔

الجواب اُس قاعدہ کلیہ معیار یہ مین ایک قید بناءً علی الظہور والشہرۃ متروک ہوگئی تھی اُسی کے عدم استحضار سے سب شبہات پیدا ہوئے وہ قید یہ ہے کہ اُن قصص وحکایات کے ناقل ایسے لوگ ہون جنکا صدق اور تدین مشاہدہ یا شہادت ثقات اور اُنکے مجموعہ حالات سے مظنون ہو تو چونکہ قرآن وحدیث سے سوء ظن اور مراد مسلم اور تکذیب صادق سے ممانعت آئی ہے ان احکام کے واجب العمل ہونے سے ضرورت ہوتی ہے کہ اگر ایسے لوگ کوئی امر خلاف ظاہر نقل کرین تو اُسمین تاویل کیجاوے خواہ قریب ہو یا بعید اور یہ ظاہر ہے کہ تاویل کی حقیقت یہی ہوتی ہے کہ ظاہر سے کلام کو منصرف کرنا مگر اس کا ارتکاب ضرورت کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور یہان ضرورت یہ ہے کہ نصوص شرعیہ واقع مین متعارض ہو نہین سکتی تو جہان اُنکی مقتضیات مین صورت تعارض کی ہو اُس کا رفع کرنا واجب ہے مثلاً یہ بھی ثابت بالنص ہے کہ کل ما جاء بہ الرسول حق اور یہ بھی ثابت ہے کہ انتم شہداء اللہ فی الارض اور شہادت ثقات کی کسی کے صدق پر مشاہدہ سے ثابت پس مقتضاء نص کا اُسکی تصدیق ہوئی پس یہ صدق ثابت بدلیل شرعی جب تک یقینی دلیل سے مرتفع نہوگا اس حکم شرعی پر عمل کرنے کی ضرورت سے اُسکی حفاظت کرینگے اور اس حفاظت کا یہی طریق ہے کہ اُسکے اقوال کا دلیل شرعی سے معارض نہونا حتے الوسع ثابت کرین اسکی تائید کے لیئے قصہ حضرت موسے علیہ السلام وحضرت خضر علیہ السلام کا کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بیان فرماکر تمنا فرمائی لو صبر موسے الخ حالانکہ بظاہر افعال خضر یہ معارض نصوص شرعیہ کے تھے اور اسی بناء پر حضرت موسے علیہ السلام نے انکار فرمایا تھا مگر آخر مین ظاہر ہوا کہ معارض نہ تھے اور اسی لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لو صبر فرمایا پس حاصل یہ ہوا کہ جس شخص کا کمال فی الدین یقیناً یا ظناً ثابت ہو اُس کو بدون یقین کامل کے ناقص الدین نہ کہین گے اور جس شخص کا ابھی کمال فی الدین ہی ثابت نہین بلکہ یا ناقص الدین ہونا معلوم ہو یا مجہول محض ہے وہان چونکہ مدار اضطرار صرف عن الظاہر نہین پایا جاتا لہذا ایسے شخص کی خبر جو موافق ظاہر وعادت کے ہوگی اُسکی تصدیق کرینگے ورنہ تکذیب کرین گے

خواہ قطعاً یا ظناً جیسا کہ مقتضا مقام کا ہو اس تقریر سے شیخ عبداللہ مجاور کی تکذیب اور مشائخ اہل کمال کی تصدیق کی وجہ معلوم ہو گئی اور مجاور کے قول کی تاویل نہ کرنا اور ان حضرات کے قول کی تاویل کرنا بھی ثابت ہو گیا پس قصہ دودھ پینے کا اگر کسی معتبر راوی سے ہے تو بیشک تاویل کرینگے ورنہ رد کرینگے اور زنبیل کی حکایت جس ہیئت سے منقول ہے کہ اہل اللہ میاں سے کہا جب انہوں نے نمانا تب عزرائیل علیہ السلام سے چھین لیا اس میں صریح معارضہ ہے قضا و قدر سے اس لیئے یقیناً خلاف نصوص ہے اور یہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ تاویل صورت عدم تعارض یقینی میں ہے لہذا یہاں تاویل نہ کرینگے اس سے شبہ اہل کذب و اہل باطن کے اخبار و حکایات فرضیہ کے محتمل الصدق کا بھی دفع ہو گیا لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ایسے اقوال خلاف ظاہر کا اعتقاد واجب نہیں کیونکہ حجج شرعیہ میں سے نہیں لیکن اس کو کاذب و مفتری و مخالف سنت کہنا حرام ہے یا یوں کہا جاوے کہ انکی طرف نسبت ثابت نہیں یا یوں کہا جاوے لا نصدق ولا نکذب اور جس شخص کو تبحر حاصل نہو اسکے لیئے یہی طریق اسلم ہے اس سے تمام جزئیات کا فیصلہ آسان ہے۔

شبہات مشار الیہا قال قطب یونینی نے مختصر المرآۃ میں شیخ ابو سعید قیلوی سے روایۃ کی ہے کہ فرمایا کہ میں نے حضرت کی مجلس عالی میں انبیاء علیہم السلام کو ایکبار سے زیادہ دیکھا **اقول** انبیاء علیہم السلام کی طرف اسوقت تک کوئی بات منسوب نہیں کیجا سکتی جب تک اس کا ثبوت حدیث سے نہو جب تک حدیث سے یہ بات ثابت نہو جاوے کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات زندوں کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں اسوقت تک کسی کے کشف و الہام کے بھروسہ پر کیونکر اس بات کا یقین کیا جا سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات زندوں کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی کا کشف یا الہام شریعت میں حجت نہیں اسکے علاوہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے کروڑوں درجہ عالی ہے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کروڑوں درجہ عالی ہیں اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہیں ثابت نہیں پاتے وہ فرماتے ہوں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی میں انبیاء علیہم السلام کو ایک بار یا ایکبار سے زیادہ دیکھا تو ہم کو یہ روایت موضوع معلوم ہوتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے ہم حفظ مراتب کا زیادہ خیال رکھنا چاہتے ہیں۔

جواب جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں تشریف آوری کا منقول نہونا

مستلزم نہیں نفی تشریف آوری مجلس اولیاء کو نہ شرعاً نہ عقلاً اس لیے تکذیب مشکل ہے اگرچہ تصدیق بھی واجب نہیں جیسا قاعدہ معیاریہ کی تفصیل میں بیان ہوا اور احتیاج ثبوت بالحدیث اُس نسبت میں ہے جو عالم شہادت کے متعلق ہو کیونکہ اُس سے احتجاج ہوتا ہے بخلاف واقعات عالم مثال کے کہ چونکہ حجۃ شرعیہ نہیں لہذا اس میں توسع و تسامح ہے **قال** پیغمبرونکی مبارک روحون کو آسمان و زمین کے درمیان پھرتے ہوئے دیکھا جس طرح فضائے کائنات میں ہوا چلتی ہے **اقول** پیغمبرونکی مبارک روحین عام مسلمانونکی روحون کے مثل نہیں کہ اُنکے متعلق کسی بے کشف یا الہام سے جو بات ثابت ہو کہدیجاوے بلکہ اُنکی روحین شہیدونکی روحون سے کروڑون درجے عالی ہین اور شہیدون کی روحون کا یہ حال ہے کہ وہ سبز طائرون کے جوف میں رہتی ہین اور وہ سبز طائرون قندیلون میں رہتے ہین جو عرش میں معلق ہین جیسا صحاح کی حدیثون سے ثابت ہوتا ہے فضائے کائنات میں ہوا کی طرح روحون کا پھرنا روحون کے لئے موجب ذلت یہ حالت تو عام مسلمانونکی روحونکی بھی نہیں جیسا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے جو شرح مسلم میں ارواح شہداء و انبیاء و صلحاء کے متعلق ہے ظاہر ہے نہ کہ خاص انبیاء علیہم السلام کی روحونکی ہو جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اکرام ہین اور رہا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس عالی میں پیغمبرونکی روحین ہوا کی طرح پھرتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی اس بات کی بہت زیادہ مستحق تھی کہ اس میں بھی پیغمبرونکی روحین پھرتین مگر یہان روحین کیا ایک روح بھی کسی صحابی نے کبھی پھرتی نہ دیکھی یہ عجب اُلٹا معاملہ ہے کہ پیغمبرونکی روحین اپنے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی کا تو کبھی یہ اکرام نہ کرین اور ایک ولی کی مجلس عالی کا جو اُن سے مرتبہ میں کروڑون درجہ کم ہو یہ اکرام کرین یہ حفظ مراتب بھی قابل دید ہے!

جواب تحت العرش مسکن ہے اور قوالب ملبس ہے اور کسی مسکن و ملبس کا ثبوت مستلزم نہیں ہے نفی سیر و تبدیل ملبس کو پس ممکن ہے کہ بطریق سیر نورانی لباس میں جو قوالب مذکورہ سے بھی افضل ہے تشریف لاوین اس میں مفضولیت ارواح شہداء سے لازم نہیں آتی اور مجلس عالی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شبہہ کا جواب اوپر کے جواب میں گذر چکا **قال** خضر اکثر حاضری دیتے تھے جب سبب پوچھا تو کہا جس کو فلاح حاصل کرنا ہو حضرت کی ملازمت اختیار کرے **اقول** اس قول کے انداز بیان سے ظاہر ہے کہ قائل حضرت خضر علیہ السلام کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کم سمجھتا ہے

یہ وہی خضر ہین جنکے پاس حاضری دیے جن سے فلاح حاصل کرنے جنکی ملازمت اختیار کرنے کا حضرت موسے علیہ السلام سے اولوالعزم پیغمبر کو حکم ہوا تھا اب وہ ایسے گئے گذرے ہوئے کہ شیخ عبد القادر کے پاس حاضری دیتے تھے اُن سے فلاح حاصل کرتے تھے اُنکی ملازمت اختیار کرتے تھے پیغمبر کیسے ہی درجہ کا کم ہو پھر بھی ولی سے لاکھون کروڑون درجہ بڑھکر ہے اُنکی علوم ولی سے کروڑون درجہ زیادہ ہون گے اور پھر خضر علیہ السلام انکے برابر حقائق و معارف و اسرار الٰہی کا جاننے والا شاید ہی کوئی پیغمبر ہو اور کسی ولی کی تو کیا حقیقت ہے جو انکا عشر عشیر بھی ہو شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ انکی ملازمت بشرط امکان اگر اختیار کرتے تو بجا تھا اُن کو انکی ملازمت اختیار کرنے کی ضرورت نہ تھی ہان اگر یہ کہا جاتا کہ حضرت خضر علیہ السلام شیخ عبد القادر سے باذن الٰہی ملے اور اُن کو کچھ حقائق و معارف تعلیم فرمائے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فلاح حاصل کی تو نازیبا تھا بزرگون نے تو حفظ مراتب نہ کرنے کو زندقہ کہا ہے یہ کیا حفظ مراتب ہے کہ پیغمبر اولوالعزم کو ولی سے نیچے گرادین ع دوستی بے خرد الخ۔

جواب حاضری دینا یہ تو ترجمہ کی خرابی ہے ہم اس تحضر کو بعنوان تشریف می آوردند ترجمہ کرسکتے ہین رہا فلاح و ملازمت کا قصہ تو خود اسکی نسبت خضر علیہ السلام کی طرف نہین بلکہ اسکی ترغیب کی نسبت ہے سو اس مین کوئی اشکال نہین انکا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ ایسے مقبول ہین کہ ہم باذن الٰہی اپنی تشریف آوری سے ان کو شرف دیتے ہین پس تمکو چاہیے کہ اس سے انکی مقبولیت پر استدلال کرکے ملازمت اور فلاح حاصل کرو اور حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا مختلف فیہ ہے اور سب انبیاء علیہم السلام سے اُن کا اعلم بالاسرار ہونا بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے اور قصہ مشہورہ مین اسرار کونیہ کا ثبوت ہے نہ اسرار الٰہیہ کا جو کمال مقصود ہے مگر ان امور کو ہمارے جواب مین کوئی دخل نہین محض تبرعاً ذکر کردیا ہے واللہ اعلم ١٨ رجب ١٣٢١ھ

سوال اگر کوئی شخص کسی عورت خاوندوالی سے زنا کرے تو یہ گناہ صرف توبہ کرنے سے معاف ہوجاویگا یا کہ خاوند سے معاف کرانے سے معاف ہوگا زنا حق العبد ہے یا حق اللہ ہے ان دیار مین اس بارہ مین اختلاف ہے بعض کہتے ہین شوہر سے معاف کرانا ضروری نہین توبہ سے معاف ہوجاویگا اور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہین التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ یہ حدیث اس باب مین قابل سند ہے یا نہین بعض کہتے ہین کہ بغیر شوہر سے معاف کرائے معاف نہوگا اور دلیل مین حضرت سیدنا

داؤد علیہ السلام و اوریا رض کا قصہ پیش کرتے ہیں ان دونوں میں کون حق پر ہے۔

الجواب اخرج الستۃ عن ابی ہریرۃ رض و زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما ان اعرابیًا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انشدک باللہ الا قضیت لی بکتاب اللہ الی ان قال ان ابنی کان عسیفا علی ہذا فزنی بامرأتہ وفیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لاقضین بینکما بکتاب اللہ تعالی الولیدۃ والغنم رد علیک وعلی ابنک جلد مأۃ وتغریب عام الحدیث واخرج مالک وابوداؤد عن ابن المسیب ان رجلا من اسلم یقال لہ ہزال شکی رجلا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قولہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاہزال لوسترتہ بردائک لکان خیرا لک کذا فی التیسیر روایۃ اولی دال ست برانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بجز حد شرعی چیزے نفرمودہ پس اگر عفو کنانیدن از زوج ضروری بودی لامحالہ برآن تنبیہ فرمودی وروایت ثانیہ دلالت می کند براحبیت ستر این چنین امر و ظاہر ست کہ عفو کنانیدن از زوج مستلزم ست افشار را پس غیر محبوب خواہد بود واجب بودن شے باغیر محبوب بودنش جمع نمیتوان شد پس مقتضای ہر دو دلیل آن برآمد کہ عفو کنانیدن بجز حق تعالے از کسے ضروری نیست بلکہ گونہ خلاف حیا ست وستر افضل ست وسر درین آنست کہ این امر شنیع از حقوق اللہ ست زیراکہ اگر از حقوق العباد بودی پس بایستی باذن مستحق جائز بودی واین باطل محض است وقصہ اوریا اولاً ثابت نیست ثانیاً آنرا بمتنازع فیہ مس نیست زیراکہ بر تقدیر ثبوت حق اوریا آن بود کہ مقصود از فرستادنش امری بود کہ اوراخبر نبود ثالثاً شرایع من قبلنا ہرگاہ خلاف قواعد شرع ما باشد حجت نیست وحق آنست کہ آن قصہ بے اصل محض است وحدیث التائب من الذنب کمن لاذنب لہ دلیل کافیست درین باب فقط ۲۰ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال مسجد کی فصیل یعنی منڈیر مسجد کے اندر داخل ہے یا خارج۔

الجواب مسجد کے اندر کسی جزو کے داخل یا خارج ہونے کا مدار بانی و واقف کی نیت پر ہے اگر وہ معلوم نہو تو قرائن پر ہے تو میرے نزدیک قرائن عرفیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے خارج ہے اگر کسیکا اس کا خلاف قرائن سے محقق ہوجاوے تو داخل سمجھنا چاہیئے لیکن خارج ہونے کی صورت میں بھی وہاں بیٹھکر کوئی ایسا فعل نہ کرے جس کا اثر مسجد میں پہونچکر موجب تفویت اُسکے احترام کا ہو مثلاً حقہ وغیرہ وہاں بیٹھکر پینا حدیث میں ہے من اکل الثوم فلا یقربن مصلانا آمین لایقربن کا لفظ اس دعوی مذکور کا موید ہے

۱۵ر شوال سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال بر تصویر روضۂ منورۂ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ونقشہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً ونقشہ مکہ مکرمہ کہ در دلائل الخیرات واقع است بوسہ دادن وچشم مالیدن از روے شرع جائز ست یا نہ۔

الجواب بوسہ دادن وچشم مالیدن برین نقشہا ثابت نیست و اگر از غایت شوق سرزد ملامت وعتاب ہم برجا نباشد۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ الجواب صحیح اشرف علی عفی عنہ ۲ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال دلائل الخیرات کے پڑھنے پڑھانے کے واسطے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں اور جو شخص بغیر اجازت اور بغیر سند حاصل کیئے ہوئے پڑھتا پڑھاتا ہو اُسکے واسطے کیا ارشاد ہے۔

الجواب۔ جائز تو ہے مگر وہ فائدہ نہ ہوگا جو اجازت سے ہوتا ہے اگر بلا اجازت کوئی شخص پڑھتا پڑھاتا ہو وہ بھی نفع سے محروم نہ ہوگا فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی **تشریح جواب بالا** فائدہ کی دو قسمیں ہیں ایک اجر وثواب دوسرے کیفیت باطنی پس بلا اجازت پڑھنے سے اجر وثواب میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی البتہ کیفیت باطنی میں تفاوت ہوتا ہے یہ تفصیل ہے حضرت مولنٰا کے جواب کی۔ واللہ اعلم کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ ۲ محرم ۱۳۲۳ھ

سوال شرعاً ہم مالک زمین ہیں یا نہیں (حالانکہ گورنمنٹ نے قانوناً طے کر دیا ہے کہ اصل مالک زمین سرکار انگریزی ہے ہم صرف ایک واسطہ ہیں کاشتکار اور سرکار کے درمیان ہیں)۔

جواب صرف قانون طے کر دینا خروج عن الملک کے لیئے کافی نہیں تا وقتیکہ استیلاء نہو یعنی گورنمنٹ ان اراضی کو زمیندار سے چھین کر اپنی طرف سے کاشتکاروں کو دیدے پس ابھی تک زمیندار یقیناً مالک ہیں واللہ اعلم۔ ۲۴ رجادی الاولے ۱۳۲۲ھ

سوال پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم افضل وبہتر ہیں قرآن مجید سے یا قرآن شریف افضل واشرف ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے دوسرے یہ کہ فضیلت وشرافت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن محدث ومکتوب ومتلو پر ہے یا اُس قرآن قدیم پہ ہے جو کلام نفسی ہے۔

الجواب فی الدر المختار قبیل باب المیاہ وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالیٰ من السمٰوٰت والارض ومن فیہن فی رد المحتار قولہ ومن فیہن ظاہرہ یعم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمسئلۃ ذات خلاف والاحوط الوقف۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں توقف بہتر ہے میں کہتا ہوں کہ وجہ اسکی ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ کوئی ضروریات دین سے نہیں ہے اور بعض نے اس کا کوئی

فیصلہ نہین کیا قال اللہ تعالے ولا تقف ما لیس لک بہ علم وقال اللہ تعالے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا
حدیث مین متکلمین فی القدر پر غصہ فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
ایسے فضول امور مین کلام کرنا ممنوع ہے۔ واللہ اعلم ۲ر شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال بعد ادائے سلام مسنون عرض خدمت ہے چند روز ہوئے اس موضع جھوی مین مرض وبائی پھیلا ہوا ہے اسکے دفعیہ کے واسطے کئی طریقے سُنے گئے اور کتابون سے معلوم ہوئے مگر پوری طور پر اطمینان نہین ہوتا نہ عمل کا پورا طریقہ معلوم ہو سکا۔ اسجگہہ اکثر باشندگان نے اس کام کو جناب کی رائے پر منحصر رکھا ہے جو کوئی طریقہ سہل اس آفت کے دفعیہ کا اور حصول امن وامان کا جائز طور پر ہو مطلع فرمایا جاوے چندہ بھی اُسکے انجام کے واسطے فراہم ہو رہا ہے مگر ابتک کسی کام مین خرچ نہین ہوا اور دو روز سے اکثر باشندگان گانون کے صبح کے دس بجے گانون سے باہر عیدگاہ مین جمع ہوکر تھوڑے عرصہ تک توبہ استغفار پڑھکر سات مرتبہ اذان پڑھتے ہین پھر دو رکعت نفل ادا کرتے ہین اور اللہ تعالے سے اس مرض وبائی کے دفعیہ کے واسطے دُعا مانگتے ہین یہ عمل یا کوئی دوسرا طریقہ اور جس طرح مناسب رائے عالی ہو براہ الطاف بزرگانہ وبنظر رفاہ خلق اللہ حامل عریضہ ہذا کو سمجھا دیا جاوے اور مختصر طور پر تحریر بھی فرما دیا جاوے کتاب شرع محمدی مین جو کتاب فقہ کی اردو مین منظوم ہے اُس مین ایسا طریقہ لکھا ہے اگر یہ جائز ہے اور رائے عالی مین مناسب معلوم ہوتا ہے اسکو بھی پورے طور سے حامل عریضہ کو بتلا دیوین۔ خادمون پر احسان بے اندازہ ہوگا۔ نقل از کتاب شرع محمدی

اشعار

ہے وبا سے اُسکو رکھتا ہے بچا	جو کرے ترتیب ایسی برملا	شہر کے چارون طرف کا ہین جلال	وہ کرے دفع اُسے نیاز ذو الجلال
کر کے پھر اُسکی بھونی لوٹ جان	لکھا ہے یہ نکتہ اسکا یک مومنان	بعد اسکے لیوین پھر قرآن کو	جمع ہوکر مومنان پاکیزہ خو
ہے اسکے وہ نکلین سات بار	منہ طرف کعبہ کی کہین آشکار	پھر پڑھین بعد اسکے دو رکعت نماز	اور اذان دین ستا باعجز و نیاز
ہین یہی لوین اذان سب ستارہ	سات بار ہر روز آگے گیتی فروز	ہے یہ تاثیر اذان اے مومنان	اس سے ہوتے ہین گریزان جنیان

جواب عنایت فرمائے بندہ سلمہم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالے اس مرض کو سب جگہہ سے دور فرما دین۔ جو عمل آپنے شرع محمدی سے نقل کیا ہے اسکی کوئی اصل نہین اور نہ اذان کہنے کی کوئی اصل ہے نہ جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا ثابت ہے اسلئے ان سب اعمال کو موقوف کر دیا جاوے اسکے لیے اصل دو امر ہین صدقہ کی کثرت اور گناہون سے توبہ کرنا اور صدقہ کے لیے چندہ جمع کرنا مناسب نہین اکثر

دیکھا گیا ہے کہ دینے مین خلوص نہین رہتا بلکہ ہر شخص کو چاہیئے کہ بطور خود جو توفیق ہو روزمرہ غریب مسکین
لوگون کو دیدیا کرے خواہ آدھی ہی روٹی ہو لیکن ہر روز ہو یا نقد غلہ و کپڑا جو توفیق ہو بطور خود دین جو چندہ
جمع ہوگیا ہے سب دینے والون سے اجازت حاصل کرکے ایسے لوگون کو نقد یا غلہ خرید کر خفیۃً دیدیا جاوے جو
بہت حاجتمند ہین اور کسی سے سوال نہین کرتے اور عیدگاہ مین جمع ہوکر دعا کرنا مضائقہ نہین لیکن نہ
اذان کہین نہ جماعت سے نفلین پڑھین بلکہ رووین اور توبہ کرین اور نفلین الگ الگ پڑھین اور بہتر ہے
کہ گھر آکر نفلین پڑھین اور نیز ضرور ہے کہ حقوق العباد جو کسی کے ذمہ ہون اُنسے سبکدوشی حاصل کرین جیسے
کسی کا حق دبا رکھا ہو اُس کو واپس کرے ظلم کرنا غیبت کرنا جھوٹ بولنا۔ بدنگاہ کرنا وغیرہ معاصی کو چھوڑ دین
اور ہر وقت استغفار زبان اور دل سے جاری رکھین اور جن لوگون کو سورۂ تغابن جو اٹھائیسوین ۲۸ پارے
کے تین پاؤ پر ہے یاد ہو صبح و شام بعد نماز فجر و مغرب ایک ایک بار پڑھکر اپنے اوپر اور سب گھر والون پر دم
کر دیا کرین اور جو چیز کھاوین پیوین اوّل اُسپر سورۂ انا انزلناہ تین بار پڑھ کر دم کر لیا کرین بلکہ جو مبتلا
ہوگیا ہو اُس کو بھی پانی پر دم کرکے بھی پلاوین اور یہ تعویذ لکھ لکھکر سب کے بازو پر باندھ دین (تعویذ)
بسم اللہ الرحمن الرحیم الٰہی بحرمت حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ
علیہ از شر و آفت و باد طاعون نگاہ دار و صلی اللہ تعالے علے خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین اور اس کو لکھکر
گھول کر کنوئین مین پانی چھوڑ دین اور سب سے بڑی چیز گناہون کا چھوڑنا ہے اور ظاہری علاج معالجہ بھی ضروری
ہے والسلام۔ ۲۰؍ ذی الحجہ سنہ ۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک وصیت نامہ چھپا ہوا جناب
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شائع ہوا ہے جو شیخ عبد اللہ خادم و مجاور روضہ مطہرہ کو ارشاد ہوا ہے
اسکی کیا اصل ہے مستفتی نے تمام وصیت نامہ کی نقل لکھی تھی بوجہ اختصار اور بنا بر علی الشہرۃ چھوڑ دیا گیا۔

الجواب ایسا وصیت نامہ بہت دفع شائع ہو چکا ہے ہمیشہ اسی نام اور لقب سے شائع ہوتا ہے اول
یہ تعجب ہے کہ ایک شخص اتنی بڑی عمر پاوے دوسرے یہ تعجب ہے کہ ایک شخص کے سوا اور کسی خادم کو یا اور
ملکون کے بزرگون اور ولیون کو یہ دولت زیارت اور ہمکلامی کی نصیب نہو تیسرے اگر ایسا قصہ ہوتا
تو خود مدینے مین اسکی زیادہ شہرت ہونا چاہیئے تھی حالانکہ وہان کے آنے جانے والون یا خطوط سے
ان امور کا نام و نشان بھی نہین معلوم ہوتا پھر محض اس طرح بلا سند کوئی مضمون قابل اعتبار

قاعدہ سے نہین ہوسکتا ورنہ جو جسکے جی مین آوے مشہور کر دیا کرے شرع مین حکم ہے کہ جو بات ہو خوب تحقیق کے بعد اُس کو معتبر سمجھو۔ علاوہ اسکے اس مین بعض مضامین ایسے ہین جو شرع اور عقل کے خلاف ہین مثلاً سترہ لاکھ کلمہ گو مرین اور اُن مین سترہ آدمی صرف مسلمان ہون اول تو خدا تعالی کی رحمت غالب ہی اُنکے غضب پر دوسرے ہم خود دیکھتے ہین کہ زیادہ مسلمان توبہ کرکے اور کلمہ پڑھتے ہوئے مرتے ہین جو علامت خاتمہ بالخیر کی ہی پھر اس مضمون کی گنجایش کہان ہی اسی طرح اس مین لکھا ہی کہ تارک الصلوۃ کے جنازہ کی نماز نہ پڑھین یہ حکم صاف حدیث کے خلاف ہے صلوا علی کل بر و فاجر یہ بھی قرینہ ہے اس وصیت نامہ کے غلط ہونے کا اسی طرح جن چیزون کا بدعت ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہو چکا ہے جیسے تخصیص شربت کی شہدار کربلا کے واسطے اور کھیر حضرت خاتون رض کے واسطے اور پلاو حضرت غوث اعظم رض کے واسطے اسی طرح آج کل کا سا مولود شریف ان سب چیزونکی اس مین ترغیب ہی یہ سب باتین اسمین عقل اور شرع کے خلاف ہین اسلئے یہ وصیت نامہ محض کسی کا تراشیدہ ہے محدثین نے اس سے ہلکے قرینون پر حدیث کو موضوع کہدیا ہے اور موضوع کی اشاعت و روایت نصاً اور اجماعاً حرام بلکہ بعض محدثین کے نزدیک کفر ہے ہرگز اسکے تمام مضمون کو صحیح نہ سمجھین البتہ جو باتین قرآن و حدیث اور دین کی کتابون مین لکھی ہین اُسکے موافق نیک راہ پر چلین اور بری راہ سے بچین اور جھوٹی بات کا نسبت کرنا حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑا بھاری گناہ ہی اس لئے ایسے مضمون کا رواج دینے والا گنہگار ہوگا۔ ۱۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال طعام المیت یمیت القلب میت عام ہے خواہ اولیار رض انبیا ع ہون یا عامہ مومنین لیکن طعام اموات عامہ سے جو کراہت و تکدر قلب مین محسوس ہوتا ہے وہ طعام اولیاء وانبیار رض سے نہین ہوتا اسکی کیا وجہ ہے اگرچہ انبیار و اولیار حقیقۃً مثل اموات عامہ کے میت نہین ہین لیکن بظاہر اموات ہین اور طعام اموات عامہ و اولیار و انبیار صدقہ ہونے مین برابر ہے۔

الجواب یہ قول خدا جانے کس کا ہے اگر کوئی شخص اس کو نہ مانے اُسپر تو کوئی اشکال نہین اور اگر کوئی شخص صدقہ کے وسخ ہونے سے استنباط کرلے کہ جب صدقہ واجبہ مین وسخیت ہے تو صدقہ نافلہ مین بوجہ اشتراک معنے صدقہ کے شاید کوئی کیفیت قریب وسخ کے ہو اسی کا اثر موت قلب سے تعبیر کیا گیا ہو اس صورت مین اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ فرق خیالی ہے اور راز اُس مین یہ ہے کہ عرفاً عام اموات کے طعام کا کھانا تذلل سمجھا جاتا ہے وہ کدورت اسی تذلل کی ہے جو ایک طبعی امر ہے نہ کہ کوئی امر ذوقی و باطنی اور بعض

کے لئے یہ وجہ ہے کہ عام اموات چونکہ اکثر نزدیک کے مرے ہوئے ہوتے ہین اُنکے طعام سے اُنکی موت کا
اور اُنکے معاصی کا استحضار ہوجاتا ہے یہ سبب ہوتا ہو دلگیری اور انقباض کا بخلاف اولیاء اور انبیاء
کے کہ اکثر کی موت کا اُن مین سے مشاہدہ بھی نہین ہوا اور خیال مین ظاہر اور نیز مثل دیگر احیاء کے معلوم
ہوتے ہین اس لیے انقباض نہین ہوتا آگے اللہ کو معلوم ہے۔ واللہ تعالے اعلم ۱۴ محرم ۱۳۱۳ھ

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص مثلاً عبداللہ نے بوجہ گردش
سماوی و اسباب وساوس شیطانی کے زید کے ایک بقرہ کے ساتھ زنا کیا نعوذ باللہ تعالی مگر اُس
عبداللہ نے اپنے فعل سے بہت نادم و پشیمان ہوکر توبہ خالص کرلی بلکہ ایک عالم کے ہاتھ پر بھی بیعت
توبہ کرلی اور اُسی توبہ پر اب تک دائم و قائم ہے اور اُس عالم مذکور نے حکم کیا کہ بقرہ کو عبرۃً آگ مین جلانا
چاہیے مگر عبداللہ نے قیمت بقرہ یعنے مالک بقرہ کو قیمت دیکر خرید کرلی پھر چند روز کے بعد وہ بقرہ
مذکورہ کو راہ دور و دراز لیجاکر فروخت کردی جس سے اب بالکل اُس بقرہ کا پتہ و نشان معلوم نہین کہ کہان
ہے اور عبداللہ مذکور نے بقرہ کو فروخت کرکے قیمت اپنے صرف مین کی اور بوجہ اس فروخت بقرہ مذکورہ
کے اُس عبداللہ کو لوگ مسلمانونکی مجالست و مواکلت و مشاربت سے یہان تک کہ جمعہ و عیدین مین سب
لوگون کے پیچھے صف مین یعنی سب صبی و نابالغ کی صف کے پیچھے کردیتے ہین جس سے بہت بدتر و ذلیل سب کے
سامنے ہوتا ہے اگرچہ عبداللہ نے صدق توبہ کرلی تاہم کچھ اعتبار نہین کرتے۔ یہ کیسا ہے اور از روے شرع
شریف کے اُس بقرہ کو راہ دور و دراز پر فروخت کرنا کیسا ہے اور قیمت مذکورہ عبداللہ صرف کرسکتا ہے
یا نہین اور مشتری کے لئے اُسی بقرہ سے نفع لینا جائز ہے یا نہین۔

الجواب فی الدر المختار ولا یحد بوطی بہیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ و میتۃ مجتبٰی
ای لتقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت ولیس بواجب کما فی الہدایۃ وہذا اذا کانت مما لا تؤکل فان کانت
تؤکل جاز اکلہا عندہ وقالا تحرق ایضا فان کانت تؤکل جاز اکلہا عندہ وقالا تحرق ایضا فان کانت الدابۃ
لغیر الواطی یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح ہکذا قالوا وفیہ قولہم یطالب صاحبہا ان یدفعہا
الواطی لیس علی طریق الجبر وعبارۃ النہر والظاہر انہ یطالب علی وجہ الندب ان عبارات سے معلوم ہوا کہ
صاحبؒ کے نزدیک تو اس گائے کا ذبح کرکے کھانا جائز تھا اور صاحبینؒ کے نزدیک گو اُس کا کھانا
مناسب نہین بلکہ جلانا مناسب ہے لیکن اس حکم کی اصل علت یہ ہے کہ اُس کو بار بار دیکھکر اس کا چرچا نہ

معلوم ہوا کہ اگر اور کسی طریق سے چرچا قطع ہو جاوے تو مقصود حاصل ہو گیا جیسا کہ صورت سوال مین تصریح ہے کہ وہ دور چلی گئی اب نظر ہی نہ آویگی کہ چرچا کیا جاوے پس مقصود حاصل ہو گیا پھر جب کہ وہ بہیمہ غیر واطی کا ہو تو واطی کے ہاتھ اُسکی بیع کے جائز ہونے سے معلوم ہوا کہ قیمت اُسکی حلال ہے اور ان سب امور سے قطع نظر کر کے جب اُس کا اخراج ممکن نہین اور تکلیف مالا یطاق شرعاً مرتفع ہے تو اُس شخص کو اسقدر تنگ کرنا کب درست ہے نیز یہ حکم درجۂ وجوب مین نہین پس غیر واجب کے ترک پر اسقدر تشدد یہ خود تعدی حدود شرعیہ ہے اسلئے سب پر واجب ہے کہ جب وہ شخص تائب ہو گیا اُس کو پریشان نہ کرین ورنہ عاصی ہونگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۱۵ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بطریق مشروع کہنا کیسا ہے عام اس سے کہ نثر ہو یا نظم دو ایک حدیثین اسکے متعلق عنایت ہون من انشد فینا بیتا فلہ الجنۃ اس فقرہ کو لوگ حدیث کہتے ہین کیا کسی حدیث کی کتاب مین یہ حدیث یا ہم معنی اس حدیث کی آپکی نظر پڑی ہے دوسرے یہ کہ قصیدہ بانت سعاد فقلبی الیوم متبول آنحضرت کی شان مین حضرت حسان رضؓ ابن ثابت نے پڑھا تو آنحضرت صلعم نے سبحان ہذہ الامۃ فرمایا اور ردائے مبارک عنایت فرمائی اسکی سند صحیح کس کتاب مین ہے۔

الجواب (۱) جائز ہے نظماً و نثراً ہر طرح سے بشرطیکہ حدود شرعیہ سے متجاوز نہو جیسا عام شعراء مبتلا ہین مشکوۃ مین بخاری سے حدیث روایت کی ہے عن عائشۃ رضؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع لحسان رضؓ منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او ینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یوید حسان بروح القدس ما نافح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الاطلاق نظماً و نثراً فعن عائشۃ قالت ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشعر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح رواہ الدار قطنی کذا فی المشکوۃ او من انشد الخ میری نظر سے کہین نہین گذرا (۲) یہ قصیدہ حضرت حسان رضؓ کا نہین ہے کعب بن زہیر کا ہے دیکھا تو ہے مگر یاد نہین کہ کس کتاب مین دیکھا ہے اور کتابین پاس نہین جو دیکھون اور سبحان فرمانا یہ کہین نظر سے نہین گذرا واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۹ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال - ایک امر مین مجھے اندیشہ ہے حل کر دیجیے وہ یہ ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ گو فاسق و ظالم ہو اُس سے بغاوت و خروج عن الاطاعت نہین روا ہے یزید اگرچہ فاسق و

ظالم ہو لیکن امور شرعیہ میں زیر اطاعت اُسکے رہنا چاہیئے تھا یا نہیں پھر اتنے بڑے امام کیونکر خلاف شرع کرسکتے ہیں ورنہ بغاوت کا دہبہ لگے گا۔

الجواب اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے کہ فاسق امام ہو سکتا ہے یا نہیں اور اسی طرح یہ کہ فسق طاری سے منعزل ہوجاتا ہے یا نہیں و نیز یہ کہ مدار امامت کا اتفاق ہے اہل حل وعقد کا اور اہل حل وعقد ہذا امر اجتہادی ہے پس ان سب امور میں حضرت امام ہمام کے اجتہاد میں اُسکی امامت صحیح نہ تھی لہذا خروج کا شبہ اُن پر نہیں ہو سکتا فقط واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۰ ذی الحجہ

سوال ایصال ثواب جو چند مردگان کو کیا جاتا ہے وہ سب کو برابر پہونچتا ہے یا تجزی سے پہونچتا ہے

جواب۱ سب کو برابر پہونچے گا کیونکہ رحمت اللہ تعالی کی واسع ہے سئل ابن حجر المکی عما لو قرء لاہل المقبرۃ الفاتحۃ ہل قسم الثواب بینہم او یصل لکل منہم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وہو اللائق بسعۃ الفضل شامی ج ا ص ۸۰۵ وعن علی رضی اللہ عنہ علیہ السلام قال من مر علی المقابر وقرء قل ہو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات طبرانی فتح القدیر واللہ اعلم

جواب۲ یہ مسئلہ مختلف فیہا بین العلماء ہے بعض تجزی کے قائل ہیں وہو الاقیس اور بعض عدم تجزی فرماتے ہیں وہو الاوسع واللہ تعالی اعلم حررہ خلیل احمد عفی عنہ

جواب۳ اصل مذہب وموافق قواعد شرعیہ یہ ہے کہ ثواب متجزی ہوتا ہے کما فی الشامی ویوجہ لواہدی الکل الی اربعۃ یحصل لکل منہم ربعہ فکذا لواہدی الربع لواحد وابقی الباقی لنفسہ البتہ اگر حق تعالی اپنی وسعت رحمت سے ہر ایک کو پورا ثواب دیوے تو یہ اُس کا فضل ہے ولا مانع منہ کما افتی بہ جمع اور اس میں بحث کرنے کی ضرورت بھی نہیں جسقدر حق تعالی کو منظور ہے ثواب پہونچ جاوے گا بعض اجر بسبب اخلاص نیت کے اگرچہ قلیل ہو کثیر سے بھی زیادہ ہوجاتا ہے فقط واللہ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمن دیوبندی عفی عنہ

جواب۴ جس امر میں نص نہو اگر وہ احکام فقہیہ جائز وعدم جواز میں سے ہو تو اُس میں قیاس کرنا فاعتبروا یا اولی الابصار وغیرہ نصوص سے مامور بہ ہے اور اگر وہ احکام فقہیہ سے نہو تو اُس میں قیاس کرنا لا تقف ما لیس لک بہ علم وغیرہ نصوص سے منہی عنہ ہے اور امر مسئول عنہ احکام فقہیہ سے نہیں اور نص موجود نہیں لہذا قیاس سے کلام کرنا منہی عنہ ہوگا۔ اور جن علماء سے کلام منقول ہے مقصود اُن کا حکم لگانا

ع اس سوال کے تین جواب لکھے ہوئے آئے تھے چوتھا جواب احقر کا ہے ۱۲ منہ

نہیں بلکہ محض بعض احتمالات کی اقربیت بیان کرنا واللہ اعلم بخبیات اسرارہ کتبہ اشرف علی ۱۶ر محرم ۱۳۲۵ھ

تحقیق عدم ایذار ارواح خبیثہ

سوال ارواح خبیثہ انسان کو تکلیف پہونچا سکتی ہیں یا نہیں ارواح خبیثہ سے کیا مراد ہی۔

الجواب نہیں پہونچا سکتیں۔ ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

تحقیق دست غیب

سوال دست غیب کیا شے ہے اور کیونکر حاصل ہو سکتا ہی کیا اسپر اعتقاد رکھنا مثل دیگر اعتقادی کے ہے۔ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

الجواب بواسطہ جنات کے چوری ہے لہذا حرام ہے۔

تحقیق ہمزاد

سوال ہمزاد کیا چیز ہے کیا وہ قبضہ مین آسکتا ہے۔

الجواب یہ لفظ تراشا ہوا ہے البتہ جنات کا کسی عمل سے مسخر ہونا صحیح ہے۔ ۲۰ر جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

جواب شبہ قادیانی در عدم ختم نبوت

سوال مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ یہ جو مولوی لوگ کہتے ہین کہ نبوت جزئی اور کلی طور پر ختم ہو چکی ہے یہ بات غلط ہے حالانکہ اس آیت کے لفظی ترجمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسالت کا سلسلہ ختم نہین ہوا وہ آیت سورۂ اعراف مین یہ ہے یابنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی اس آیت سے ضرور یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ منقطع نہین ہوا ہے اگر منقطع ہو چکا ہے تو اس آیت کا کیا مطلب ہے اس کا جواب تسلی بخش ارقام فرمادین۔

الجواب آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ آیت متصل ہے قصۂ[1] آدم علیہ السلام کے ساتھ بعد خطاب اہبطوا کے یہ بھی ارشاد ہوا کہ اما یاتینکم رسل الخ چنانچہ اس خطاب کے بعد بہت سے رسل آئے گو بعد ختم نبوت پھر نہین آئے ۱۳ر ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

تحقیق حدیث کتابت بعض کلمات بر کفن

سوال یہ حدیث صحیح ہے یا نہین وہ یہ ہے عن طاوس انہ امر بہذہ الکلمات فکتب فی کفنہ یہ حدیث صحیح ترمذی مین ہے یا کس کتاب مین صفحہ اور نام کتاب وغیرہ ارقام فرمادین۔

الجواب ترمذی مین تو یقیناً نہین اور کسی جگہ بھی نظر سے نہین گذری ۱۴ر ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

طریق اکل سمک از معذور

سوال جو شخص کہ خود مچھلی پکڑ نہین سکتا وہ کس طرح کھا سکتا ہے۔

جواب پکڑنے والا اُس کو ہدیہ دیدے یا اُسکے ہاتھ بیع کردے۔ ۱۵ر ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

حد بلوغ دختر

سوال۔ حد بلوغ عورت کیا ہے۔

الجواب۔ بلوغ دختر کی کوئی مدت معین نہین مگر نو برس سے پہلے بالغ نہین ہو سکتی اور علامات آسکے

[1] اس کا ما یتعلق بالتفسیر مین ہونا مناسب تھا یا کلام میں ۱۲ منہ

بلوغ کی حیض وغیرہ ہے اگر کچھ علامت ظاہر نہو تو بعد سترہ برس[ع] کے کہ وہ اپنے کاروبار مین ہوشیار ہوجاوے

حکم بلوغ کا دیا جاوے گا اور اُس کا مہر حوالہ کیا جاویگا وان حاضت الجاریۃ واحتلم الغلام او تاخر فاشکل

الغلام تسع عشر سنۃ والجاریۃ سبع عشر سنۃ وانس منہما الرشد واختبروا بالحفظ لاموالہما والصلاح فی

دینہما دفعت الیہما اموالہما عالمگیری جلد ثانی صہ ۳۱۳

سوال درکتاب ہدایۃ الاسرار منقول است کہ یکی از علمائے نصاری بجناب ولایت مآب حضرت علی علیہ السلام عرض نمود کہ پیش از آدم صفی اللہ چہ بود حضرت فرمود کہ آدم باز تکرار کرد و باز ہمان جواب داد و بار سوم سؤال کرد و ہمان جواب یافت وصاحب تاریخ خواجگی مینویسد کہ شخصے از امام برحق امام جعفر صادق علیہ السلام احوال پیدایش آدم پرسید حضرت فرمود کہ از آدم صفی اللہ کہ جد من است میپرسی یا از آدم دیگر آن شخص متعجب شد و عرض کرد کہ یا حضرت سوای آدم صفی اللہ دیگر ہم بوجود آمدہ آنجناب فرمود کہ آدم صفی اللہ آدم صد ویکم است وقبل از وے یکصد آدم گذشتہ اند کہ اولاد واحفاد ہر یکے از انہا بدنیا ماندند وہم تاریخ طبری مسطور است کہ روزے موسی علیہ السلام از مدت خلقت آسمان و زمین بحضرت رب العالمین استدراک نمود حکم شد کہ در فلان وادی چاہے است خود را بر سر آن چاہ برسان و سنگ ریزہ دران بینداز تا حقیقت حال بر تو ہویدا شود موسی علیہ السلام بر سر آن چاہ رفت و سنگ ریزہ دران انداخت از اندرون چاہ آوازے برآمد کہ کیست برلب چاہ فرمود کہ منم موسی بن فلان وفلان تا آنکہ سلسلہ نسب خود تا آدم صفی اللہ علیہ السلام بشمرد دیگر بار آواز آمد کہ در ہر زمانے شخصے بہمین نام ونسب بر سر این چاہ آمدہ وسنگی درین چاہ انداختہ تا آنکہ نصف چاہ پر شد واللہ اعلم حاصل آنکہ این ہمہ معنی مذکور سوائے کتب مسطورہ از دیگر کتبہائے معتبر سیر یا آثار وغیرہ بہ ثبوت مے رسد یا چہ وخلاصہ احوال آن برچہ منوال۔

الجواب این چنین مضمون از اکثر بزرگان منقول شدہ است مگر تحقیق آنست کہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی در مکتوب پنجاہ وہشتم از جلد ثانی نوشتہ اند وہو ہذا نوشتہ بودند کہ شیخ محی الدین العربی قدس سرہ در فتوحات مکیہ حدیثے نقل مے کنند کہ آن سرور فرمودہ علیہ وعلے آلہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالی خلق مائۃ الف آدم وحکایتی می آرد در بعضے مشاہدات عالم در وقت طواف کعبہ معظمہ چنین ظاہر شد کہ ہمراہ جمعی طواف مے کنند کہ من ایشانرا نمی شناسم ودر اثنائے طواف ایشان دو بیت عربی خواندند کہ یکے از ان دو بیت

[ع] یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال اور اسپر ہی فتوی دیا گیا ہے ۱۲ منہ

ست ۵ لقد طفنا کما طفتم سنینا * بهذا البیت طرا اجمعینا چون این بیت شنیدم
اطر گذشت که اینها ابدان عالم مثال اند و مقارن این خطور یکی از ینها بجانب من نگاه کرد و فرمود که من
جمله اجداد تو ام من پرسیدم که چند سال ست از فوت تو فرمود که از فوت من زیاده از چهل هزار سال ست
ان از روی تعجب گفتم که از ابتدای خلقت آدم ابی البشر علی نبینا و علیه الصلوٰة والسلام تا این دم هفت هزار
ال تمام نشده است فرمود تو از کدام آدم می گوئی این آدم ست که در اول دوره هفت هزار سال خلق
شده است شیخ فرمود درین وقت آن حدیث نبوی علیه و علی آله الصلوٰة والسلام که سابق تحریر یافته است
طر گذشت که موید این قول است مخدوما مکرما درین مسئله بعنایت الله سبحانه آنچه برین فقیر ظاهر گشته است
این همه آدم که پیش از وجود حضرت آدم علی نبینا و علیه الصلوٰة والسلام گذشته اند وجود شان در عالم مثال
ده است نه در عالم شهادة - همین حضرت آدم ست که در عالم شهادت موجود گشته است و در زمین خلافت یافته
سجود ملائکه شده صلوات الله تعالی و تسلیماته سبحانه علی نبینا و علیهم اجمعین - غایت ما فی الباب آدم چون
بصفت جامعیت مخلوق گشته است و در حقیقت خود لطائف و اوصاف بسیار دارد و پیش از وجود او بقرون
متطاوله در هر وقتی از اوقات صفتی از صفات یا لطیفه از لطائف او بایجاد خداوندی جل سلطانه در عالم
مثال موجود گشته است و بصورت آدم ظاهر شده مسمی باسم او گشته و کاروبار آدم منتظر از وی بوقوع
آمده حتی که توالد و تناسل که مناسب عالم مثال است نیز بظهور پیوسته و کمالات صوری و معنوی مناسب
آن عالم نیز یافته و شایان عذاب و ثواب گشته بلکه در حق او قائم شده بهشتی به بهشت و دوزخی بدوزخ رفته
بعد ازان در وقتی از اوقات بمشیت الله سبحانه صفتی یا لطیفهٔ دیگر از صفات و لطائف او علی نبینا و علیه
الصلوٰة والسلام در بان عالم بمنصهٔ ظهور آمده و کاروبارے که از ظهور اول بوجود آمده بود از ظهور ثانی نیز بوجود
آمده چون آن دوره نیز تمام شده ظهور ثالث ازان صفات و لطائف او علی نبینا و علیه الصلوٰة والسلام
بحصول پیوسته و چون آن ظهور نیز دوره خود را تمام کرده ظهور رابع به ثبوت پیوسته الی ماشاء الله تعالی
چون دوائر ظهورات مثالیه او که تعلقات به صفات و لطائف او داشت تمام گشته آخر الامر آن نسخهٔ جامعه
در عالم شهادت بایجاد خداوندی جل سلطانه بوجود آمده و بفضل خداوندی جل سلطانه معزز و مکرم گشته
چند هزار آدم باشند هم اجزاء همین آدم اند و دست و پای او یند و مبادی و مقدمات وجود او یند انتهی
فقرا - تمام او در مکتوب ست من شاء فلیرجع الیه والله اعلم ۲۳ رجمادی الثانیه سنه ۱۳ هجری -

سوال ایک اشتہار غیر مقلدون کا مقام چاندپور مین آیا وہ آپکی خدمت مین بھیجتا ہون اس کا مضمون
صحیح ہے یا نہین اور اُن کے پیچھے نماز پڑہنی چاہیے یا نہین۔
حاصل مضمون اشتہار معنون بہ نقل معاہدہ علمائے اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کشنری دہلی چونکہ
دہلی و دیگر امصار مین اکثر نافہم لوگون نے مسائل فرعیہ مین تنازعات بی سبنے برپا کرکے طرح طرح کے
اشتہارات مسائل مشتہر کیئے اور نوبت بعداوت پہونچائی فساد و عناد بڑہتا گیا نوبت بفوجداری
پہونچی حالانکہ یہ اختلاف سلف صالح سے چلا آتا ہے لیکن اُن حضرات مین بغض و فساد نہ تھا اور آجکل
لوگ انھین فروعی مسائل کے سبب اتفاقی حرمتون مین مبتلا ہو رہے ہین کیونکہ کینہ غیبت عداوت
بالاتفاق حرام ہی جن مسائل مین اختلاف ہے وہ یہ ہین۔ نجاست آب۔ آمین بالجہر۔ رفع یدین و دیگر
مسائل اختلافیہ بعض نے حرام سمجھا بعض نے مثل موکدہ غرض جادہ اعتدال سے گذر گئے ایک فریق
دوسرے فریق کے افعال مین طعن و توہین سے پیش نہ آوے اور نماز ایک فریق کی دوسرے کے پیچھے
جائز ہے آپس مین محبت و اتحاد رہین کوئی کسیکو بُرا اور بدمذہب نہ جانے منازعت اور تکرار نہ کرے
انتہے مختصرًا۔ مواہیر فلان و فلان و دستخط فلان و فلان از علمای مقلدین و غیر مقلدین مقام دہلی۔

الجواب۔ نقل معاہدہ اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کشنری دہلی نظر سے گذرا مضمون معلوم ہوا ان
جھگڑون مین بولنے کو لکھنے کو جی نہین چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہین نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے
آپنے دریافت فرمایا ہے ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت مین دھو
دیا ہے کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدون سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہین ہے اگر یہ وجہ
تو حنفیہ شافعیہ کی کبھی نہ بنتی لڑائی دنگہ رہا کرتا حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا بلکہ نزاع ان لوگون سے
اصول مین ہو گیا ہے کیونکہ سلف صالح کو خصوصًا امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کر
ہین اور چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربارہ تراویح کے بدعتی
ہین اور مقلدون کو مشرک سمجھکر مقابلہ مین اپنا لقب موحدین رکھتے ہین اور تقلید ائمہ کو مثل رسم
جاہلان عرب کی کہتے ہین کہ وہ کہا کرتے تھے وجدنا علیہ آبائنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو عرش پر بیٹھا
ہوا مانتے ہین فقہ کی کتابون کو اسباب گمراہی سمجھتے ہین اور فقہا کو مخالف سنت ٹھیراتے ہین اور
ہمیشہ فساد و فتنہ انگیزی رہتے ہین علی ہذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہین کہ تفصیل و تشر

ی طویل ہے اور محتاج بیان نہین بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے خاصکر جو صاحب اُنکی تصنیفات
ملاحظہ فرماوین اُنپر یہ امر اظہر من الشمس ہو جاویگا پھر اُسپر عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہین
ر باتون سے مکر جاتے ہین اور منکر ہو جاتے ہین پس بوجوہ مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی
نیاوی مین بہتر معلوم ہوتی ہے باقی لڑنا جھگڑنا کسی سے اچھا نہین کہ انجام اس کا بجز خرابی کے کچھ
ن ہوتا اور مخالف مخاصم جھگڑنے سے راہ پر نہین آتا تو پھر تکرار بیفائدہ ہے کیا حاصل قال اللہ تعالےٰ
یہا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم الآیۃ واللہ ولی التوفیق و ہو
م بالتحقیق والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ ۸ محرم سنہ ۱۳ھ

سوال سلام علیکم کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زوجہ ایک شخص کا ایام حمل مین بتاریخ
۲ محرم الحرام سنہ ۱۳ ہجری مین انتقال ہوا اُس کو بذریعہ خواب بوقت شب یوم شنبہ بتاریخ ۱۴ صفر سنہ
ور قبل پانچ بجے کے تخمیناً دو گھنٹہ رات باقی تھی اہلیہ مرحومہ کی تولد ہونا فرزند کا معلوم ہوا بدریافت
معروضہ صدر نسبت چاک کرنے قبر وقت ایام پورے حمل کے حکم شرع شریف کیا ہے۔

جواب - قبر کھولنا شرعاً ناجائز ہے اور خواب شرع کے نزدیک کوئی حجۃ تامہ نہین ورنہ کوئی خواب
یکھنے والا معلوم ہو کہ اسکی تعبیر پر اعتماد ہو پس یا تو یہ خواب از قسم خیالات ہے کیونکہ مردہ کے پیٹ
ین بچہ کا زندہ رہنا خلاف قاعدہ اور عادۃً ناممکن ہے کیونکہ ماکی سانس سے بچہ سانس لیتا ہے جب
کا سانس موت سے منقطع ہو گیا بچہ بھی مرجاویگا یا اگر قدرت خداوندی سے بطور خرق عادت یہ امر واقع
ی ہو جاوے تو بطور خرق عادت وہ بچہ بھی قبر سے نکل آویگا کیونکہ اللہ جل شانہ رحیم و کریم ہے اگر اُس بچہ
مر کی ہو گی تو اُس کو ضائع نہ کریگا بلکہ ظاہر کر دے گا اور اگر اُسکی عمر مقدر نہین تو نکالنے سے کچھ فائدہ
گا غرض محض گمان اور خیال پر قبر کھولنا نہ چاہیے قال اللہ تعالیٰ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا
اللہ اعلم فقط ۱۹ صفر سنہ ۱۳ ہجری

سوال ایک شخص نے اپنے پسر کو عاق کر دیا اب اُس سے رجوع کرنا چاہتا ہے پس وہ کیا کرے۔

جواب عاق دو معنے مین مستعمل ہے ایک معنے شرعی دوسرے عرفی شرعی معنے تو یہ ہین کہ اولاد
والدین کی نافرمانی کرے سو اس معنی کے تحقق مین تو کسی کے کرنے نہ کرنے کو دخل نہین جو والدین کی حکمی
رے گا وہ عند اللہ عاق ہو گا اور اس کا اثر فقط یہ ہے کہ خدا کے نزدیک عاصی و مرتکب گناہ کبیرہ کا ہو گا

باقی حرمان میراث اسپر مرتب نہین ہوتا دوسرے معنی عرفی یہ ہین کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو بوجہ نا رضامندی حق
ومحروم الارث کردے سو یہ امر شرعًا بے اصل ہے اس سے اُسکا حق ارث باطل نہین ہوسکتا کیونکہ وراثت
ملک اضطراری وحق شرعی ہے بلا قصد مورث ووارث اُس کا ثبوت ہوتا ہے قال اللہ تعالے
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الآیہ اور لام استحقاق کے لئے ہے پس جب اللہ تعالی نے حق
وراثت مقرر فرمادیا اُس کو کون باطل کرسکتا ہے اور نیز قصہ حضرت بریرہ رض کا شاہد اس کا ہے کہ حضرت
عائشہ رض نے اُن کو خرید کر آزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا اُسکے موالی نے شرط کی کہ ولار ہماری رہیگی اُسپر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکی شرط باطل ہے اور ولار معتق کی ہے کما روی النسائی عن عائشۃ انہا
ارادت ان تشتری بریرۃ للعتق وانہم اشترطوا ولاءہا فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتریہا واعتقیہا فان الولاء لمن اعتق الحدیث جب ولار کہ حق ضعیف ہے
چنانچہ حسب فرمودہ پاک الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب الحدیث ضعف اُس کا کاف تشبیہ سے ظاہر ہے وہ نفی
کرنے سے نفی نہین ہوتا پس حق نسب کہ اقوی ہے کیونکر نفی کو قبول کرسکتا ہے پھر جب واضح ہوا کہ اس
معنے کا شرعًا کچھ ثبوت نہین تو اُس سے رجوع کی کچھ حاجت وضرورت نہین بعد مرگ پدر اُس کا وارث
ہوگا البتہ محروم الارث کرنے کا طریق یہ ممکن ہے کہ اپنی حالت حیات وصحت مین اپنا کل اثاثہ کسی کو ہبہ یا
مصارف خیر مین وقف کرکے اپنی ملک سے خارج کردے اُس وقت اُس کا بیٹا کسی چیز کا مالک نہین
ہوسکتا کما فی العالمگیریۃ لو کان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ہذا خیر من
ترکہ کذا فی الخلاصۃ ۱۲ ج ۳ ص ۱۰۶۵ واللہ اعلم ۲۲ ربیع الثانی یوم پنجشنبہ ۳۰ سنہ ۱۳ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علمار دین اسمین کہ زید کہتا ہے کہ طعام ولیمہ وہ کھانا ہے جو دولھا کی طرف سے
بعد فراغ نکاح تیسرے دن ارباب برادری وغیرہ کو تقسیم ہوتا ہے اور حدیث شریف اسکی مصدق
ہے عمرو کہتا ہے کہ جو کھانا رسم ختنہ وغیرہ کے بعد ارباب برادری کو کھلایا جاتا ہے وہ بھی بموجب حدیث
شریف کے طعام ولیمہ کہلاتا ہے زید اس قول کو عمرو کے غلط بتاتا ہے اور طعام ولیمہ صرف طعام مذکورہ
سطر بالا ٹھہراتا ہے پس اس صورت مین قول صحیح کس کا ہے اور حدیث شریف مین کون قول مستند ہے۔

الجواب - بحسب لغت اور نیز اصطلاح شرع قول زید کا صحیح ہے اما اللغۃ فلما فی منتہی الارب ولیمۃ
کسفینۃ مہمانی عروسی وقیل اسم الولیمۃ یقع علے کل دعوۃ تتخذ لسرور حادث لکن الاشہر استعمالہا عند الاطلاق

فی النکاح ویقید فی غیرہ فیقال ولیمۃ الختان ونحو ذلک انتہی واما الشرع فلما فی صحیح البخاری ومسلم عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رائی علی عبدالرحمن بن عوف اثر صفرۃ فقال ما ہذا قال انی تزوجت امراۃ علی وزن نواۃ من ذہب قال بارک اللہ لک اولم ولو بشاۃ متفق علیہ وعنہ قال اولم رسول اللہ صلعم حین بنی بزینب بنت جحش فاشبع الناس خبزا ولحما رواہ البخاری اور طعام ختنہ کا نام اعذار ہے اور بعض علماء نے اقسام طعام کو نظم کردیا ہے وہو ہذا ہ

ان الولائم عشرۃ مع واحد	من عدہا قد عز فی اقرانہ
فالخرس عند نفاسہا وعقیقۃ	للطفل والاعذار عند ختانہ
ولحفظ قرآن و آداب لقد	قالوا الحذاق لحذقہ وبیانہ
ثم الملاک لعقدہ وولیمۃ	فی عرسہ فاحرص علی اعلانہ
وکذاک مادبۃ بلا سبب یری	ووکیرۃ لبنائہ لمکانہ
ونقیعۃ لقدومہ ووضیمۃ	لمصیبۃ وتکون من جیرانہ
وللاول اشہر الاصم عتیرۃ	بذبیحۃ جاءت لرفعۃ شانہ

منقولا من رد المحتار جلد ۵ ص ۱۰ اور کبھی توسعًا ومجازًا ان سب اقسام کو ولیمہ کہدیتے ہین چنانچہ نظم مذکور مین کہا ان الولائم عشرۃ الخ وفی رد المحتار وعلی الے ولیمہ ہے طعام العرس وقیل الولیمۃ اسم لکل طعام ج ۵ ص ۲۲۱ ولما مر من عبارۃ منتہی الارب وقیل الخ پس قول عمرو کا بھی صحیح ہے لیکن استعمال غالب حسب قول زید ہے لما مر من ان الاشہر الخ باقی یہ کوئی مسئلہ شرعی نہین ہے محض نزاع لفظی ہے اسپر کوئی ثواب وعقاب مترتب نہین واللہ اعلم تحریر بتاریخ ۸ جمادی الثانی روز پنجشنبہ ۱۳۲۳ھ

سوال ما جوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ اس صورت مین کہ بعض مواضع مین اکثر اشخاص حنفی المذہب ناخواندہ ہوتے ہین مگر انکے عقائد موافق شرع شریف کے خوب مضبوط ہوتے ہین علما وحفاظ کی خدمت تعظیم بجان ودل کرتے ہین انکے وعظ وپند کی جہت سے انکے عقائد پکے ہین اب وہانپر بعض بعض غیر مقلدین انکو جاکر ورغلاتے ہین اور کہتے ہین کہ مذہب محمدی کو چھوڑکر مذہب حنفی اختیار کرتے ہو۔

الجواب احکام شرعیہ دو قسم پر ہین منصوص غیر منصوص منصوص دو نوع ہین متعارض وغیر متعارض

متعارض دو قسم ہیں معلوم التقدیم والتاخیر غیر معلوم التقدیم والتاخیر پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ یا
متعارضہ معلومۃ التقدیم والتاخیر میں نہ قیاس جائز نہ کسی کے قیاس کا اتباع جائز لقولہ تعالے
وان ہم الا یظنون ولقولہ تعالی ان یتبعون الا الظن اس ظن سے مراد وہی ظن ہے جو مقابل نص کے
ہو اور احکام غیر منصوصہ یا منصوصہ متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخیر میں یا تو کچھ عمل نہ کرے گا یا کچھ
کرے گا اگر کچھ نہ کیا تو مخالفت نص ایحسب الانسان ان یترک سدی اور افحسبتم انما خلقناکم عبثا کے
لازم آئے اگر کچھ کیا تو بدون علم یا تعیین کسی جانب کے عمل ممکن نہیں پس علم یا تبیین حکم نص سے تو
ہو نہیں سکتا لعدم النص فی الاول وللتعارض من غیر علم بالتقدیم والتاخیر فی الثانی ضرور علم بالتعیین
قیاس سے ہو گا پس یا قیاس ہر شخص کا شرعاً معتبر ہے کہ جو کسی کی سمجھ میں آئے یا بعض کا معتبر ہے
بعض کا نہیں کل کا تو معتبر ہو نہیں سکتا لقولہ تعالیٰ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ
الذین یستنبطونہ منہم پس بعض کا معتبر ہو گا بعض کا نہ ہو گا جس کا معتبر ہے اُس کو مجتہد و مستنبط کہتے
ہیں جس کا معتبر نہیں اسکو مقلد کہتے ہیں پس مقلد پر ضرور ہوا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے لقولہ تعالے
واتبع سبیل من اناب الی اب جاننا چاہیے کہ ائمہ اربعہ کی تاریخی حالات سے بالقطع معلوم ہے کہ
تحت عموم من اناب الی کے داخل ہیں پس انکا اتباع بھی ضروری ہوا۔ رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سے
گذرے ہیں کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کیجاوے اُس کا جواب یہ ہے کہ اتباع سبیل کے لیے علم سبیل
ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل تفصیل جزئیات وفروع معلوم نہیں پس
کیونکر کسی کا اتباع ممکن ہے پس انحصار مذاہب اربعہ میں ثابت ہوا رہی یہ بات کہ ان چاروں میں سے
ایک ہی کی تقلید کیوں ہو اُسکی وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں متفق علیہا مختلف فیہا مسائل متفق
علیہا میں تو سب کا اتباع ہو گا مسائل مختلف فیہا میں سب کا تو ہو نہیں سکتا بعض کا ہو گا بعض کا
نہ ہو گا پس ضرور ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو سو حق تعالے نے اتباع کو انابۃ الی اللہ پر متعلق فرمایا ہے
جس امام کی انابۃ الی اللہ زائد معلوم ہو گی اُس کا اتباع کیا جاوے گا اب تحقیق زیادۃ انابۃ کی یا تفصیلا
کیجاوے گی یا اجمالا تفصیلا یہ کہ ہر فرع وجزی مختلف فیہ میں دیکھا وے کہ حق کسکی جانب ہے اجمالا یہ کہ
ہر امام کے مجموعہ حالات وکیفیت پر نظر کیجاوے کہ غالباً کون حق پر ہو گا اور کس کی انابۃ زائد ہے
صورت اولے میں علاوہ حرج اور تکلیف مالا یطاق کے مقلد مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہو

نہ دوسرے کی سبیل کا وھو خلاف المفروض پس صورت ثانیہ متعین ہوئی کسی کو امام ابوحنیفہ رح پر اُن کے مجموعہ حالات سے یہ ظن غالب واعتقاد راجح ہوا کہ یہ مصیب و مصیب ہیں کسی کو امام شافعی رح پر کسیکو امام مالک رح پر کسی کو امام احمد بن حنبل رح پر اس لیے ہر ایک نے ایک ایک کا اتباع اختیار کیا اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالانابۃ اجمالاً کے التزام کیا گیا۔ اب بعض جزئیات میں بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدیدہ اسکی مخالفت میں شق اول عود کریگی وقد ثبت بطلانہ پس بحمد اللہ تقریر بالا سے وجوب تقلید مطلقاً و تقلید ائمہ اربعہ خصوصاً وانحصار فی المذاہب الاربعۃ ووجوب تقلید شخصی و بطلان تلفیق کالشمس فی کبد السماء واضح ہوگیا ورنہ خرط القتاد والکلام فیہ طویل وفیما ذکرنا کفایۃ لطالب الرشاد انشاء اللہ تعالی ولنعم ما قیل۔ ہر کہ سر بر خط فرمان دلیلے نہ نہد ﴿ کے میسر شودش رو براہ آوردن ﴿ ہر کہ خواہد کہ بسر منزل مقصود رسد ﴿ بایدش پیروی راہ نمایاں کردن ﴿ اور یہ کہنا کہ مذہب محمدی کو چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا یہ عجیب خبطیوں کا کلام ہے اس کو یہ تو خبر ہی نہیں کہ مذہب کس کو کہتے ہیں جو دین محمدی کو مذہب محمدی کہتا ہے دین و مذہب میں فرق بھی معلوم نہیں کہ دین مجموعہ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعہ فروع کا اور ہر فروع کے لیئے اصول ضروری ہیں جب مذہب محمدی ہوا تو دین کونسا ہوگا۔ یہ شخص اس نسبت سے حنفیہ کو منع کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں کہ کیا خاک پھانک رہا ہوں کہ دین محمدی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور حنفیہ کی نسبت تو نہایت صحیح ہے کیونکہ دین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلہ کے ہے اور مذہب مثل شہروں اور چھوٹے قبیلوں کے اطلاقات روزمرہ میں اپنے کو شہر اور چھوٹے قبیلہ کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں البتہ جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے اُس وقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتلاتے ہیں اسیطرح اطلاقات روزمرہ میں اگر کوئی اپنے کو حنفی بتلاوے اور جب دین سے سوال ہو اُس وقت محمدی کہے فرمایئے کونسا شرک و کفر لازم آگیا اسپر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم اپنے کو صدیقی یا لکھنوی کیوں کہتے ہو بلکہ آدمی یا ہندی بتلاؤ ایسے شخص کا مقابلہ بجز جواب جاہلاں باشد خموشی کے اور کیا ہوگا۔ یا ایہا الاخوان لا تسعوا فی الارض بالفساد والطغیان فان الفتنۃ اشد من القتل بالسیف والسنان۔ والمستعان علی البلیات والاحزان۔ رب توفنا علی الحق والایمان۔ فقط ۱۰ شعبان روز چہارشنبہ ۱۳۱۴ھ

سوال۔ ذبح کرنا گائے بھینس وغیرہ کا کب سے جاری ہوا ہے اس معاملہ میں آیت قرآن مجید و

وحدیث شریف جو ہون مطلع فرماوین۔

الجواب جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے جبھی سے ان جانورون کا ذبح کرنا بحکم الٰہی جاری ہے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹون ہابیل وقابیل کا قصہ قرآن شریف مین مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے یہان مقبول ہوئی اور وہ جانور انکی قربانی کا یا اونٹ تھا یا مینڈھا علے اختلاف روایات التفسیر قال اللہ تعالیٰ اذ قربا قربانا فتقبل من احدہما ولم یتقبل من الآخر الآیہ ہابیل صاحب ضرع وقرب جملا سمینا۔ بیضاوی ۱۲ وہو کبش لہابیل۔ جلالین ۱۲ اور جب سے اب تک سب امتون مین ان جانورون کا ذبح کرنا جاری ومشروع رہا قال اللہ تعالیٰ لبنی اسرائیل ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ الآیہ وقال تعالیٰ امتنانا علینا اللہ الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منہا ومنہا تاکلون الآیہ

۱۲ محرم سنہ ۱۳۱۳ہجری واللہ اعلم

سوال ۔حضرت ابن ہمام رح کو مجتہد مقید کہنا صحیح ہے یا نہین۔

الجواب ۔حضرت ابن ہمام رح کو مرتبہ اجتہاد کا حاصل ہے اور اُن کو مجتہد مقید کہنا صحیح وصادق ہے قال الشامی فی جواب اعتراض علی ابن الہمام فی مسئلۃ واجاب العلامۃ المقدسی بان ما بحثہ الکمال ای ابن الہمام ۱۲ ہو القیاس کما صرح بہ الامام الحصیری فی شرح الجامع الکبیر واذا کان ہو القیاس لا یقال فی شانہ انہ غلط وسوء ادب علی ان الشخص الذی بلغ رتبۃ الاجتہاد اذا قال مقتضی النظر کذا لشئ ہو القیاس لا یرد علیہ بان ہذا منقول لانہ انما تبع الدلیل المقبول وان کان البحث لا یقضی علی المذہب انتہی شامی ج ۲ ص ۲۷۰ واللہ اعلم فقط

سوال اگر بالاخانہ مکان خاص یا مشترک مثل بیٹھک کے کھڑکیان مسجد مین کھولی جاوین جنسے سوائے فائدہ ہوا کے اور کوئی غرض قبض وتصرف زمین یا فرش وغیرہ کا مقصود نہین جائز ہے یا نہین۔

الجواب ۔اگر کھڑکی وغیرہ آنے جانے کے واسطے کھولی جاوے یہ تو جائز نہین کیونکہ طریق حقوق ملک سے ہے اور مسجد غیر مملوک ہے اور اگر محض ہوا وغیرہ کے لئے کھولا ہے اور جس دیوار مین کھڑکی کھولتا ہے وہ اسکی مملوک ہو اور کوئی غرض فاسد نہ ہو تو اُس مین اگر مسجد واہل مسجد کو کسی قسم کا ضرر وحرج نہ پہونچے تو جائز ہے اور اگر کوئی نقصان یا بے احتیاطی ہو جائز نہین مثلاً مسجد مین وہان سے دھوان جاوے یا خس وخاشاک وہان سے پھینکا جاوے یہ منع ہے ومن اخرج الی طریق الاعظم کنیفا او میزابا او جرصنا او دکانا فلرجل من عرض الناس ان ینزعہ ویسع للذی عملہ ان ینتفع بہ ما لم یضر بالمسلمین فاذا اضر بالمسلمین کرہ لہ ذلک لقولہ علیہ السلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ ہدایہ ج ۲ ص ۶۸۵۔ واللہ اعلم ۳ جمادی الاولے سنہ ۱۳۱۳ھ

مسائل طاعون

سوال رسالہ مرسلہ خدمت الماعون مین صفحہ ۳ سے صفحہ ۴ کے شروع تک جو فتوی مندرج ہے جسکی شرح رسالہ مرسلہ خدمت اعاذۃ الناس مین صفحہ ۴ سے صفحہ ۸ تک اور صفحہ ۲۸ سے ۳۴ تک بیان کی گئی ہے آیا اس زمانہ جیلہ جوی مین زید کو اس قسم کا فتوی لکھنا صحیح ہے یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب - مین نے دونون رسالے مع انکے لواحق کے سرسری نظر سے دیکھے موئیدات زائدہ سے قطع نظر کرکے اصل مقصود مین نزاع لفظی معلوم ہوتا ہے اور اختلاف یا شرط سے تناقض حقیقی نہین چنانچہ اعاذہ کے صفحہ ۳۵ مین مصرح ہے اگر کوئی اس نیت سے بھاگے کہ طاعونی مقام مین ٹھیرنے اور طاعون مین مبتلا ہونے سے کہین یہ اعتقاد پیدا نہو جاوے کہ طاعونی مقام مین رہنا طاعون ہونیکا سبب ہوا ہے تو ایسے بھاگنے کی ممانعت حدیث سے ہرگز مفہوم نہین ہوتی اھ اور صفحہ ۳۶ مین ہے اگر طاعون سے بچنے کی نیت ہو تو ممنوع اھ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس فرار کا منشاء یہ غرض اور اعتقاد ہو کہ خروج موجب نجات ہوگا صاحب اعاذہ کے نزدیک بھی ممنوع ہے اور مانعین اسی کو منع کررہے ہین اور جس خروج کا منشا یہ غرض اور اعتقاد نہو صاحب اعاذہ اُس کو جائز بتلارہے ہین اور مانعین بھی اُسکو منع نہین کرتے پس جائز اور چیز ہوئی اور منہی عنہ دوسری چیز پس نفس مسئلہ مین اختلاف نہ رہا اور اسی تفصیل کی تائید عبارت درمختار واقعہ آخر مسائل شتی سے ہوتی ہے اب صرف محل نزاع رہگیا کہ آیا فارین کی غرض فاسد ہے یا صحیح ہے سو یہ کوئی مسئلہ شرعیہ نہین ہے جس مین اسقدر کلام کا جاوے محض ایک واقعہ جزئیہ ہے جسکی تحقیق تجربہ و مشاہدہ و تتبع احوال ناس سے باسانی کرکے نزاع منقطع ہو سکتا ہے سو جہان تک استقراء صحیح سے کام لیا گیا یہی ثابت ہوا کہ اکثر مین جہل و معصیت کے سبب سے اور بعض مین الحاد و دہریت کے اثر سے فساد غرض متیقن ہے الا نادرا والنادر کالمعدوم بل حق ان لایکون فی زماننا الا المفہوم لہذا مقتضاء انتظام احکام منع عام ہے جو مانعین کا حاصل کلام و مرام ہے واللہ اعلم ۵ ار ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال - ایک مقام مین طاعون واقع ہوا اور چوہے کثرت سے مکانون مین مرنے لگے اور کچھ لوگ کے محض بغرض تبدیل آب و ہوا مکان چھوڑ کر محلہ کے بالکل متصل چند بیگھہ کے فاصلہ پر میدان

صاف و پُر فضا مین اقامت پذیر ہوگئے ہیں آیا خروج محض باین نیت جائز ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ چونکہ فناء آبادی حکم مین آبادی کے ہے لہذا مجموعہ کو مکان واحد کہا جاویگا اس لئے صورت مسئولہ مین میدان مین رہنا جائز ہے والدلیل علیہ علی ما ادی نظری ان بعض الاحادیث ذکر فیہ لفظ الارض کما رواہ مسلم وفی بعضہا بلد کما حکاہ النووی ولما کان الحدیث یفسر بعضہ بعضاً علم ان المراد بالارض ہی البلدۃ ویؤیدہ ما فی الدر المختار اذا خرج من بلدہ حیث قید الحکم بالبلدۃ ولما ثبت کون متعلق الحکم ہی البلدۃ وای تجمیع اجزائہا محل واحد کما اعتبر فی احکام الجمعۃ والعید لم یکن الخروج الی الفناء خروجاً من البلدۃ فتفکر نعم نقل فی بعض الوسائل عن الفتاوی الکبری لابن حجر المکی ان المراد بالارض محل الاقامۃ وقع بہ الطاعون سواء کان بلداً ام قریۃ ام محلۃ ام غیرہا لا جمیع الاقلیم الخ لکنہ من العلماء الشافعیۃ فلا یکون قولہ حجۃ علینا لانا لم نلتزم اتباعہ واللہ اعلم ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

شبہ متعلق جواب مندرجہ بالا

طاعونی مقام سے فناء بلد مین خروج کے جواز کی دلیل حضرت نے جو لکھی ہے مطالعہ کی لیکن تھوڑی تشریح کے لیے اور مکلف خدمت ہون ۱۔ عبارت درمختار کے جواب مین جو مرقوم ہے بہت تھوڑی ہے یعنی اسقدر اذا خرج من البلدۃ الخ معلوم نہین یہ کہانکی عبارت ہے مین نے اپنے مظنونہ مقامات مین تلاش کیا نہ ملی تا مجھے معلوم ہوجاتا کہ یہ عبارت خروج من البلد الطاعون ہی کی بابت ہے ۲۔ دوسری یہ کہ اصل محاورات عرب مین تو بلد قطعۃ من الارض عامرۃ کانت او غامرۃ کے معنے مین مستعمل رہتا ہے قال اللہ تعالی سقناہ لبلد میت قال الشاعر ۵ وبلدۃ لیس بہا انیس ۞ الا الیعافیر والا العیس ۞ اسلیے مجھے خیال ہوتا ہے کہ کلام نبوی مین محض قدیم استعمال کے بموجب ارادہ معنی بہتر ہوگا فلا ضرورۃ اذاً فی ادخال الفناء الغیر المعمور فی حکم العمران ۳۔ تیسرے یہ کہ فناء کی بابت خروج للسفر وقصر صلوۃ کی بحث مین شامی مین ہے۔ اما الفناء وہو المکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب ودفن الموتی والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاورتہ وان انفصل بغلوۃ او مزرعۃ فلا کما یاتی بخلاف الجمعۃ فتصح اقامتہا فی الفناء ولو منفصلا بمزارع لان الجمعۃ من مصالح البلد بخلاف السفر پس خروج از بلد للسفر اور جمعہ کے لئے فناء کے اعتبار مین فرق ہوا اس مسئلہ مسئول عنہا مین کیا معتبر ہوگا ارض متصل ہے یا منفصل بمزارع بھی داخل ہے وعلی کل حال کیف تقدیر الفناء وتحدیدہ وینز اس مین ہی بخلاف البساتین ولو متصلۃ بالبناء لانہا لیست من البلدۃ مما لہا فی ہذہ المسئلۃ۔

الجواب۔ سوال اول در مختار مین کتاب الفرائض سے چند سطر پہلے یہ عبارت ہے **جواب سوال دوم**
اگر بلدہ مین تعمیم لیلی جاوے تب بھی مضر نہین کیونکہ اس تقدیر پر بھی ہر ہر جزو ارض پر تو اطلاق کیا نہ جاویگا
تاکہ بیوت و محلات کو شمول ثابت ہو بلکہ ایک قطعہ محدودہ کے ساتھ خاص ہوگا چنانچہ قاموس مین قطعہ
کے بعد متحیزہ کی قید مصرح ہے اور تعین حدود کا مبنی عرف پر ہے سو ظاہر ہے کہ عرفاً معنے خاص کے
اعتبار سے حقیقۃً مجموعہ اجزاء معمورہ پر اور حکماً اجزاء تابعہ غیر معمورہ پر بھی اور معنی عام کے اعتبار سے حقیقۃً
ولغۃً اجزاء معمورہ وغیر معمورہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے پس خروج عن العمارات کا خروج عن البلد ہونا
پھر بھی ثابت نہوگا اور فناء غیر معمور تقدیر اول پر حکماً اور تقدیر ثانی پر لغۃً بلد مین داخل ہوگا سو بتقدیر
ثانی تعمیم کسیقدر مدعا مین مفید ہوگئی **جواب سوال سوم** فناء کو حکم جمعہ متصل و منفصل دونون
کے لیئے عام اور وسیع ماننے کی اور سفر مین وسیع نہ ماننے کی جو علت بیان کی ہے لان الجمعۃ من مصالح البلد
بخلاف القریۃ خود تبلا رہی ہے کہ خروج متکلم فیہ کو حکم جمعہ مین کہنا چاہیئے کیونکہ سکنے بھی مثل جمعہ کے
یقیناً مصالح سے ہے پس اندر باہر کا سکنی یکسان ہوا اور ارض متصل و منفصل بمزارع سب اسمین
داخل ہوگئے اور عبارت بخلاف البساتین الخ سے بساتین کا فناء بلد سے خارج کرنا مقصود نہین بلکہ
ابنیہ بلد سے خارج کرنا مقصود ہے چنانچہ سباق و سیاق سے یہ امر صاف ظاہر ہے اس سے سابق یہ
عبارت ہے واشار الیٰ انہ یشترط مفارقۃ ما کان من توابع مواضع الاقامۃ کربض المصر وہو ما حول المدینۃ
من بیوت و مساکن فانہ فی حکم المصر وکذا القری المتصلۃ بالربض فی الصحیح بخلاف البساتین الخ اور اسکے
بعد یہ عبارت ہے واما الفناء الخ پس معلوم ہوا کہ اما الفناء سے پہلے غیر فناء کا ذکر ہے اور وجہ اُسکی یہ ہے
کہ قصر سفر مین تو عمارات ولواحقہا معتبر ہین پس بساتین چونکہ سکنی اور اُسکے مرافق کے لیئے موضوع
نہین لہذا ابنیہ سے خارج ہین اور جمعہ مین فنا معتبر ہے اور اُسمین زیادہ عموم و وسعت ہے جیسا خود سوال
مین مصرح ہے پس بساتین کا قصر مین خارج عن البلد ہونا مستلزم نہین کہ جمعہ و مایماثلہا کالخروج المتکلم فیہ مین
بھی خارج ہو اور لفظ بلدہ کے محلات و منازل کو علم ہونے اور بساتین اور مزارع ونحوہا کے داخل بلد
ہونے کے لئے اتنا امر کافی ہے کہ ایک گھر سے دوسرے گھر مین کسی کی ملاقات کے لیئے یا بساتین و
مزارع کے لیئے جو کہ ضرورت شدیدہ نہونے کی وجہ سے مجوز خروج عن محل الطاعون نہین ہوسکتا جانا
بالاتفاق جائز سمجھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا یہ خروج عن البلد الی بلد آخر نہین ہے فتأمل وانصف

واللہ اعلم ۱ صفر سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - طاعون شہر مین داخل ہونے کے بعد یہان سے کچھ لوگون نے بستی چھوڑ دی ان مین سے بعض دوسری بستیون مین چلے گئے اور بعض بستی کے نزدیک ہی چھپرون مین قصبہ مین جا گزین ہین فریق ثانی بھی مرضیٰ کی عیادت ونماز جنازہ وتکفین کی محنت وغیرہ مین شریک نہین ہوتے جی مین آئی تو شہر سے باہر دفن مین آکر مٹی دیدی ان مین سے بعض کہتے ہین کہ ہم نے گنگوہ سے اور تھانہ بھون سے فتویٰ منگایا ہے تبدیل آب وہوا کے لئے بستی سے زمانہ طاعون مین نکلنا درست ہے ایک شخص نے الہ آباد سے شاید حضور کے پاس یہین کے لیے اپنے عزیزون کے اشارہ سے استفسار کیا تھا اور بستی کے باہر قریب میدان مین جانے کی اجازت کا سوال تھا کہتے ہین کہ جواز کا فتویٰ مولانا نے دیا بہرکیف طالب علم کے استفسار کا خیال حضور کو ہو یا نہو ان دونون فریقون کا جو حال حکم شرعی سے ہو اور جیسا کچھ پہلے کبھی لکھا گیا تحریر فرمایئے کیونکہ ہمارے یہان کے علمار کل اس جواز کے مخالف مجھ سے کم مایہ شخص کی فہم مین بھی ہر دو فریق گناہگار معلوم ہوتے ہین اور سخت مجرم - اہل محلہ کو مبتلائے متعدد اموات ہوتے اور ایک روز مین پانچ پانچ سات سات مردون کی تجہیز وتکفین کی محنت شاقہ اٹھاتے ہوئے دیکھتے ہین اور شرکت نہین کرتے نماز جنازہ وپنجگانہ باوجود سماعت اذان محلہ مین پڑھنے نہین آتے تبدیل آب وہوا کا بہانہ کرتے ہین اور طاعونی مریضون کے پاس اور طاعونی مکان بلکہ اپنی بستی مین جانے سے نہایت ڈرتے ہین کیا یہ عدوی وفرار من الطاعون مین داخل نہین -

الجواب - چونکہ جواب تابع سوال ہوتا ہے اور اس سوال مین ان مفاسد سے تعرض نہ تھا جو اس سوال مین مذکور ہین لہذا جواب اس کا جواز سے دیا گیا چنانچہ نقل ف جواب یہ ہے - لیکن جب اسکے ساتھ یہ مفاسد بھی ہین جو اس سوال مین مذکور ہین جس مین عقیدہ کا فساد اور فرائض اور واجبات وسنن ہی کا ترک لازم آتا ہو اس عارض کی وجہ سے یہ خروج جائز نہوگا - واللہ اعلم ۱۸ محرم سنہ ۱۳۲۲ ہجری

سوال - کیا فرماتے ہین علمار دین ان مسائل مین ۱ طاعون سے بھاگنا جائز ہو یا نہین خواہ بیماری لگجانے کے اندیشے سے ہو یا موت کے خوف سے اور بھاگنا ایک بستی سے دوسری بستی مین ہو یا بستی سے باغون کی جانب ہو ۲ اگر سارا مکان چوہون کے مرنے کے سبب سڑ جاوے اور اس مین سکونت دشوار ہو تو نقل مکان جائز ہو یا نہین ایک مکان سے دوسرے مکان مین ہو یا مکان سے

ف چونکہ یہ جواب سوال [illegible] کے جواب مین مذکور ہے اس لیے یہان ترک کر دیا گیا۔

عونکی جانب ہو یا بستی سے دوسری بستی کی جانب ہو ۳ اگر ساری بستی کے لوگ بھاگ گئے ہون اور
ستی کے خالی ہوجانے کے سبب وحشت ہو خواہ چورون کے خوف سے یا محض تنہائی کے سبب تو نقل مکان
واضع مذکورہ جائز ہے یا نہین ۴ اگر بستی کے خالی ہوجانے کے سبب حوائج ضروریہ نہ پورے ہوتے
ون اور تکلیف ہونے لگے تو اس حالت مین دوسری بستی مین یا جہان حوائج پورے ہوتے ہون چلا
نا جائز ہے یا نہین ۵ مرض طاعون سے یا موت سے کسی کو اگر وحشت ہو تو اُسکے لیئے تبدل
مکان بمواضع مذکورہ جائز ہے یا نہین ۶ اگر بستی بالکل خالی نہو اور حوائج ضروریہ برابر پورے ہوتے
ہون اور کوئی تکلیف پیش نہ آتی ہو تو اُس وقت بستی کا چھوڑنا کیسا ہے ۷ اگر کسی کے بستی چھوڑنے
سے ضرر متعدی ہو اور عوام سند جواز پکڑین تو اُسکے لیئے فرار جائز ہے یا نہین ۸ اگر بعض مکان
سڑ گیا ہو اور بعض نہ سڑا ہو اور اس وجہ سے سکونت دشوار نہو تو کیا حکم ہے ۹ اگر مکان بالکل سڑ گیا
ہو اور اسوجہ سے مکان مین سکونت دشوار ہو تو تبدل مکان صرف بستی ہی کے اندر کسی مکان مین
کر سکتا ہے یا بستی کے باہر باغون مین یا کسی دوسری بستی مین جا سکتا ہے ۱۰ قصہ حضرت سیدنا
عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے جواز مفرورین پر استدلال کرتے ہین جو بعض مورخین نے نقل
کیا ہے چنانچہ الفاروق مین مولوی شبلی لکھتے ہین مصر اور عراق مین سخت وبا پھیلی حضرت عمر رض کو اول
جب خبر پہونچی تو اُسکی تدبیر اور انتظام کے لیئے خود روانہ ہوئے سرغ پر پہونچکر ابو عبیدہ رض وغیرہ سے جو
انکے استقبال کو آئے تھے معلوم ہوا کہ بیماری کی شدت بڑھتی جاتی ہے مہاجرین اولین اور انصار کو
بلایا اور رائے طلب کی مختلف لوگون نے مختلف رائین دین لیکن مہاجرین فتح نے یک زبان ہوکر کہا
کہ آپ کا ٹھہرنا یہان مناسب نہین حضرت عمر رض نے حضرت عباس رض کو حکم دیا کہ پکار دین کہ کل کوچ ہے
حضرت ابو عبیدہ رض چونکہ تقدیر کے مسئلہ پر نہایت سختی کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے اُن کو نہایت غصہ
آیا اور طیش مین آکر کہا (افرار من قدر اللہ) حضرت عمر رض نے اُنکی سخت کلامی کو گوارا کیا اور کہا (نعم افر
من قضاء اللہ الی قضاء اللہ) غرض خود مدینہ چلے آئے یہ مضمون الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۶۲ + ۱۶۳
مین مذکور ہے۔ افر من قضاء اللہ الی قضاء اللہ کا صحیح مطلب کیا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۴
مین ہے معاذ کے مرنے کے ساتھ انھون نے یعنی عمرو بن العاص رض نے عام مجمع مین خطبہ پڑھا اور کہا
کہ وبا جب شروع ہوتی ہے تو آگ کی طرح پھیلتی چلی جاتی ہے اس لیئے تمام فوج کو یہان سے اُٹھکر

پہاڑ و نہر جا رہنا چاہیے اگرچہ انکی راے بعض صحابہ رضکو جو معاذؓ کے ہم خیال تھے ناپسند آئی یہان تک
ایک بزرگ نے علانیہ کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہو تاہم عمروؓ نے اپنی راے پر عمل کیا فوج اُنکے حکم کے
مطابق اِدھر اُدھر پہاڑ و نہر پھیل گئی اور وبا کا خطرہ جاتا رہا ۱۱ بخاری شریف اور مسند امام احمد بن
حنبل رحمہ اللہ کی احادیث سے استدلال عدم جواز پر مطلقاً کرتے ہین خواہ ایک بستی سے دوسری
بستی مین ہو یا بستی سے باغونکی جانب ہو بخاری کی حدیث یہہ ہے عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال
اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوہا واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا منہا اور مسند مطبوعہ مصر جلد ۵
صفحہ ۲۰۱ مین طاعون کے متعلق جو حدیث ہے اُس کا اخیر ٹکڑا یہہ ہے فاذا وقع بارض فلا تدخلوا علیہ
واذا وقع بارض فلا تخرجوا فرارا منہ اور نیز اسی مسند مین ہے الفار من الطاعون کالفار من الزحف
۱۲ فرار من الطاعون اگر گناہ ہے تو کبائر مین سے ہے یا صغائر مین سے اور فرار کو جو جائز سمجھے اور
جواز کا حکم کرے وہ کیسا ہے ۱۳ اگر بھاگنے کو سبب حفاظت از موت سمجھا جاوے تو کیسا ہے ۱۴
جس مقام پر طاعون ہو وہان جانا ممنوع ہے یا نہین اگر ممنوع ہے تو مطلقاً ممنوع ہے یا ضرورت کیوقت
اجازت ہے ۱۵ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون مسلمانون کے لیے رحمت ہو اور شہادت ہے مسند
مذکور مین حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہو۔ فالطاعون شہادۃ لامتی ورحمۃ لہم مروی ہے پس
اس سے تعوذ اور دعا جائز ہے یا نہین۔

الجواب ۱ طاعون سے بھاگنا جائز نہین لقولہ علیہ السلام واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارا منہ
متفق علیہ کذا فی المشکوۃ اور اطلاق حدیث ہر فرار کو شامل ہے جو طاعون سے خواہ بخوف موت ہو خواہ
بخوف بیماری لگجانے کے البتہ یہ امر کہ یہ حکم خود اُس بستی کے میدان و باغ وغیرہ کو بھی شامل ہے
یا نہین تصریحاً کتب مذہب مین نظر سے نہین گذرا لیکن ظاہراً ایسا خروج منہی عنہ مین داخل نہین کیونکہ
فنا مصر احکام شرعیہ مین حکم مصر مین قرار دیا گیا ہے کما فی الجمعۃ والعیدین ویؤیدہ ما وقع فی الحدیث من
قولہ علیہ السلام فیمکث فی بلدہ الحدیث رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ حیث علق الحکم بالبلد وبالخروج الی
الفناء لم ینتقض مکثہ فی البلد واما ما وقع من لفظ الارض فیفسر بالبلدۃ فان الحدیث یفسر بعضہ بعضا و
یؤیدہ ایضا ما روی عن انس قال رجل انا کنا فی دار کثیر فیہا عددنا واموالنا فتحولنا الی دار قل فیہا عددنا
واموالنا فقال ذروہا ذمیمۃ رواہ ابو داؤد کذا فی المشکوۃ باب الفال والحدیث وان حملوہ علی الفال والتشوم

لکنہ یعارض بالاحادیث الاخر والذی یمیل الیہ القلب ان تلک الدار للضیق اولقربہا من النتن ونحوہ کانت فاسدۃ الہواء مورثۃ للامراض وبہذہ الامراض کثر الموت وبکثرۃ الموت وقلۃ عدد الکاسبین وکثرۃ الصرف الی الادویۃ والتدبیر حل الاموال والتائید مبنی علی ہذا الوجہ واللہ اعلم وان قال قائل قد ورد الاذن فی بابلی ذلک الحدیث فی المشکوۃ تبرک البلدۃ للوباء یقال قد ضعف ہذا الحدیث واول فی الشرح الفارسی للمشکوۃ فانظر فیہ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۲؎ جو خروج کسی اور عارض کی وجہ سے ہو وہ فرار من الطاعون نہیں ہے اگر وہ عارض قوی معتبر ہے تو خروج جائز ہے یدل علیہ مافی الدر المختار قبیل کتاب الفرائض واذا خرج من بلدۃ بہا الطاعون فان علم ان کل شئ بقدر اللہ تعالی فلا باس ان یخرج او یدخل الخ اب یہ امر باقی رہا کہ کون عارض قوی ہے کون نہیں پس جو ہو کا سخت اس طور کہ سکونت دشوار ہو جاوے عارض قوی معلوم ہوتا ہے اور دوسری بستی اور اس بستی کے اجزا کا حکم اوپر لکھا گیا۔ ۳؎ صرف وحشت یا خوف قلیل عارض قوی نہیں ہے اور خوف شدید عارض قوی ہے یوٴیدہ مافی قاضیخان المقتدۃ اذا کانت فی منزل لیس معہا احد ہی لاتخاف من اللصوص ولا من الجیران ولکنہا تفزع من امر المیت ان لم یکن الخوف شدید الیس لہا ان تنتقل من ذلک الموضع لان قلیل الخوف یکون بمنزلۃ الوحشۃ وان کان الخوف شدیدا کان لہا ان تنتقل لانہا لو لم تنتقل یخاف علیہا من ذہاب العقل ونحوہ ص ۲۷ ۴؎ یہ عارض قوی معلوم ہوتا ہے ۵؎ وحشت کا غیر معتبر ہونا جواب سوال سوم مین مذکور ہو چکا۔ ۶؎ یہان عارض قوی نہیں ہے ۷؎ مباحات موہمہ لضرر العوام سے بچنے کا وجوب اس وقت ہے جبکہ کوئی ضرورت شرعی یا طبعی معتبر اس منفذ کو لاحق نہو ورنہ دوسرے کے عدم تضرر کے واسطے اس کا تضرر گوارا نہو گا وہذا ظاہر جدا ۸؎ یہان عارض قوی نہیں ہے ۹؎ عارض قوی ہے اور دوسری بستی مین اور اُس بستی کے جمیع اجزا مین فرق جواب سوال اول مین بیان ہو چکا ۱۰؎ حضرت عمر رضہ کے قصہ سے کچھ استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ خروج عن محل الطاعون نہیں ہوا بلکہ عدم الدخول فی محل الطاعون ہوا جسکے جواز بلکہ وجوب مین بھی کلام ہے چنانچہ حدیث شیخین مین ہے فاذا سمعتم بارض فلا تقدموا علیہ کذا فی المشکوۃ ومعنے الفرار الی القضاء انا لم نعتمد فی ذہابنا ہذا علی سبب غیر قدر اللہ تعالی بل نتوکل علی اللہ تعالی ونشتغل فی الذہاب لامرہ فلیس ہذا من الفرار من القضاء فی شئ البتہ حضرت عمرو رضہ بن العاص کی اس مسئلہ مین یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ نہی عن الفرار

من الطاعون معلل ہو علت فساد اعتقاد کے ساتھ کہ خروج کو طبعاً موثر فی النجاۃ سمجھے جیسا اہل سائنس
کا خیال ہی اور جو صرف اسباب عادیہ مین سمجھے اُسکے لئے جائز ہی سوال اول تو یہ اُن کا اجتہاد ہے جو دوسرے
مجتہد پر جو کہ ظاہر حدیث مرفوع سے تمسک کرتا ہو حجت نہین دوسرے اب اکثر فارین مین بوجہ اختلاط
معتقدین سائنس کے فساد اعتقاد یقینی ہے پس اس مین کسی کے نزدیک بھی گنجائش نہین کیونکہ
اس مین مخالفت ہے شریعت کی جو نافی ہے تاثیر طبعی لازم کی ۱۱ ان کے معانی کی تحقیق جواب سوال اول
مین گذر چکی ہے۔ ۱۲ شیخ عبدالحق محدث رحنے شرح مشکوۃ فارسی مین تحت حدیث الفار من الطاعون
کالفار من الزحف کے لکھا ہے ازین حدیث معلوم میشود کہ گریختن از طاعون گناہ کبیرہ است چنانکہ
فرار از زحف اھ اور جائز سمجھنے والا اگر احادیث کو رد کرتا ہے کفر ہے اور اگر خلاف قواعد شرعیہ تاویل
کرتا ہے مبتدع ہے اور اگر باوجود رعایت قواعد کے کسی شبہ سے غلطی کرتا ہے امید ہی کہ معذور
۱۳ شیخ عبدالحق رحنے تو عبارت مذکورہ کے بعد اس اعتقاد کو کفر لکھا ہے لیکن تفصیل حق معلوم ہوتی
ہے اگر مؤثر حقیقی سمجھے تو کفر ہے اور جو سبب عادی سمجھے تو بوجہ ورود نہی کے معصیت ہے۔ ۱۴
اوپر جواب سوال دوم مین گذر چکا ہے کہ ضرورت و عارض قوی سے خروج اور اسی طرح دخول جائز ہے
۱۵ باوجودیکہ مطلق امراض و بلیات کا موجب رحمت ہونا احادیث مین آیا ہے پھر بھی اُنکے لئے دعا
و تعوذ قولاً و فعلاً حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور راز اس مین یہ ہے کہ بحیثیت مصیبت
فی الحال ہونے کے دعا و دوا کی اجازت ہے؛ و بحیثیت رحمت فی المآل ہونے کے صبر و رضا و تسلیم
کا امر ہے فلا منافاۃ اور جس نے منع کیا ہے اُسکی غلطی ہے واللہ اعلم ۲۹ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال مرض طاعون سے جو تقریباً نو سال سے بلاد ہندوستان مین پھیلا ہوا ہی فرار کرنا کیسا ہے
کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف عظیم واقع ہے بعض جواز و بعض عدم جواز فرار کے قائل ہین مدعیان جواز فرار
چند دلائل پیش کرتے ہین اول یہ کہ جب طاعون عمواس واقع ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ
کو طلب کیا جو امیر لشکر دمشق تھے جہان کہ طاعون کا زور تھا لیکن جب وہ نہ آئے تو آپ نے اُن کو لکھا
اس مقام کو چھوڑ کر جابیہ نامی مقام پر جو بلند ہے چلے جاو چنانچہ ابو عبیدہ رض کی وفات کے بعد عمرو بن
العاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے اس حکم کی تعمیل کی ہکذا فی روضۃ الاحباب پس در صورت عدم جواز
فرار ان حضرات کے متعلق کیا خیال رکھنا چاہیے کہ ان کا یہ فعل صواب پر ہے یا نہین دوسرے یہ کہ

وقت نمود طاعون موضع طاعون کے مضافات و باغات و صحرا مین نکلکر مقیم ہوتے ہین اور وہ فناء شہر ہے تو گویا من وجہ شہر ہے پس جو حدیث کہ حرمت فرار مین عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس کا آخری جملہ یہہ ہے (ولا تخرجوا منہا فرارا یعنی موضع طاعون سے نہ بھاگو) کے یہ فعل مخالف نہین ہے کیونکہ ارض موضع طاعون و مقام قیام فارین واحد ہے پس اُس موضع سے فرار نہوا اور نیز اسوقت علل ممانعت فرار مین سے صرف ایک وجہ یعنی عدم صبر و استقامت موجود ہے والا سب مفقود جیسا کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ رجز من السماء کی تفسیر مین فتح العزیز مین ارشاد فرماتے ہین کہ حرمت فرار بوجہ اسکے ہے کہ در صورت فرار علاج و تدابیر دشوار ہے اور اصحاء کے فرار پر مضار کے مزید تکلیف کا گمان ہے پس یہ صعوبتین فی زمانا دور ہین کیونکہ باغون اور صحراء مین علاج بھی ممکن ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے اور انکی دلشکنی کا پورا لحاظ کیا جاتا ہے تیسرے یہہ کہ جس گھر مین آگ لگی ہو یا کوئی دیوار گر رہی ہو وہان ٹھیرنا خلاف عقل ہے بلکہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کے نہی کو امر کے ساتھ ادا کرنا ہے پس در صورت عدم جواز فرار دلائل مسطورہ بالا کا کیا جواب ہے عقلاً و نقلاً عدم جواز ثابت کرنا چاہیئے۔

سوال دوم در صورت عدم جواز فرار جو لوگ فرار کو جائز قرار دیتے ہین اور فرار کرتے ہین عند الشرع کیسے ہین

سوال سوم۔ جابیہ دمشق کا کوئی محلہ ہے یا دوسرا مقام اگر محلہ ہے تو کیا ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین فرار کرنا جائز ہے اور در صورت دوسرا مقام ہونے کے تو فرار کا پورا ثبوت ہے اس کا کیا جواب ہے مدعیان عدم جواز فرار اپنے دعوی پر اُن احادیث کو پیش کرتے ہین جو اسکی ممانعت مین صحاح مین پائی جاتی ہین جیسے الفار من الطاعون کالفار من الزحف وغیرہ بہر حال جواز و عدم جواز عند الشرع جو کچھ ثابت ہو بالتفصیل والدلیل عقلاً و نقلاً بیان کرنا چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ احادیث صحیحہ مین تنصیصاً فرار عن الطاعون کی ممانعت آئی ہے اور شبہات جو اُسپر کیے گئے ہین اُن کا یہہ جواب ہے علماء قاعدہ کلیہ ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اگر کسی امتی کے قول و فعل کے معارض ہو تو آپکے ارشاد کو ترجیح ہوگی اور امتی کے قول و فعل مین اگر وہ مقبول ہے تاویل کیجاوے گی پس حضرت عمر رض کا یہہ فعل اگر معارض مان لیا جاوے تو حدیث مرفوع صحیح پر مقدم نہین ہو سکتا دو وجہ سے اولاً سنداً اسکی صحاح کے برابر نہین دوسرے شارع غیر شارع برابر نہین پس لا بد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول و فعل مین کوئی تاویل ضروری ہوگی مثلاً اُسی لشکر کو

دوسری جگہہ بھیجنے کی ضرورت ہوگی اور یہ مسلم ہے کہ مقام طاعون سے اور کسی ضروری کام کے لئے سفر
کرنا جائز ہے یا اگر علت یہ قرار دیجاوے کہ اصحاء کے چلے جانے سے مرضی کی خرابی ہے تو اس صورت مین
سارا لشکر کا لشکر سفر کرے تو یہ علت نہ پائی جاویگی اس لئے اجازت دیدی ہوگی چنانچہ بعض محققین قائل
ہین کہ اگر کسی بستی کے کل آدمی دوسری جگہہ چلے جاوین تو کچھ حرج نہین یا اُنکے نزدیک یہ بھی معلل ہوگی
علت احتمال فساد اعتقاد فارین کے ساتھ اور یہ علت مفقود تھی اسلیے اجازت دیدی بہرحال یہ امر انکا
اجتہادی سمجھا جاویگا جو دوسرے پر حجت نہین اور درصورت حجیت اس زمانہ کے طبائع کو مفید بھی نہین کیونکہ
اب خاص طاعون کی وجہ سے بھاگتے ہین اور ساری بستی کے لوگ کہین نہین جاتے اور فساد اعتقاد بھی
اگر کسی خاص مین نہو تب بھی اُس کا فعل موجب فساد اعتقاد عامی کا ہے اس لئے اُسکے لیے بھی منہی عنہ بالغیر
ہے یہ سب جب ہے جب کہ تعارض ظاہری مان لیا جاوے اگر تعارض نہو تو ان تکلفات کی حاجت نہین
چنانچہ قاموس مین جابیہ کو دمشق کا قریہ لکھا ہے اور دمشق کا بلد عظیم ہونا مشہور ہے اور بلد عظیم کا فنا بعض
جگہہ مین نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ گرد و نواح کے قریٰ تک ہوتا ہے چنانچہ کانپور کے فوجی لوگ موضع
جاجمئو تک جو کہ مستقل آبادی اور کانپور سے کئی میل پر واقع ہے اکثر اوقات نشانہ کی مشق وغیرہ کرنیکے
واسطے جاتے ہین پس جابیہ اگر فنا دمشق مین داخل کر لیا جاوے تو کیا بعید ہے ۲ فنا شہر مین جانا جائز ہے
جیسا ۱ مین بیان ہوا اور یہ جو لکھا ہے کہ اس وقت علل فرار مین سے ایک ہی علت ممانعت کی ہے اگر اسکو
تسلیم کر لیا جاوے تب تو جواز کا احتمال ہی نہین پھر جواز مین سعی کرنا فضول ہے کیونکہ ممانعت کے لیے
ایک ہی علت کافی ہے جیسا اہل علم پر ظاہر ہے۔ ۳ یہ قیاس مع الفارق ہے گرتی ہوئی دیوار یا لگتی
ہوئی آگ مین عادۃً ہلاک متیقن ہے اور یہان متیقن نہین پس ایک کا قیاس دوسرے پر صحیح نہین ورنہ قتال
کفار تہلکہ مین داخل ہو کر ممنوع ہوگا اور طاعون کو زحف کے ساتھ تشبیہ خود حدیث مین وارد ہے اور
من وخز الجن بھی آیا ہے **جواب سوال دوم** ناجائز کو جائز قرار دینا ظاہر ہے کہ فساد اعتقاد ہے
اور اس کا فعلاً اختیار کرنا فساد عمل ہے **جواب سوال سوم** جواب سوال ۱ مین گذر چکا واللہ اعلم

۲۳ جمادی الاولے سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ طاعون سے بھاگنے کی نسبت ہمارے علماء کرام یہ فرماتے ہین کہ طاعون سے بھاگنا حرام ہے
خواہ اندیشہ موت سے ہو یا اندیشہ مرض سے طاعون سے بھاگنے والا لشکر اسلام سے بھاگنے والا ہے

طاعون سے بھاگنا خدا و رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے اگر بھاگنے کو کوئی شخص گناہ نہ سمجھے اُسکے ایمان مین خرابی ہوگی اگر یہ اعتقاد کرے کہ بھاگے گا تو نہ مریگا ورنہ مرجائیگا تو کافر ہوگا اس بارہ مین چند شکوک مندرجہ ذیل ہین اُن کا جواب مرحمت فرمایئے۔

(۱) جب کہ یہ مسلم ہے کہ علاج کرنا مسنون ہے اور ہر شخص استعلاج کا مجاز ہے اور ہر صاحب علم جانتا ہے کہ فن طب دو مقصدون پر مبنی ہے ایک حفظ صحت دوسرا استرداد صحت پس جبکہ علاج مسنون اور عام ٹھیرا تو کیا سبب ہے کہ تدابیر حفظ صحت جو شامل تدبیر مکان اور تصفیہ آب و ہوا اور نقل شہر وغیرہ کو ہین گناہ کبیرہ یا کفر متصور ہون (۲) جو اختلاج قلب مین جو کہ سوء مزاج حار سے ہو مریض کا شہر بارد مین جانا مستقی کو حجاز جانا صاحب امراض باردہ کو ملک حار مین اور بالعکس جانا اب تک گناہ کبیرہ اور کفر کیون نہ تجویز کیا گیا (۳) اگر کہین جنگ معمولی تیر و تفنگ ہو اور بخوف جان کوئی شخص وہان نہ جائے یا وہان سے علحدہ ہو جاوے یا سنکھیا بخوف مرنے کے نہ کھائے یا سنکھیا کھانا مہلک اور نہ کھانا باعث امن تصور کرے تو اب تک ایسا شخص کافر کیون نہ قرار پایا اور طاعون سے مہلک مرض سے یہ خیال کیون کفر ہوا (۴) اس حدیث شریف کا یعنی جہان وبا ہو نہ جاؤ اور جہان ہو وہان سے نہ بھاگو اگر یہ مطلب تصور کیا جائے یعنی جہان وبا ہو جاکر مبتلا ہوگے لہذا نہ جاؤ اور وبا سے بھاگ کر دوسرے شہر کو تہلکہ مین نہ ڈالو بلکہ اپنے ہی آبادی کے کنارے ویرانی مین رہو تو کیا عیب ہے گو باعتبار شرع شریف کے کوئی مرض متعدی یعنی ایک مریض دوسرے تندرست کو بیمار کرے نہین بلکہ آلودگی اجزاء سمیہ دوسرے مقام کی اچھی ہوا کو اپنی صفت ذمیمہ سے موصوف کرے گی اسکے ماننے مین کیا قباحت ہے۔ (۵) درحالیکہ طاعون و اسہال و دردزہ پانی مین ڈوب کر مرنا دیوار یا مکان مین دب کر اور مسلول ہوکر مرنا۔ جل مرنا یہ سب شہادتین ہین پس تخصیص طاعون کی کیا ہو گرتے ہوئے مکان ٹوٹی ہوئی کشتی مین بھی رہنا چاہیئے۔ حضرات ریہ بطوق شہادت استعمال فرمانا چاہیئے دیگر شہادتین نظرانداز نہ کرنا چاہیئے (۶) یہ حدیث شریف کہ طاعون سے مرنا شہادت ہے اس کا یہ نتیجہ نکالنا کہ طاعون سے بھاگنا شہادت اور لشکر اسلام سے بھاگنا ہے کیا ضرور ہے بلکہ اکثر کفار کا یہ قول بالعموم سُنا گیا ہے کہ وبا آسیب بلا ہے اور اُس کا مردہ بھی اُسی گروہ مین شامل ہو جاتا ہے اور مغفور نہین ہوتا ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے واسطے اس خیال کی نفی فرماتے ہین اور ماجور فرماتے ہین نہ یہ کہ حصول طاعون کی ترغیب

فرماتے ہین (۷) درحالیکہ طبیب حاذق حرام دوا کو یہ سمجھکر کہ بجز اس دوا کے کوئی مفید اور مزیل مرض نہین
کھانا تجویز کرے تو شریعت اجازت دیتی ہے پس تمام حذاق بھاگنے کو مفید بتلاتے ہین تو یہ امر کفر و گناہ کبیرہ
کیون قرار پاوے حالانکہ حرام چیز کھالینا اور بھاگنا اس مین تفاوت ہر ہوشمند جانتا ہے۔ (۸)
ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہو کہ میری امت کے لوگ طاعون مین مرین یہ حدیث شریف
پوری پوری نقل فرمائی جاوے (۹) درصورتیکہ طاعون سے بھاگنا منع ہے تو اُس آبادی کی ویرانی کی
اجازت کیون دیجاتی ہو جب بھاگنا منع ہے تو پچاس قدم اور پچاس کوس سب برابر ہیں اسکا ثبوت کتابی کیا ہے
(۱۰) درصورتیکہ ٹیکہ جو بغرض حفظ شہادت طاعون کے مفید سمجھا گیا ہے مشروع فرمایا گیا بھاگنا
کیون گناہ کبیرہ و کفر قرار دیا گیا حالانکہ غرض متحد ہے چونکہ خلائق کی جانون سے متعلق ہے لہذا امید ہے
کہ کریمانہ توجہ خاص مبذول فرمائی جاوے گو قیمتی وقت صرف ہو۔

الجواب (۱) نفس معالجہ کی اجازت سے یہ لازم نہین آتا کہ ہر علاج جائز ہو اور کسی خاص علاج کی
ممانعت سے یہ لازم نہین آتا کہ مطلق علاج کی ممانعت ہو پس جس طرح شراب و دیگر اشیاء محرمہ تجربہ سے
بعض امراض کا علاج ثابت ہوئی ہین اور پھر بھی ناجائز ہین اسی طرح اگر فرار باوجود علاج ہونے کے
ناجائز ہو تو کیا استبعاد ہے (۲) چونکہ ان امراض مین نقل کی ممانعت نہین آئی اور طاعون مین ممانعت
آئی ہے اس لئے دونون مین جواز و ناجواز کا تفاوت ہو گیا اور اگر یہ شبہ صاحب شرع پر ہے تو اُس کا
جواب اُس وقت ضروری ہو جب سائل غیر مسلم ہو جواب مذکور اس بنا پر دیا گیا ہے کہ شبہ علماء پر ہے تو
اس بنا پر یہ جواب کافی ہے۔ (۳) اگر ان تدابیر کو موثر حقیقی سمجھے جس سے تخلف محال ہو جیسے نیچریون کا
مذہب ہے تو یہ اعتقاد ہی کفر ہے اور فرار من الطاعون کو موجب سلامت سمجھنا بھی کفر اسیوقت ہے
جبکہ اُس کو موثر حقیقی سمجھے اور اگر اسباب عادیہ سے سمجھے تو نہ یہان کفر ہے نہ وہان کفر ہو البتہ طاعون
مین ممانعت شرعی کی وجہ سے یہ فرار گناہ ہوگا اور دوسری تدابیر بوجہ ماذون فیہ ہونے کے جائز ہونگی
(۴) اگر صرف یہ حدیث ہوتی تو فی نفسہ اسکی گنجائش تھی گو بوجہ اسکے کہ سلف کے خلاف خلف کا
اجتہاد جائز نہین یہ معنی مقبول نہوتے لیکن صحیح مسلم مین یہ لفظ ہین عن اسامۃ قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان ہذا الطاعون رجز سلط علی من کان قبلکم او علی بنی اسرائیل فاذا کان بارض فلا تخرجوا منہا فرارا
منہ الخ اس حدیث مین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص سے معلوم ہو گیا کہ علت نہی کی فرار

من الطاعون کا قصد ہے سو اگر دوسری بستی کے کنارہ پر کوئی شخص جا ٹھیرے تب بھی فرار من الطاعون
تو صادق آگیا اب وہ علت نہین چلسکتی جو سوال مین لکھی ہو کہ دوسرے شہر کو تہلکہ مین نہ ڈالو (۵)
اول تو اس شبہ مین قیاس مع الفارق سے کام لیا گیا ہو کیونکہ مقیس تو طاعون حادث کی جو مہلک ظنی ہی
ایک تدبیر خاص نکرنا ہے اور امور مقیس علیہا مین سے بعض مین آفات حادثہ مہلکہ بالیقین کی تدبیر
نہ کرنا ہے جیسے دار منہدم یا سفینہ منکسرہ مین رہنا اور بعض مین خود آفات کا احداث ہے جیسے مضرات
یہ کا قصداً استعمال کرنا البتہ اس دوسری قسم کے مقیس علیہ کے مشابہ وہ صورت ہوسکتی ہے کہ
کوئی شخص اشیاء و اسباب مورثہ طاعون کا قصداً استعمال کرے تو غایۃ مافی الباب جب اضرار یقینی
ہوگا اسکی اجازت ندی جاویگی دوسرے طاعون مین فرار سے نہی آئی ہے اور مکان منہدم وغیرہ
مین قرار سے نہی ہے پس دونون جگہہ منہی عنہ کو منع کرینگے[بالکاف ۱۲] (۶) اس سے کس نے نتیجہ نکالا ہی[بالکاف ۱۲]
اس مضمون کی تو صریح حدیث وارد ہی فی المشکوٰۃ قبیل باب تمنی الموت عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیہ لہ اجر شہید رواہ احمد آگے جو لکھا ہو وہ منہی
ہے اس حدیث کے معلوم نہونے پر اس لیئے قابل التفات نہین (۷) اول تو اسمین کلام ہو کہ شریعت
نے ادویہ محرمہ کی اجازت دی ہو حدیث مین تو صاف نہی آئی ہے آگے امام ابو حنیفہ کا مذہب منع ہی کا
ہے صرف بعد کے بعض علماء نے اجازت دی ہی تو اسکو شریعت کی اجازت کہنا خود واجب التسلیم نہین
دوسرے اگر ان علماء کے قول کو حجت شرعیہ سمجھا جاوے تو فقہاء نے رسم المفتی و تفصیل طبقات فقہاء
مین یہ بات طے کردی ہے کہ ہمارے زمانہ کے لوگون کو اجتہاد کی اجازت نہین تو انکے استنباط پر
اپنے استنباط کو قیاس کرنا غلط ہوگا (۸) یہ حدیث میری نظر سے نہین گذری (۹) بعض علماء کے
نزدیک تو یہ بھی منع ہے اسپر تو شبہ ہی نہین بعض نے البتہ اجازت دی ہو انکی دلیل جواب نامہ مجمع
معلوم ہوتی ہے وہ یہہ ہے کہ فناء مصر حکم مصر مین ہے بدلیل احکام جمعہ وغیرہا اور مصر بجمیع اجزائہ شے واحد
ہے تو اس بناء پر تبدل مکان ہی نہین ہوا لہذا یہہ فرار نہین ہوا اس سے زیادہ کوئی تصریح مین نے
نہین دیکھی (۱۰) اگر ایک مرض کے دو علاج ہون ایک ماذون فیہ دوسرا منہی عنہ تو اس مین کیا
محال ہے اور یہہ کیا ضرور ہی کہ اگر ایک ماذون فیہ ہو تو دوسرا بھی ماذون فیہ ہو اور اگر ایک منہی عنہ
ہو تو دوسرا بھی منہی عنہ ہو مثال اسکی جواب سوال اول مین گذ چکی آخر مین اسقدر التماس ہو کہ مسائل

شرعیہ دریافت کرنے مین معاندانہ عنوان سے احتراز واجب ہے ان سوالات مین اس کا لحاظ نہین کیا گیا۔ واللہ اعلم ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال اردو کے ایک رسالہ مین چند احادیث منقول دیکھین اُنکی اسانید و متون کے متعلق جو شبہات واقع ہوئے تسکین قلب کیلئے ان کا دریافت کرنا بہتر معلوم ہوا اول حدیث یہ ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مین حضرت ابو بردہ بن قیس رض سے جو کہ حضرت ابو موسی اشعری کے بھائی ہین روایت کرتے ہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ میری امت کا خاتمہ اپنے راستہ مین طعن و طاعون سے فرما۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ منتخب کنز العمال مین ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طاعون ہم لوگون کے لیے رحمت اور تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اور موت صلحا کی ہے کہ تم سے پیشتر گذری ہین اور یہ شہادت ہے۔ تیسری حدیث یہ ہے اسی مسند مین کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وباء طاعون عذاب ہے کہ ہلاک کیا اللہ تعالی نے اس سے اگلی امتون کو اور تحقیق موجود ہے یہ زمین مین کہ آجاتا ہے کبھی اور دفع ہو جاتا ہے کبھی پس جب کبھی یہ کسی مقام پر نازل ہو تو مت نکلو وہان سے اور جب سنو کہ کسی مقام پر ہے تو وہان مت جاؤ۔ چوتھی حدیث یہ ہے کہ بخاری شریف مین ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی کیفیت پوچھی فرمایا کہ یہ طاعون عذاب تھا کہ نازل فرماتا تھا اللہ تعالی جسپر چاہتا تھا اور اب جل جلالہ نے مومنین کے لئے اس کو رحمت بنایا ہے جو بندہ اس مین مبتلا ہو صبر کرے اور ثابت قدم رہے اپنی جگہ پر یعنی بھاگے نہین اور یقین رکھتا ہو اس بات کا کہ نہین پہونچیگا اُس کو کچھ مگر جو کہ اللہ تعالے نے لکھدیا ہے اُسکے لئے تو ملتا ہے اُس کو ثواب شہید کا۔ پانچوین حدیث یہ ہے اُسی مسند مین حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا خاتمہ طعن اور طاعون مین ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ طعن تو معلوم ہے مگر طاعون نہین معلوم کہ کیا شے ہے فرمایا کہ جنون مین سے جو تمہارے دشمن ہین اور تم سے عداوت رکھتے ہین اُن کا نیزہ ہے اور طعن و طاعون دونون مین شہادت ملتی ہے۔

احادیث بالا کے متعلق سوالات۔

(۱) یہ احادیث باعتبار اسانید صحیح ہین یا نہین (۲) پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیۓ طاعون کی دعا کی ہے آپ رحمۃ للعالمین اور مومنین
پر رؤف رحیم تھے چند خاص کفار کے سوا آپ نے کسی کافر کے لیۓ بھی بددعا نہین کی بلکہ دعاۓ ہدایت
ہی کی پھر آپ خود اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرتے تھے اور امت کو بھی دعاۓ طلب
عافیت دنیا و آخرت تعلیم فرمایا کرتے تھے جیسا صحاح کی بعض روایتون مین عافیت طلب کرنے کی
دعائین موجود ہین اور آپکی حالت یہ تھی کہ جب کبھی باد تند دیکھتے تو چہرہ متغیر ہو جاتا اس حالت پر آپ
طاعون کی بددعا کیون فرماتے (۳) دوسری حدیث مین جو یہ ہے کہ موت صلحاء کی ہے کہ تم سے
پیشتر گذرے ہین یہ الفاظ تیسری حدیث کے ان الفاظ کے خلاف ہین کہ وبلے طاعون عذاب ہو
کہ ہلاک کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے اگلے امتون کو۔ زمانہ رسالت و زمانہ صحابہ رضہ سے پہلے کون سے
صحابہ گذرے ہین جنکی موت طاعون سے ہوئی ہو البتہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مین
بعض ظالم و فاسق بنی اسرائیل کی موت طاعون سے ہوئی ہو وہ اُنکے فسق کے سبب سے ہوئی ہے
نہ اُنکی صلاحیت کی وجہ سے جیسا انزلنا علی الذین ظلموا رجزًا من السماء بما کانوا یفسقون کی تفسیر مین
لکھا ہے (۴) میرا عقیدہ یہ ہے کہ طاعون کو جو بعض احادیث مین رحمت کہا گیا وہ باعتبار اجر اخروی
کے کہا گیا ہے نہ باعتبار صورت دنیوی اگر وہ باعتبار صورت دنیوی رحمت ہوتا تو پھر ان الفاظ کے
کچھ معنے نہوتے جو چوتھی حدیث مین مذکور ہے کہ جو بندہ اس مین مبتلا ہو صبر کرے کیونکہ رحمت پر صبر
نہین کیا جاتا بلکہ مصیبت پر صبر کیا جاتا ہے اسکے علاوہ طاعون مین نقل مکان کی اجازت ہے
رحمت کو چھوڑ کر نقل مکان کرنا عاقل کا کام نہ تھا جاہل کا کام تھا پھر ممانعت ہے کہ جہان طاعون ہو
وہان نہ جاؤ رحمت مین جانے کی ممانعت خلاف عقل و نقل ہے غرض جس وجہ سے دیکھا جاتا ہے طاعون
صورت دنیوی کے اعتبار سے رحمت نہین بلکہ اجر اخروی کے لحاظ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا میرا یہ
عقیدہ خلاف سنت تو نہین ہے (۵) تیسری حدیث کے ان الفاظ سے اور تحقیق موجود ہے یہ
زمین مین کہ آجاتا ہے کبھی اور دفع ہو جاتا ہے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ طاعون زمین سے آتا ہے مگر اسی
حدیث کے ان الفاظ سے اور جب کبھی کسی مقام پر یہ نازل ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین سے
نہین بلکہ زمین پر نازل ہوتا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ انزلنا اور رجزًا من السماء سے تو بہت
صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے نہین آتا بلکہ آسمان سے نازل ہوتا ہے زمین مین موجود

ہونے اور آسمان سے نازل ہونے مین زمین آسمان کا فرق ہے (۶) کتب طب مین طاعون کی جو حقیقت
دماہیت لکھی ہی وہ اور ہی کچھ ہے اور یہان پانچوین حدیث سے اور ہی کچھ ثابت ہوتا ہی حدیث کے
سامنے قول اطبا مردود ہے مگر یہ معلوم ہوجانا ضرور ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے طاعون کو جنون کا نیزہ
کہا گیا ہے اور نیزہ مارنے کا سبب دشمنی و عداوت کو بتایا گیا ہے تو جنون کو تو دشمنی و عداوت ہمیشہ
ہی سے تھی اور انسان پر نیزہ مارنے کی قدرت بھی اُن کو ہر وقت حاصل ہے کیونکہ وہ انسان کو
دیکھتے ہین اور انسان اُنکو اور اُنکے نیزہ کو نہین دیکھتا پھر خاص خاص وقتون مین اور خاص خاص
مقامون مین طاعون کے ظاہر نہونے کی کیا وجہ ہے کہین نہ کہین بلکہ سب کہین ہر وقت طاعون
موجود رہنا چاہیے حالانکہ ایسا نہین ہے۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک
عذاب ہے بصورت مرض طاعون بسبب فسق و فجور نازل کیا جاتا ہے اور وہ عام ہوجاتا ہی تو مومنین
اور اہل تقوی کو بھی لے لیتا ہے تاکہ اُنکے مراتب آخرت مین اور عالی کیے جاوین جنون کی دشمنی اور
عداوت اور نیزہ مارنے کا حال اگر صحیح حدیث سے معلوم ہوجاوے تو اسی بات کا یقین اور عقیدہ کہنا
ضروری ہی خواہ وہ سمجھ مین آئے یا نہ آئے اتنا لکھنے کے بعد رسالہ علاج القحط کی بہت سی عبارتین
اس رسالہ کی عبارتون کے خلاف معلوم ہوئین دو باتون کو بطور نمونہ عرض کرتا ہون (۱) اس
رسالہ کی پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون کے لیے آپ نے دعا کی اور علاج القحط
سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے آپنے پناہ مانگی جیسا علاج القحط کی اس عبارت سے واضح ہے
ابن ماجہ مین حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہی کہ دس آدمی مہاجرین مین سے حضور نبوی
صلے اللہ علیہ وسلم مین حاضر تھے جن مین سے ایک مین تھا آپنے فرمایا کہ اے مہاجرین پانچ باتین
ہین اور مین تمہارے لیئے اللہ کی پناہ مانگتا ہون کہ تم اُن مین نہ پڑو (۱) نہین ظاہر ہوئین بیحیائی
کی باتین کسی قوم مین حتے کہ کھلم کھلا کرنے لگین مگر مبتلا ہوئے طاعون مین اور ایسی بیماریون مین
کہ جو اُنکے باپ دادون مین کبھی نہوئی ہونگی۔ علاج القحط صفحہ ۶ و سطر ۱ (۲) اس رسالہ کی چوتھی
حدیث مین یہ لفظ ہین یہ طاعون عذاب تھا کہ نازل فرماتا تھا اللہ تعالیٰ جسپر چاہتا تھا اور چوتھی
حدیث کے علاوہ ایک جگہہ یہ لفظ ہین اور امتون کے لیئے یہ طاعون عذاب تھا اور اس امت کے
لیئے رحمت و شہادت ہے۔ تھا کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ اب اس زمانہ مین جو چار طرف طاعون

پھیل رہا ہے وہ عذاب نہیں علاج القحط کی یہ عبارت ہے وہ فرماتی ہیں (یعنی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی نسبت سوال کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عذاب ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے بھیجتا ہے۔ ہے کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ اب اس زمانہ میں جو طاعون پھیل رہا ہے وہی عذاب ہے رہا اس کا مومنین کے لئے رحمت ہونا وہ باعتبار اجر اخروی پہلے زمانہ میں بھی تھا اور اب بھی ہے دونوں میں فرق کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

الجوابات (۱) اول مسند اور کنز العمال یا اُسکے منتخب میرے پاس نہیں اس لئے ان احادیث کی صحت کی تحقیق نہیں کر سکتا علی تقدیر الثبوت جواب شبہات کے لکھوں گا البتہ بخاری کی جو حدیث اُس میں موجود ہے صحیح ہے (۲) ایک شے میں مختلف اعتبارات اور حیثیات ہوتی ہیں اگر رحمت ہونے کی حیثیت سے دعا ہو تو کیا حرج ہے اور اس حیثیت سے عافیت کے بھی منافی نہیں جیسے حدیثوں میں تمنائے شہادت بھی ہے اور سوال عافیت بھی اور باد تند پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اُس کا رحمت ہونا کہیں وارد نہیں (۳) اگر سابقین میں سے اشرار کے لیئے عذاب اور ابرار کے لئے رحمت کہا جاوے تو دونوں حدیثوں میں تعارض نہوگا اور صلحاء امم سابقہ میں بھی بہت گذرے ہیں گو اُن میں سے اہل طاعون کا قصہ ہم کو بالتعیین معلوم نہو (۴) ٹھیک عقیدہ ہے لیکن تعبیر کے لیئے یہ عنوان زیادہ واضح ہے کہ رحمت اور مصیبت دونوں دنیا ہی میں ہیں لیکن رحمت باعتبار اثر یعنی استحقاق اجر کے ہے اور مصیبت باعتبار صورت ظاہری کی (۵) اگر دونوں طرح ہو یعنی یا اسباب سماویہ و اسباب ارضیہ دونوں کو کچھ کچھ دخل ہو تو کیا بعید ہے (۶) اگر دونوں طرح ہوتا ہو یا مجموعہ کو دخل ہو اطباء نے ظاہری اسباب کو بیان کر دیا ہے اور شارع علیہ السلام نے باطنی سبب کو یا ان اسباب میں خود ایک دوسرے کے لیئے سبب ہو سب احتمالات ممکن اور دفع تعارض کے لیئے کافی ہیں مثلاً کسی کو مٹھائی کھلانے سے صفرا کا ہیجان ہوا اور اُس سے بخار ہو گیا تو دونوں کو بخار کا سبب قرار دیا جا سکتا ہے یا جیسے حکماء حال نے آثار طاعون کا سبب کیڑوں کو بتلایا ہے اور قدماء نے مادہ کو اور دونوں میں کچھ تدافع نہیں اور جنوں کی دشمنی پر جو شبہہ کیا ہے اُس کا یہ مقدمہ کہ ہر وقت نیزہ مارنے کی قدرت حاصل ہے مسلم نہیں ممکن ہے کہ حفاظت خداوندی مانع دوام قدرت ہو اور گاہ گاہ ابتلا کے واسطے حفاظت اُٹھا لیجاتی ہو اور اُسکے لیئے فسق و فجور کا سبب بنجاتا

اسکے منافی نہین ممکن ہے کہ سزا کا یہی طریقہ ہو۔

اب شبہات متعلقہ علاج القحط کا جواب سُنیئے

(۱) جب معصیت کی سزا مین عقوبت ہے اس ترتب کے مرتبہ مین پناہ مانگی جو درحقیقت معصیت سے پناہ مانگنا ہے اور بلا ترتب علی المعصیت رحمت ہو اس درجہ مین دعا مانگے پس کچھ تعارض نہین کیونکہ لوگون کے حالات معصیت وطاعت مین خود مختلف ہین پس ایک جگہہ عقوبت ہے دوسری جگہہ رحمت

(۲) جس حدیث کے ترجمہ مین لفظ ہے واقع ہے یہ حدیث مشکوۃ شریف مین یا مین لفظ ہو انہ عذاب یبعثہ اللہ الخ۔ اگر اشرار کے لیئے پہلے بھی عذاب ہو اور اب بھی تو تھا اور ہے دونون درست ہو گئے رہا یہ کہ پھر دونون امتون مین فرق نہوا حالانکہ ظاہر الفظ حدیث سے فرق مقصود معلوم ہوتا ہے سو وہ فرق یہ ہو سکتا ہے کہ ابتدا اسکی امم سابقہ سے بطور عذاب کے ہوئی چنانچہ صحیح مسلم مین مرفوعاً یہ حدیث ہے الطاعون رجز ارسل علی بنی اسرائیل الخ اس لیے عذاب کی حیثیت کو بعض احادیث مین صرف اُنکے ساتھ نسبت فرمانے مین خاص فرما دیا باوجودیکہ دونون امتین رحمت وعذاب ہونے مین شریک ہین کیونکہ ابتداء عرفاً ومحاورۃً اعظم اسباب تخصیص ذکری سے ہے یا یون کہا جاوے کہ امم سابقہ مین حیثیت عذاب غالب تھی اور حیثیت رحمت مغلوب اور اس امت مین بالعکس و للاکثر حکم الکل اسیلیے وہان عذاب کی اور یہان رحمت کی تخصیص ذکری بعض احادیث مین کر دیگئی اور بعض مین دوسری حیثیت کی بھی دونون امتون کے لئے تصریح کر دی۔ واللہ اعلم - ۵ ا جمادی الاخر

سوال - زید کہتا ہے کہ جب طاعون مین چوہے وغیرہ مرین تو جس دالان یا کوٹھی مین مرین اُسے چھوڑ دین اور دوسرے دالان یا کوٹھری مین آرہے اور جب اس دالان اور کوٹھری مین بھی بو آنے لگے اور اس دوسری کوٹھری کو بھی چھوڑ دے تو صحن وغیرہ مین رہے غرض ہر پھر کے گھر ہی کے اندر رہے یا زیادہ سے زیادہ گھر کے دروازہ کمرہ وغیرہ مین رہے اُس محلہ کے یا دوسرے محلہ کے گھر مین اپنا گھر چھوڑ کے نجاوے ورنہ فرار مین داخل ہو جائیگا اور اسکی وجہ یہ بتاتا ہے کہ آخر گھر چھوڑنے کی کیا وجہ موت سے بچنے کے لئے گھر چھوڑتا ہے تو جسکی موت نہین آئی ہے وہ مر نہین سکتا چاہے گھر چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جان بچانے کے لئے گھر چھوڑنا یہی تو فرار ہے اگر دفع وحشت کے لئے چھوڑتا ہے تو وحشت کیسی کس چیز سے وحشت موت سے تو وحشت ہو نہین سکتی جب موت سے

پہلے کوئی مر نہین سکتا اور یہی عقیدہ ہی تو پھر وحشت کیون جو لوگ طاعون زدہ بستی کے باہر اسی بستی
کے متعلق باغون مین یا کھیتون مین یا عیدگاہ یا اور کہین جا بسے ہین یا اسی بستی کے اندر ایک محلہ سے
دوسرے محلہ مین یا اسی بستی بلکہ اسی محلہ کے اندر ایک گھر سے دوسرے گھر مین جا بسے ہین اُن کو زید
صف جہاد سے بھاگنے والونکی برابر خیال کرتا ہے اور ارتکاب گناہ کبیرہ کا الزام لگاتا ہی اور مجمع عام مین
ملامت کرتا ہے اور بڑے زور و شور سے بیان کرتا ہے کہ نہ بستی کے اندر بھاگنا درست ہی نہ بستی کے
متعلق باغون کھیتون عیدگاہون یا اور کسی جگہہ نہ بستی کے باہر اور بستی کے خلاف دوسری بستی
مین کیونکہ طاعون سے بھاگنے کی حدیث شریف مین سخت ممانعت آئی ہے اور بستی اور غیر بستی کی
قید حدیث مین نہین پس جسطرح دوسری بستی مین جان بچانے کے لیے بھاگ جانا درست نہین اسی طرح
بستی کے اندر اور بستی کے متعلقات مین بھی جائز نہین اسکی وجہ یہ ہے کہ جب طاعون نہ تھا تو کوئی بھی
بھاگا نہ تھا سب اپنے اپنے گھرون مین تھے جب طاعون آیا اور لوگ بھاگے تو ضرور طاعون سے
بھاگے اور جان بچانے کے لیے بھاگے اور ضرور اس خیال سے بھاگے کہ اگر بستی مین رہینگے تو مرجاینگے
اور بھاگ جاینگے تو بچ جاینگے اگر اللہ تعالی ہی کو مارنے جلانے والا سمجھتے تو اپنا اپنا گھر چھوڑ کے
تکلیف کے ساتھ کبھی بستی کے باہر رہنا گوارا نہ کرتے بھاگنے والونکی ظاہری حالت سے صاف
ظاہر ہے کہ وہ بھاگنے کو زندگی مین دخیل سمجھتے ہین جب لوگونکی یہ حالت ہے تو بستی کے اندر اور بستی
کے باہر اسکے متعلقات مین بھاگ کر جا کر رہنا کسیطرح جائز نہوگا بلکہ بعینہ فرار مین داخل ہوگا پس
جن لوگون نے حدیث مطلق کو بستی کے اندر یا متعلقات کی قیدین لگا کر مقید کیا ہی اور اُس کو فلان
فلان حالتون پر محمول کیا ہے۔ یہ سب غلط اور حدیث مین اصلاح دینا ہے جو کسی مسلمان کے نزدیک
جائز نہین ہو سکتا جو لوگ یہ قید لگاتے ہین کہ موثر حقیقی اللہ تعالی ہی کو سمجھے تو جانا درست ہے
یا دفع وحشت یا علاج کرے یا تجارت کرے یا اور کسی ضرورت سے چلا جائے تو درست ہے یہ سب
قیدین غلط اور من گھڑت ہین اگر اسی طرح ہر شخص کہنے لگے تو بھاگنا ہی درست ہو جائیگا اور
ایک کے جانے اور بھاگنے سے دوسرا بھی حیلہ نکال کر بھاگنا چاہیگا اور ضرر و نقصان متعدی
ہوگا پس کوئی صورت ایسی نہین جس سے گناہ متعدی نہوتا ہو یا کم از کم گناہ لازمی نہ لازم آتا ہو
اس لیے اس وقت بلکہ ہر زمانہ مین مطلقاً بستی سے نکلنے بلکہ گھر چھوڑنے ہی سے ممانعت کرنا ضروری ہے

اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا یہ اعتقاد و عمل جو اوپر مذکور ہوا موافق شریعت کے ہے یا نہین
اور زید کو کیسا سمجھا اور اسکی بات کو ماننا چاہیئے یا نہین

الجواب - احکام شرعیہ بعضے معلل ہوتے ہین اور اُس علت کو مجتہدین اپنے ذوق اجتہادی سے سمجھ جاتے ہین اور یہ اجتہاد وہ راے نہین ہے جسکی مذمت وارد ہے کیونکہ اجتہاد کا استعمال بلانکیر صحابہ سے قطعیۃً ثابت ہے اور وہ علت کبھی مصرحاً منقول ہوتی ہے کبھی اشارۃً مفہوم ہوتی ہے اس تمہید کے بعد جاننا چاہیئے کہ راحت المحزون مین کنز العمال سے یہ روایت نقل کی ہے فکتب الیہ

(ای ابی عبیدۃ) عمر رض ان الاردن ارض وبئیۃ عمقۃ وان الجابیۃ ارض نزھۃ فاظہر بالمہاجرین الیہا اھ
باوجودیکہ حضرت عمر رض کو حدیث مرفوع نہی عن الفرار پر اطلاع تھی اس سے مفہوم ہوا کہ علت نہی کی آپ نے مریضون اور مصیبت زدون کا ضائع ہوجانا سمجھا تھا اسی بنا پر چونکہ سب کے منتقل ہونے مین ضیاع مذکور نہ تھا اسلیئے آپ نے اجازت دیدی اور حضرت عمر رض مجتہد ہین اسلیئے یہ علت معتبر ہوگی چونکہ نقل عن المکان یا خروج الی الفناء مین یہ علت نہین ہے اسلیئے نہی نہوگی دوسری حدیث مین بارض اور ببلدۃ الفاظ آئے ہین اور حدیث ایک دوسرے کی مفسر ہوتی ہے معلوم ہوا کہ ارض سے مراد بلد ہی ہے اور فناء بلد احکام مین مثل بلد کے ہے پس قرار فی البلد کو فرار کہنا حدیث کے مقابلہ مین راے لگانا ہے اس تقریر سے سب شبہات کا جواب ہوگیا ۱۲ ار شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال - نقل مکان مین اگر نقل بلد کے ساتھ نہو مجھکو شبہ ہے کیونکہ حکم تو عام اور مطلق ہے جو شامل ہے تمام افراد خروج دخول کو پس مخصص کونسا حکم ہے جس مین نقل مکان کے فرد خاص کر اور جو علت نقل بلد مین متحقق ہے وہی نقل مکان مین جواب شافی مرحمت ہو۔

الجواب فی المشکوۃ عن البخاری عن عائشۃ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ الخ وفیہا عن الشیخین عن اسامۃ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارا منہ چونکہ طبعا وعرفا وشرعا لازم ہے کہ ترغیب اسی امر پر ہوتی ہے جسکے ترک پر ترہیب ہو اور ترغیب مین مکث فی البلد کا عنوان ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسی ترک مکث فی البلد پر ترہیب ہوگی پس یہ قرینہ ہے کہ ارض کی تفسیر بلد ہے ونیز اور احکام شرعیہ فقہیہ مین تمام بلد و مایلحق بہ کو حکم موضع واحد مین ٹھیرایا ہے جیسے اقامت جمعہ مین

فنا مصر حکم مصر مین ہی اسلیئے تمام امکنہ بلد واحد کو حکم مکان واحد مین کہا جاویگا یہ کلام تو متعلق نص کے ہو رہی علت سو وہ محققین کے نزدیک ضیق خوف مرضی وامراض ہی اور نقل مکان فی البلد الواحد مین یہ علت نہین لہٰذا معلول یعنی نہی بھی نہین واللہ اعلم

سوال مقام طاعون سے بخوف طاعون بھاگنا کیسا ہی جو مسلمان طاعون سے بھاگ کر دوسری جگہہ چلے گئے اور پھر وہان جاکر بھی طاعون سے نہ بچے اور اسی عارضہ مین مبتلا ہو کر مرے تو اُن کا شمار شہیدون مین ہوگا یا نہین۔

الجواب یہ بھاگنا حرام ہی اور قاعدہ ہی کہ جو شخص معصیت کے سبب مرے وہ شہید نہین ہوتا اور جو شخص معصیت مین کسی سبب شہادت سے مرجاوے وہ شہید ہے اور گناہ کا وبال جدا رہا پس یہ شخص گو معصیت کی حالت مین مرا ہو مگر مرا ہے سبب شہادت سے اسلیئے شہید ہوگا فی رد المحتار قبیل باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ من غرق فی قطع الطریق فہو شہید وعلیہ اثم معصیۃ وکل من مات بسبب معصیۃ فلیس بشہید وان مات فی معصیۃ بسبب من اسباب الشہادۃ فلہ اجر شہادتہ وعلیہ اثم معصیۃ وکذٰلک لو قاتل علی فرس مغصوب او کان قوم فی معصیۃ فوقع علیہم البیت فلہم الشہادۃ وعلیہم اثم المعصیۃ اھ فقط ۶ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال بخوف طاعون مقام طاعون کی آبادی سے فرار کر کے اُسکے مضافات مین یعنی آبادی سے کم و بیش ایک میل کے ایسے فاصلہ پر چلا جانا جو آبادی کے اکثر ضروریات کو پورا کرتا ہو کیا داخل فرار عن الطاعون ہوگا جسکی ممانعت و حرمت حدیث عبد الرحمن رضہ سے جو بخاری کی جلد رابع باب ما یذکر فی الطاعون مین مروی ہی ثابت ہی اگر داخل فرار طاعون ہوگا تو کیون جبکہ مسافر کو رباعی نماز مین موضع اقامت کی عمارات سے نکلنے سے فوراً قصر واجب ہوجاتا ہے جیسا کتب فقہ سے ثابت ہی کہ شہر کا اطلاق محض عمارات پر ہوتا ہو نہ کہ فناء عمارات پر۔

الجواب فناء مصر حکم مصر مین ہی صرف باب مصالح بلد کے اور سکنے مصالح بلد سے ہی مثل اقامت جمعہ کے اسی لیئے فناء شہر مین آکر رہنا مثل شہر مین رہنے کے ہے بخلاف سفر کے کہ وہ مصالح بلد مین سے نہین بلکہ مقابل ہے مصلحت بلد یعنی سکنے کا اُسکے بارہ مین فناء حکم بلد مین نہین اور فناء ہی سے قصر شروع ہوجاتا ہی فی الشامیۃ عن الشرنبلالی بخلاف الجمعۃ فتصح اقامتہا فی الفناء ولو منفصلا بمزارع لان الجمعۃ من مصالح البلد بخلاف السفر ج ا ص ۱۸ ٥ واللہ اعلم ۲ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال۔ اذان دینا واسطے دفع وبا کے جائز ہی یا ناجائز اور جو لوگ جواز استدلال مین حصن حصین اذا تغیلت الغیلان نادی بالاذان پیش کرتے ہین یہ استدلال ان کا درست ہی یا نہین اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے اور ایسے ہی یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ شیطان اذان سے اسقدر دور بھاگ جاتا ہے جیسے روحا اور طاعون

اثر شیاطین سے ہے اس کا کیا مطلب ہے۔

الجواب اس باب میں دو حدیثیں معروف ہیں ایک حصن حصین کی مرفوع اذا تغیلت الغیلان نادی بالاذان دوسری
صحیح مسلم کی موقوف حضرت سہیل سے قال ارسلنی ابی الی بنی حارثۃ قال ومعی غلام لنا او صاحب لنا فناداہ منادٍ
من الحائط باسمہ قال واشرف الذی معی علی الحائط فلم یر شیئا الی قولہ اذا سمعت صوتا فناد بالصلوٰۃ فانی سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نودی للصلوٰۃ ولی الشیطان ولہ حصاص اور حصن حصین میں مسلم کا جو حوالہ دیا ہے وہ
یہی حدیث ہے اور دونوں حدیثیں مقید ہیں اذا تغیلت اور اذا سمعت صوتا کے ساتھ اور تغول کے معنی حرز ثمین
میں نہایہ سے نقل کیے ہیں تتغول تغولا ای یتلون تلونا اور حاصل اس حدیث کا لکھا ہے اذا رای اشیاء منکرۃ او
تخیلت لہ خیالات مستنکرۃ او تلونت لہ اجسام مکروہۃ اھ اور جو حکم مقید ہوتا ہے کسی قید کے ساتھ اس میں قائلین بمفہوم
المخالف کے نزدیک تو عدم القید مفید ہوتی ہے عدم الحکم کو اور غیر قائلین بالمفہوم کے نزدیک گو عدم الحکم کو مفید نہیں
مگر حکم کو بھی مفید نہیں بلکہ عدم القید کی صورت میں حکم اپنے وجود میں محتاج دلیل مستقل کا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ
طاعون میں دونوں قیدیں منتفی ہیں کیونکہ اسمیں نہ شیاطین کا تشکل اور تمثل ہے اور نہ انکی آواز مسموع ہوتی ہے
صرف کوئی اثر مبطن ہے جسکے بارہ میں حدیث مرفوع آئی ہے فناء الطاعون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخز اعدائکم
من الجن اخرجہ احمد عن ابی موسیٰ رض کذا فی بعض الرسائل عن فتح الباری للحافظ ابن حجر پس جب اس میں قیدیں منتفی
ہیں تو حدیثین مذکورین سے اس میں حکم اذان کا بھی ثابت نہ ہوگا پس دوسری دلیل شرعی کی حاجت ہوگی اور چونکہ
بوجہ اشتمال اذان کے حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر غیر صلوٰۃ کے لیے اذان کہنا حکم غیر قیاسی ہے اور ایسے حکم کا
تعدیہ قیاس سے صحیح نہیں اسلیے وہ دلیل شرعی کوئی نص ہونا چاہیے محض قیاس کافی نہیں اور طاعون میں
کوئی نص موجود نہیں اگر کہا جاوے کہ حدیث مسلم میں صحابی کا سماع صوت شیطان کے وقت حکم بالاذان کو
معلل کرنا علت تولی شیطان بالاذان کے ساتھ مقتضی ہے صحت تعدیہ اس حکم کو دوسرے محل پر بھی جہاں دفع
شیطان کی حاجت ہو اور طاعون میں انکی حاجت ہے پس اسی علت سے طاعون کو بھی سماع صوت پر قیاس کرلیا
جاویگا جواب یہ ہے کہ اول تو بدلیل مذکور یعنی بوجہ اشتمال اذان کے حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر غیر نماز کے لیے
اذان کہنا حکم مخالف قیاس ہے اور ایسے حکم کا تعدیہ قیاس سے جائز نہیں ہے بلکہ مورد نص پر مقتصر رہا کرتا ہے
یہی وجہ ہے کہ غیر صلوٰۃ کے جن مواقع پر اذان وارد ہوئی ہے ان میں احادیث سے استدلال کیا گیا ہے چنانچہ رد المختار میں
ایسے مواقع نقل کر کے کہا ہے لان ما صح الخبر فیہ بلا معارض فہو مذہب المجتہد اور آگے کہا ہے ونقل الاحادیث الواردۃ فی ذلک

اور یہی وجہ ہے کہ جس مین نص نہ تھی اُس کو علماء نے رد کر دیا ہے چنانچہ شامی نے موقع مذکور مین کہا ہے قیل وعند انزال
المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ للدنیا لکن رواہ ابن حجر فی شرح العباب اور حدیث بالا مین ممکن ہے کہ صحابی نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بالخصوص یہ حکم سنا ہو جیسا غیر مدرک بالراے مین حدیث موقوف کو مرفوع حکمی کہا جاتا ہے اور حدیث
تولی کو ذکر کرنا تعلیل کے لیئے نہو بلکہ بیان حکمت حکم منصوص کے لئے ہو اور اگر اس سے قطع نظر کر کے اس حکم کو
قیاس ہی مان لیا جاوے تب بھی صحت قیاس کے لیئے اول تو مجتہد ہونا قائس کا شرط ہے اور طاعون مین اذان کہنا
کسی مجتہد سے منقول نہین اور اب قیاس مفقود ہے دوسرے صحت قیاس کیلئے اشتراک علت موثرہ کا درمیان مقیس اور
مقیس علیہ کے شرط ہے اور یہان علت موثرہ اگر محض احتیاج الی دفع الشیطان ہو تو لازم آتا ہے کہ جتنے انواع قسم
تصرفات خفیہ شیطانیہ ہین سب کے لئے اذان مشروع ہو مثلاً استحاضہ کی نسبت حدیث مین ہے رکضۃ من رکضات الشیطان
تو اس کا علاج بھی اذان سے مشروع ہونا چاہیئے ولا قائل بہ اس سے معلوم ہوا کہ یہان علت موثرہ مین کوئی اور
وصف بھی معتبر ہے سو ممکن بلکہ غالب یہ ہے جیسا کہ اُن مواقع مین تامل کرنے سے جہان اذان بہیئت اذان صلوٰۃ
وارد ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وصف یہ ہو کہ وہ حادثہ دفعۃً پیش آجاوے اور فی الفور ہی اُسکے علاج کی احتیاج
ہو چنانچہ وہ مواقع یہ ہین عند مزدحم الجیش وعند الحریق وعند تغول الغیلان وخلف المسافر ولمن ضل الطریق فی ارض قفر
کذا فی رد المحتار ان سب مواقع مین وصف مذکور مشترک ہے اور جو اذان بہیئت اذان صلوٰۃ نہو اُسمین بحث نہین۔
کالاذان فی اذن المولود والمہموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقہ من انسان او بہیمۃ کما فی رد المحتار ایضاً اور ظاہر
ہے کہ طاعون مین یہ وصف نہ وقوعاً ہے چنانچہ اُس کا عروض و معالجہ دونون اسقدر متدرج اور ممتد ہین کہ بعین اُسکے
دوران مین جو نماز کی متعدد اذانین ہو جاتی ہین جو دفع اثر جنات کے لئے کافی ہین خود اُسکے لیے مستقل اذان
کی کچھ حاجت نہین اور یہی سر ہے وصف مذکور کے علت موثرہ ہونے مین کیونکہ جو امر فوری نہو اُسکے لیئے اذان صلوٰۃ
کافی ہو سکتی تھی البتہ جہان کان مین اذان کہی جاوے چونکہ اذان صلوٰۃ کان سے منہ قریب کر کے نہین ہوتی لہذا
اُسمین یہ علت نہو گی اور نہ طاعون مین یہ وصف عملاً ہے کیونکہ جب مریض کو بعین عروض مرض کا وقت ہوا اُسوقت
کوئی بھی اذان نہین کہتا بلکہ شب و روز مین کبھی اتفاق یا کسی وقت کی تعیین کیساتھ اذان کا معمول ہے خواہ عروض
مرض اُسکے قبل ہو یا بعد ہو سو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بلا وصف فور تو پانچ وقت کی اذان ہی کافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ
اذان مین جو علاوہ خاصیت تولی شیطان کے اور خواص حدیثون سے ثابت ہوئی ہین مثل اجابت دعا عند اللہ اور
شہادت اشیاء علی ایمان المؤذن اُنکی تحصیل کے لیے مستقل اذان کی کسی نے اجازت نہین دی کیونکہ اذان

نماز کی اُسکے لیے کافی ہو ورنہ چاہیے کہ جب دعا کرنا ہو پہلے اذان کہہ لینا جائز ہو خواہ کوئی وقت ہو یا اسی طرح جیت اشیاء کو شاہد ایمان بنانا ہو ولا قائل بہ آور جاننا چاہیے کہ جواب ثانی مین جو کہ علی سبیل التنزل ہی تبرعاً غض بصر کر لیا گیا ہی کہ طاعون مین اذان کا ثبوت اس تقدیر پر بھی نہو سکے ورنہ نفس الامر مین یہ حکم غیر قیاسی ہی پس اس قیاس سے زلزلہ وغیرہ کے وقت بھی اذان کی گنجائش نہین ہو سکتی تیسرے خود یہی امر معرض کلام مین ہے کہ آیا یہ طاعون مسبب وخزجن سے ہے جیسا کہ اطلاق حدیث اسکا مرجح ہی یا بعض طاعون اُس کا سبب ہے جیسا اہلہ کا قوت جزئیہ مین ہونا اُس کا مصحح ہے جب خود مبنی یعنی وخزجن ہی مشکوک فیہ ہی تو مبنی یعنی اذان کا کیسے ثبوت ہو جاویگا چوتھے اسمین بہت سے مفاسد لازم آتے ہین مثلاً التباس مصلین بوجہ غلبہ جہل اہل زمانہ کے اور توحش ضعیف القلب لوگون کا کہ وہ اُنکے ذہن مین تخیل ہجوم مرض کی تجدید کر دیتا ہے اور عوام الناس کا اذان کے بھروسہ اصلاح اعمال و استغفار و دعاء آلہی سے بیفکر ہو جانا اور اس کو احکام مقصودہ سے سمجھنے لگنا وغیرہ وغیرہ تو ایسی حالت مین تو جائز بھی ناجائز ہو جاتا ہو چنانچہ تغول وغیرہ کے مواقع مین جو اذان وارد ہوا اُس مین بھی عدم لزوم مفسدہ شرط ہو پس تقریر مذکور سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تغیل سے استدلال کرنا اس باب مین درست نہین اور یہ اذان محض احداث فی الدین ہے اور یہی وجہ ہے کہ طاعون عمواس مین باوجود شدت احتیاج کے کسی صحابی سے منقول نہین کہ طاعون کے لیئے اذان کا حکم دیا ہو یا خود عمل کیا ہو اور سوال ثانی مین حدیث کا مدلول تو ظاہر ہے اگر اُسکے متعلق کوئی خاص امر پوچھنا ہو تو تصریح اور تعیین کرنا چاہیے اور سوال ثالث مین جس حدیث کی طرف اشارہ ہی اُسکے تحقق کی صورت قریب الی الفہم یہ ہو سکتی ہے کہ وخزجن سے مادہ سمیہ کا حدوث ہو جاتا ہو جس سے ہیجان دم یا انصباب دم عارض ہوتا ہو خواہ ہمیشہ یا کبھی کبھی جیسا اوپر گذرا باقی حقیقت حال اللہ کو معلوم ہے۔ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

جلد تیسری تمام ہوئی